قوام العقائد

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے چشم دید حالات

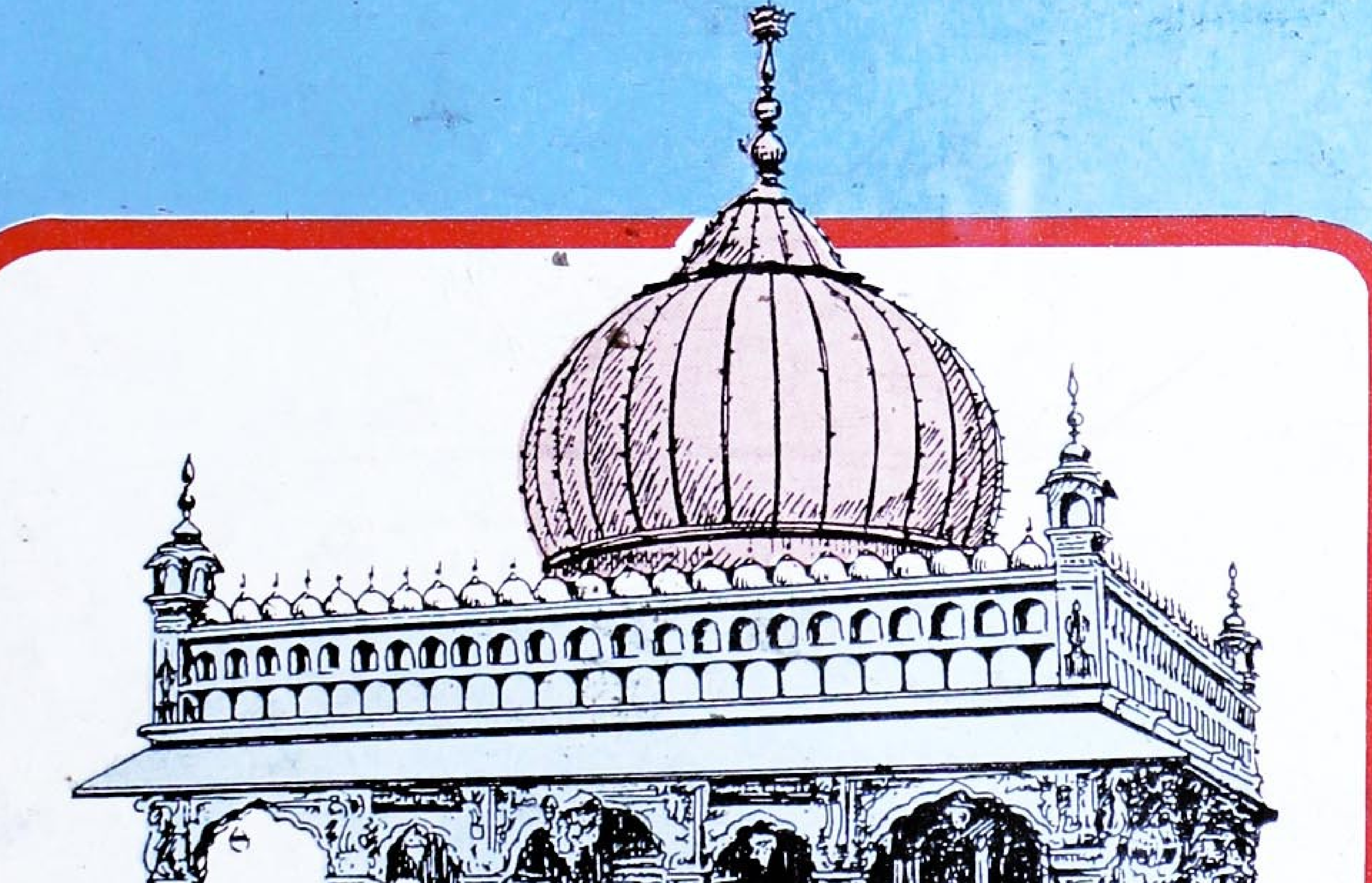

مترجم: پروفیسر نثار احمد فاروقی

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

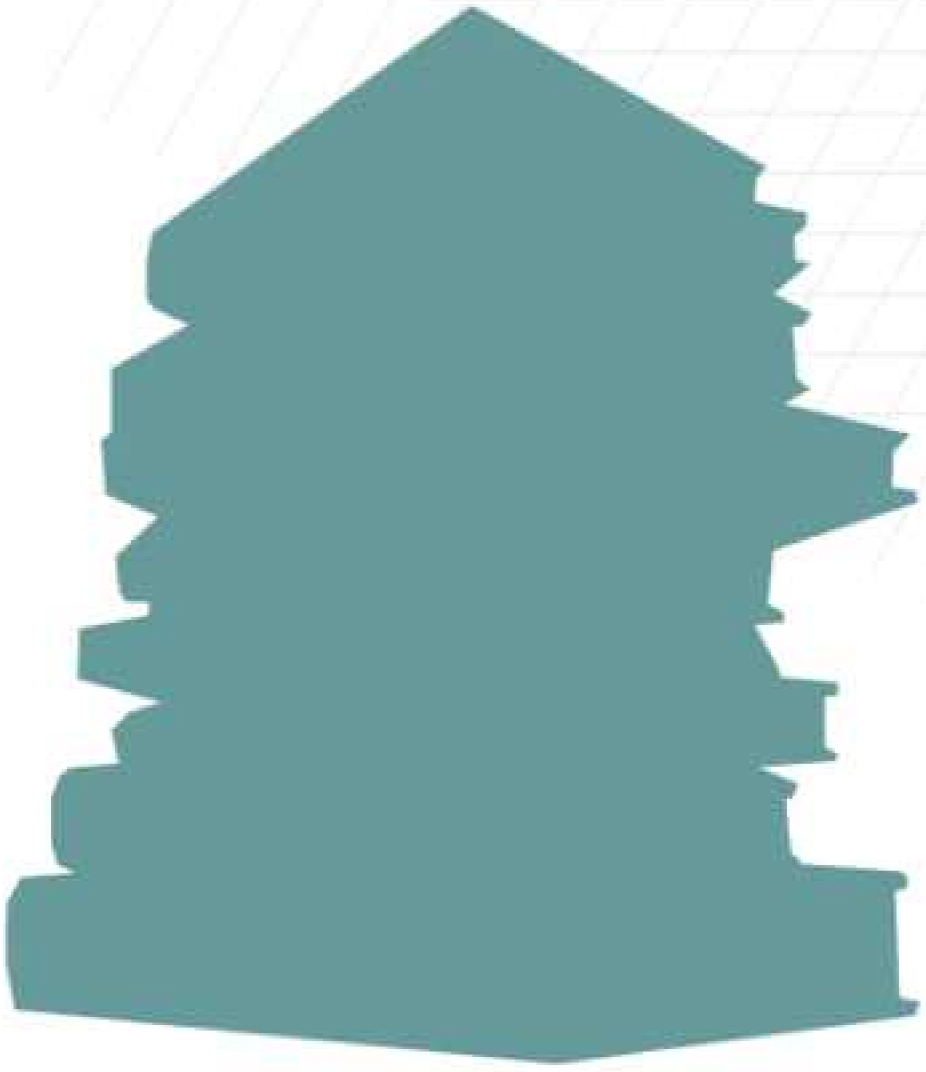

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہٗ

کے

حالات و کرامات پر مشتمل قدیم ترین کتاب

قوامُ العقائد

(اردو ترجمہ)

نوشتہ

محمد جمال قوام

(نبیرہ شمس العارفین خلیفہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ)

سالِ تالیف: ۷۵۵ھ / ۱۳۵۴ء

ترجمہ

پروفیسر نثار احمد فاروقی

صدر شعبۂ عربی - دہلی یونیورسٹی دہلی ۷

۱۴۱۵ھ

۱۹۹۴ء

سلسلۂ مطبوعات: ۵

جملہ حقوق محفوظ

128334

نام کتاب : **قوام العقائد**

راوی : حضرت شمس العارفین قوام الدینؒ، خلیفہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہ

مؤلف : محمد جمال قوام نبیرۂ شمس العارفینؒ

سال تالیف : ۷۵۵ھ/۱۳۵۴ء دولت آباد (مہاراشٹرا)

ترتیب و تحقیق فارسی متن، اردو ترجمہ اور مقدمہ : **پروفیسر نثار احمد فاروقی**
صدر شعبہ عربی، دہلی یونیورسٹی، دہلی ۷

سال اشاعت اول : ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء

تعداد : ایک ہزار

مطبع : لبرٹی آرٹ پریس، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی ۲

زیر اہتمام : ڈاکٹر محمد شعائر اللہ خاں وجیہی

ناشر : ادارہ نشر و اشاعت، جامع العلوم فرقانیہ، مسٹن گنج، رام پور ۲۴۴۹۰۱

قیمت 40/=

ملنے کے دیگر پتے:

۱- مکتبہ وزیریہ۔ انگوری باغ۔ رام پور۔ یوپی

۲- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ- اردو بازار- جامع مسجد- دہلی ۶

۳- اسلامک بک فاؤنڈیشن- ۱۷۸۱، حوض سوئیوالان- نئی دہلی ۲

۴- دانش محل- امین الدولہ پارک- لکھنؤ ۱۸

بسم الله الرحمن الرحيم

انتساب

حضرت شیخ شیوخ العالم بابا فریدالدین مسعود گنج شکر اجودھنی
قدس سرہٗ کے فرزندِ جانی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہٗ
کے نام

اے میرِ ہمہ شکر فروشاں — توبہ شکنِ صلاح کوشاں
در میکدۂ غمت سفالے — نرخِ ہمہ معرفت فروشاں
در کاوشِ کنہِ خوبیِ تو — گم داست خیالِ تیز ہوشاں
یک خرقہ غمت درست نگذاشت
در صومعۂ کبود پوشاں

[حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ]

[ترجمہ: اے سب شکر فروشوں کے سردار! اے سارے پارساؤں کی توبہ توڑنے والے تیری محبت کے میکدے سے ملے ہوئے ایک کوزے سے سارے معرفت فروشوں کو خرید ا جاسکتا ہے۔ تیری خوبیوں کے اسرار جاننے میں بڑے بڑے تیز ہوش والوں کے اوسان گم ہیں۔ تیرے غم نے نیلی پوش (صوفیوں) کی خانقاہ میں ایک خرقہ بھی سالم نہیں چھوڑا ہے۔]

ہرکس ز درِ تو حاجتے می خواہد
من آمدہ ام از تو ترا می خواہم

امیدوار چشم کرم
نثار احمد فاروقی

فہرست

مقدمہ ———— مترجم 9

دیباچہ ———— مؤلف ۲۰

پہلا باب: شیخ الاسلام کی ولادت کی کیفیت، اور اُسی زمانے میں علاماتِ سعادت کا ظہور، پھر شیخ الاسلام فرید الحق والدینؒ سے بیعت کرنا، اُسی شیخِ راستین سے نعمتیں اور ولایت پانا۔ انوارِ حقیقت کا پھیلانے والا معدنِ کرامات، منبعِ مکاشفات، یقین کے ہار کا دُرِّ فرید جو ملک الفقراء والمساکین کے خطاب سے مخاطَب ہے ۲۳

❀

دوسرا باب: خدمتِ شیخ قدس اللہ سرہ العزیز سے علماء اور ائمہ شہر کا ملنا اور مرید ہونا ۳۱

❀

تیسرا باب: بعض علماء اور مشائخ شہر کا بیان جو بطریقِ صحبت شیخ سے وابستہ تھے۔ ۴۲

❀

چوتھا باب: اطرافِ عالم کے بزرگوں اور مشائخ کا خدمتِ شیخ کی عظمت و کرامت معاینہ کرنے کے بعد التجا کرنا۔ ۵۱

❀

پانچواں باب: خدمتِ شیخ کی کرامتوں کا اظہار، خدمتِ شیخ اور بعض اصحاب کے معاملات۔ ٦۷

چھٹا باب: سلاطین وشاہزادگان اور ملوک وخانان کا خدمتِ شیخ سے عقیدت وارادت کے ساتھ وابستہ ہونے کا بیان۔ ۹۱

ساتواں باب: علماء، خانان اور ملوک واُمراء، خاص وعام اور اہلِ سلوک کو خدمتِ شیخ کے عطیات کا بیان۔ ۱۰۱

آٹھواں باب: خرقہ، بیعت اور ارادت کی کیفیت کا بیان۔ ۱۰۵

نواں باب: خدمتِ شیخ قدس اللہ سرہ العزیز کے ملفوظات اور بعض مشائخ قدس اللہ اسرارہم کے اقوال کے بیان میں ۱۱۹

خاتمہ ۱۲۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقدّمہ

ہندوستان میں صوفیہ کے جن سلاسل کو زیادہ فروغ حاصل ہوا اور جن کا اثر بڑے شہروں سے نکل کر قصبات و دیہات تک پہنچا، اُن میں چشتی سلسلہ سب سے ممتاز ہے۔ چشتی بزرگوں نے براہِ راست عوام سے اپنا تعلق رکھا، سرکار دربار سے کوئی جاگیر یا منصب قبول نہیں کیا اور ملوک و امراء سے زیادہ میل جول بھی پسند نہیں کیا۔ اِس لیے عوام کے دلوں پر اُن کی حکومت رہی۔

چشتی بزرگوں میں سب سے پہلے حضرت خواجہ معین الدّین سجزی علیہ الرحمۃ (متوفی ۶۳۴ھ) نے اجمیر کو اپنا مسکن بنایا تھا۔ اُن کے خلفاء بھی کثیر تعداد میں ہوئے جن میں دو شخصیتیں بہت نمایاں ہیں حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۴ ربیع الاوّل ۶۳۴ھ) اور سلطان التارکین حضرت خواجہ حمید الدین سوالی ناگوریؒ (متوفی ۶۷۳ھ) جن کے ملفوظات "سُرور الصُّدور و نورُ البُدور" اُن کے پوتے شیخ فرید الدین محمود ناگوریؒ کے فرزند شیخ محی الدّینؒ یا شیخ قطب الدّینؒ ناگوری میں سے کسی ایک نے فراہم کیے۔ یہ صرف حضرت حمید الدین ناگوری کے ملفوظات نہیں ہیں، بڑا حصّہ خود حضرت فرید الدّین محمود ناگوریؒ کے احوال و ملفوظات پر مشتمل ہے۔ اُن کا انتقال سنہ ۷۳۴ھ میں ہوا۔ اُن کا لقب "چاک پرّاں" ہے۔ دہلی میں مدفون ہیں۔ "سِلکُ السُّلوک" کے مصنّف ضیاء الدّین نخشبی شیخ فرید الدّین محمود ناگوریؒ ہی کے مرید ہیں۔

چونکہ خواجہ معین الدّین اجمیریؒ کی حیات ہی میں، تقریباً ایک سو دس دن قبل، خواجہ قطب الدّین بختیار کاکیؒ رحلت فرما گئے تھے، اِس لیے خواجہ اجمیریؒ کے خلیفہ و جانشین حضرت شیخ فرید الدّین مسعود گنجِ شکر اجودھنی قُدِّسَ سِرُّہٗ (متوفی ۵ محرم ۶۷۰ھ) ہوئے جن کا مزار مبارک پاک پتن ضلع ساہیوال (پاکستان) میں ہے۔

حضرت بابا فریدؒ کے خلفاء کی تعداد بھی کثیر تھی، مگر اُن کی خلافتِ اُولیٰ جسے اصطلاحِ صوفیہ میں

خلافتِ رحمانی کہتے ہیں حضرت شیخ نظام الدّین اولیاء محبوبِ الٰہیؒ (متوفی ۱۸ شوال ۷۲۵ھ) کو ملی اور اُن سے سلسلہ چشتیہ نظامیہ جاری ہوا۔ دوسرا چشتیہ صابریہ سلسلہ حضرت مخدوم علاء الدّین علی احمد صابر کلیری علیہ الرّحمۃ سے شروع ہوا۔ اِن دونوں شاخوں کی خانقاہیں سراسر ہند میں پھیل گئیں اور پچھلے سات سو برسوں میں روحانی اور اخلاقی تربیت کا غیر معمولی کام نہایت خاموشی سے اور موثر طریقے پر اِن خانقاہوں میں انجام دیا گیا۔

حضرت نظام الدّین اولیاءؒ کے لیے اُن کے پیرومرشد حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے فرمایا تھا کہ: "اللہ نے تمھیں علم اور عقل اور عشق، تینوں جوہر عطا کیے ہیں اور جس میں یہ تینوں جمع ہو جائیں اُس سے مشائخ کی خلافت خوب ہوتی ہے۔"

وہ نہایت عالم فاضل، مفسّر، محدّث، فقیہ، معقولی، ادیب، شاعر، سالکِ طریقت اور محقّقِ شریعت تھے۔ نکتہ رس طبیعت اور دقیقہ شناس ذہن کے مالک تھے۔ اُن کی شخصیت کے گرد اُس عہد کے علماء، درویش، اُمراء اور عوام اِس طرح جمع ہو گئے تھے جیسے شمع کے چاروں طرف پروانے رقص کرتے ہیں۔ حضرت نظام الدّین اولیاءؒ نے ایک نہایت مختصر سی مدّت میں جس طرح اپنے عہد کی معاشرت میں اصلاحِ اخلاق کا کام کیا اُس کا کچھ اندازہ ایک ہم عصر مورّخ اور حضرت کے مرید ضیاء الدین برنی کے بیان سے ہو سکتا ہے جو تاریخ فیروز شاہی میں شامل ہے۔

ہندوستانی صوفیہ میں سب سے پہلے ملفوظات بھی حضرت نظام الدّین اولیاءؒ کے ہی قلمبند کیے گئے۔ اُنھیں فارسی کے مشہور شاعر حَسن علاء سجزی دہلویؒ (متوفی صفر ۷۳۸ھ) نے فراہم کیا اور فوائد الفواد اُس کا نام رکھا۔ یہ ہر دور میں صوفیہ کے لیے دستور بنی رہی ہے، اور ادبِ ملفوظ کا مثالی نمونہ سمجھی جاتی ہے۔ بعد کے زمانے میں مرتّب ہونے والے بہت سے ملفوظات اِسی کے نمونے پر جمع کیے گئے۔

حضرت نظام الدّین اولیاءؒ کے حالات و ملفوظات میں جو کتابیں لکھی گئیں اور جنھیں ہم عصر ماخذ کہا جا سکتا ہے اُن کی مختصر کیفیت یہ ہے:

(۱) فوائد الفواد ملفوظاتِ حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاءؒ، فراہم کردۂ امیر حسن علاء سجزی دہلویؒ (ق ۲۹ صفر ۷۳۸ھ مدفون خلد آباد مہاراشٹر)

اِس میں ۷۰۷ھ سے ۷۱۹ھ تک بارہ سال کی مدّت میں ۱۸۸ مجلسوں کی گفتگو پانچ جلدوں میں مدوّن کی گئی ہے۔ کتاب کا فارسی متن مطبع نولکشور لکھنؤ سے شائع ہوا تھا، ۱۹۶۸ء میں محکمہ

اوقاف پنجاب لاہور نے فارسی متن شائع کیا، جس کی تصحیح اور دوسرے نسخوں سے مقابلہ جناب لطیف ملک نے کیا ہے۔ یہ اب تک شائع ہونے والا صحیح ترین متن ہے اگرچہ قرأت کی بعض غلطیاں اور کوتاہیاں اِس میں بھی رہ گئی ہیں۔

یہی فارسی متن خواجہ حسن ثانی نظامی دہلوی کے اردو ترجمہ اور راقم الحروف کے لکھے ہوئے مفصّل مقدمے کے ساتھ ۱۹۸۹ء میں دہلی اردو اکیڈمی کی جانب سے شائع ہوا ہے۔ اِس مقدمے میں پہلی بار زیرِ نظر کتاب "قوام العقائد" سے جا بجا استفادہ کیا گیا ہے۔

(۲) دُررِ نظامی

اِس کا مؤلف علی بن محمود جاندار، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا مرید ہے۔ اُس نے اس کتاب میں حضرت کے ملفوظات وارشادات کو بہ اعتبارِ موضوعات تیس (۳۰) ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ اِن میں کچھ ملفوظات تو وہی ہیں جو فوائد الفواد اور سیَر الاولیاء میں بھی مل جاتے ہیں ایک حصہ وہ ہے جس کی روایت صرف مؤلف دررِ نظامی نے کی ہے۔

فوائد الفواد کی طرح یہ بھی آٹھویں صدی ہجری کی فارسی نثر کا بیش بہا نمونہ ہے۔ اس کا فارسی متن ابھی تک شائع نہیں ہوا۔ اردو ترجمہ جو کسی ناقص متن پر مبنی ہے اور کہیں کہیں بالکل غلط بھی ہے کئی بار چھپا ہے۔

دُررِ نظامی کی تالیف ۷۵۰ھ کے قریب ہوئی ہے جب حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی وفات کو ۲۵ سال گذر چکے تھے۔ سیر الاولیاء سے اگر کچھ اضافے ہوئے ہیں تو وہ بعد میں کیے گئے ہوں گے۔

(۳) قوام العقائد

مؤلفہ محمد جمال قوام نبیرۂ شمس العارفین قوام الدینؒ مُرید وخلیفہ حضرت خواجہ نظام الدینؒ۔ راقم الحروف نے اس نادر کتاب کا فارسی متن پہلی بار شائع کیا ہے اور یہ فخر فصلنامہ "قند پارسی" شمارہ (۷) ۱۹۹۴ء کو حاصل ہوا ہے۔ اب اس فارسی متن کا سلیس اردو ترجمہ ماہنامہ ضیاء وجیہ رام پور (اکتوبر و نومبر ۱۹۹۴ء) میں شائع کیا جارہا ہے۔ اس کے مشمولات کا تعارف آئندہ سطور میں پیش کیا جارہا ہے۔

(۴) سیَر الاَولیاء فی محبّتِ الحقّ جلّ وعلا

مولفہ سیّد محمد بن مبارک علوی معروف بہ امیر خُرد کرمانی (متوفی ۷۷۰ھ) یہ اپنے مواد اور مشتملات کے اعتبار سے نہایت پُر ارزش اور قابلِ قدر کتاب ہے۔ اِس کی بدولت ہمیں صرف حضرت نظام الدین اولیاؒ ہی کے نہیں بلکہ اُن کے اسلاف اور خلفاء کے حالات کا بھی ایسا علم حاصل ہوتا ہے کہ اگر یہ کتاب نہ ہوتی تو ہندوستان میں چشتی صوفیہ کی جلیل القدر خدمات

سے ہم قطعاً ناواقف رہ جاتے۔

کتاب کا نام سَیر الاولیاء فی محبتِ الحق جلّ وعَلا ہے (سَیر بروزن خیر) اس کی تالیف کے بارے میں اندازہ یہ ہے کہ ۷۵۲ھ سے شروع ہوکر ۷۹۰ھ تک کارِ تالیف جاری رہا۔ اس میں فیروزشاہ تغلق کی وفات کا ذکر ہے جو ۷۸۹ھ میں واقع ہوئی — مولف سَیر الاولیاء کا انتقال ۷۷۰ھ میں ہو چکا تھا، یہ اضافے زمانہ مابعد میں کسی نے کیے ہوں گے۔

یہ کتاب ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۵ء میں پہلی بار مطبع محبِ ہند دہلی سے شائع ہوئی۔ پھر اسی کا عکس مرکزِ تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد نے ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء میں شائع کیا۔ سَیر الاولیاء کا اردو ترجمہ بھی دوبار ہو چکا ہے مگر فارسی متن کی تحقیق و تدوین جیسی ہونی چاہیئے ابھی تک نہیں ہوئی۔ اس میں بہت سی غلطیاں راہ پا گئی ہیں اور شخصی اغراض سے کچھ تحریف و الحاق بھی ہوا ہے۔ فارسی متن کے متعدد قلمی نسخے مل جاتے ہیں اِن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ نسخہ کتاب خانہ دارالعلوم دیوبند مکتوبہ سنہ ۱۲ جلوس اکبری سنہ ۹۷۴ھ
۲۔ نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی۔ کلکتہ
۳۔ نسخہ جواہر میوزیم کلکشن، آزاد لائبریری علی گڑھ مکتوبہ سنہ ۱۲۰۲ھ
۴۔ نسخہ نیشنل میوزیم نئی دہلی، حوالہ ۱۴۷/۴، ۵۹
۵۔ نسخہ سلیمان کلکشن مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ حوالہ ۶/ ۶۰۹
۶۔ نسخہ دیگر۔ فارسیہ اخبار نمبر ۲۶
۷۔ نسخہ دیگر ج۔ف سیرۃ ۳۸۸
۸۔ نسخہ کتابخانہ خدا بخش پٹنہ فہرست جلد ۸: ۳۵، ۵۲
۹۔ نسخہ ذخیرہ مولانا معنی اجمیری۔ اجمیر

مذکورہ بالا کتابیں وہ ہیں جو اِس وقت ہماری دسترس میں ہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدینؒ کے حالات وملفوظات میں کچھ اور کتابیں بھی تالیف ہوئی تھیں جواب ناپید ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) انوار المجالس	مولفہ خواجہ سید محمد امامؒ فرزند شیخ بدرالدین اسحٰقؒ ونبیرۂ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ (سَیر الاولیا ۲۱۰)

اس کا ایک اقتباس سیر الاولیا میں ملتا ہے (ص ۴۸۹)

(۲) **تحفتہ الابرار و کرامتہ الاخیار** | مولفہ خواجہ عزیز الدین صوفی نبیسۂ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ (سیر الاولیا، ۲۱۲)

(۳) **مجموع الفوائد** | مرتبہ خواجہ عزیز الدینؒ (عبد العزیز) ابن خواجہ ابوبکر مصلی دارؒ (سیر الاولیا، ۲۱۷)

(۴) **ملفوظاتِ سلطان المشائخ** | گرد آوردۂ مولانا شمس الدین دھاری (مدفن ظفر آباد) (سیر الاولیا، ۳۲۸)

خلاصتہ اللطائف (عربی) | تالیف مولانا علی شاہ جاندار (سیر الاولیا، ۴۵۹ - اخبار الاخیار ۹۴)

یہ سب مجموعے اب ناپید ہیں۔ خلاصتہ اللطائف کا ایک مختصر اقتباس امیر خرد نے سیر الاولیا (۴۵۹) میں دیا ہے اور غالباً وہیں سے شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ (ف ۱۰۵۲ ھ) نے اپنی تالیف اخبار الاخیار میں نقل کیا ہے۔

اِن کتابوں کے علاوہ بھی کچھ ہم عصر ماخذ ہیں جن سے ہمیں حضرت نظام الدین اولیاء کے حالات اور کمالات کے بارے میں بہت قیمتی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ان میں چند یہ ہیں:

(۱) **خیر المجالس** | ملفوظاتِ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود اودھی ملقب بہ چراغِ دہلیؒ (وفات ۱۷ رمضان ۷۵۸ ھ) فراہم کردہ مولانا حمید قلندرؒ

(۲) **احسن الاقوال** | ملفوظاتِ خواجہ برہان الدین غریبؒ (ف ۷۳۸ ھ) فراہم کردہ خواجہ حماد کاشانیؒ (ف ۷۶۱ ھ)

(۳) **غرائب الکرامات** | ملفوظاتِ حضرت برہان الدین غریبؒ مولفہ خواجہ مجد الدین کاشانیؒ

(۴) **نفائس الانفاس** | ملفوظاتِ حضرت برہان الدین غریبؒ مولفہ رکن الدین دبیر کاشانیؒ (تالیف مابین ۷۳۲ - ۷۳۸ ھ)

(۵) **شمائل الاتقیاء** | تالیفِ رکن الدین دبیر کاشانیؒ (تالیف مابین ۷۳۷ - ۷۳۸ ھ) (مطبوعہ اشرف پریس حیدر آباد۔ جون ۱۹۲۸ء)

(۶) **بقیتہ الغرائب** | تالیف خواجہ مجد الدین کاشانیؒ

مذکورہ بالا کتابوں میں صرف خیر المجالس کا فارسی متن۔ ۱۹۶۰ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے شائع کیا تھا، مگر اُس کے متن میں بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ خیر المجالس کا کوئی قدیم خطی نسخہ دستیاب نہیں ہے۔ دوسری کتاب شمائل الاتقیاء کا فارسی متن صرف ایک بار جون ۱۹۲۸ء میں حیدر آباد سے چھپا تھا۔ احسن الاقوال، غرائب الکرامات اور نفائس الانفاس کے متون نہیں چھپے ہیں، حالانکہ یہ فارسی کی علمی نثر کا قدیم ترین نمونہ ہیں۔ اِن مخطوطات کے تعارف ہیں راقم الحروف کے مضامین شائع ہو چکے ہیں۔

قریب العہد مآخذ میں حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز (ف ۸۲۵ھ) کی تصانیف اور اُن کے ملفوظات خصوصاً جوامع الکلم مؤلفہ سید محمد اکبر حسینی (ف ۸۱۲ھ) میں بھی قابل قدر معلومات مل جاتی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب قوام العقائد متعدد اعتبار سے نہایت بیش قیمت تالیف ہے سب سے بڑی اہمیت یہ کہ ترتیب زمانی میں فوائد الفواد کے بعد اس کا دوسرا نمبر ہے یہ ۷۵۵ھ/۱۳۵۴ء میں دولت آباد (مہاراشٹرا) میں لکھی گئی۔ اس میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں وہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے مرید و خلیفہ حضرت قوام الدین معروف بہ شمس العارفینؒ نے روایت کیے ہیں جو رجب ۷۰۸ھ میں حضرت شیخ کے مرید ہوئے تھے' ان روایات کو اُن کے پوتے محمد جمال قوام نے محرم ۷۵۵ھ سے رجب ۷۵۵ھ تک چھ ماہ کی مدت میں قلمبند کیا۔ تالیف کتاب کے وقت تک حضرت شمس العارفینؒ زندہ تھے، اِس طرح یہ ایک چشم دید راوی کے بیانات ہیں۔

آٹھویں صدی ہجری کی فارسی نثر کی کتابیں زیادہ نہیں ملتی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کتاب ادبیات فارسی۔ ہندی کے ذخیرے میں بھی ایک گراں قدر اضافہ ہے اور اُس عہد کی بول چال کی فارسی کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ اس میں فارسی اور ہندی کے کچھ غریب الفاظ بھی آگئے ہیں، ان کے معانی کی تحقیق بھی اہل لغات کی دلچسپی کا موضوع ہوگی۔ مثلاً:

آشامی		جنیبت	۶۸ الف
بقیعہ		جُودا	۶۰ الف
تطہیر	۹ ب	چوب داخول	۳۴ الف
تھرک		پوتڑہ	۶۴ـ الف

درّاع ١٧ ب
ڈکت ٥٧ ب
دواج
دِوَدِھی
ڈولہ ٦٨ ب
سہیل ٧٥-الف
گُدارا ٥٩ ب

کُشن ٦٨ ب
کھَٹ ٨-الف
لَت ٧٢-ب
مُندہ ٢٣ ب
نفوُد
ہزَاہزی ٨٣ ب
ہے

مؤلف کتاب محمد جمال قوام اور اُن کے دادا شمس العارفین کے بارے میں ہمیں کسی دوسرے ذریعے سے کوئی بات معلوم نہیں ہوتی۔ بہ ظاہر شمس العارفین نام نہیں لقب ہے، اُن کا نام قوام الدین ہوگا حضرت نظام الدّین اولیاء کے خلفاء و مریدین میں قوام الدّین نام کے درج ذیل اصحاب کا سُراغ ملتا ہے:

قوام الدّین یکدانہ اودھی
قوام الدّین قدوائی
قوام الدّین روہتکی

یہ ممکن ہے کہ نمبر ١ و ٢ ایک ہی شخصیت ہوں۔ قاضی شیخ قوام الدّین روہتکیؒ کے برادر زادے شیخ محمد موسیٰ گڑھ مکتیسری تھے جن کی اولاد میں مشہور شطّاری بزرگ شیخ الہ بخش، گڑھ مکتیسریؒ ہوئے۔ یہ قاضی قوام الدّین حضرت خواجہ نظام الدّینؒ کے خلیفہ تھے، مگر اُن کا انتقال روہتک (ہریانہ) میں ہوا تھا، وہیں مزار ہے، اس لیے یہ قوام العقائد کے راوی نہیں ہوسکتے۔ باقی دو شخصیات میں سے جس کے بارے میں مندرجہ ذیل تین باتیں یا اِن میں سے ایک بھی ثابت ہوجائے اُسے قوام العقائد کا راوی کہا جاسکتا ہے:

(الف) جس کا لقب شمس العارفین ہو۔
(ب) جس کے بارے میں یہ معلوم ہوجائے کہ اُنھوں نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی تھی۔
(ج) جس کے بارے میں یہ اطلاع ملے کہ وہ دولت آباد دکن کی طرف ہجرت کر گئے تھے اور ٧٥٥ھ تک وہاں موجود تھے۔

مگر ان دونوں بزرگوں میں سے کسی کا نہ دولت آباد کو ہجرت کرنا ثابت ہے نہ حج بیت اللہ کے

لیے جانے کی شہادت ملتی ہے۔ اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ محمد جمال قوام کے دادا شمس العارفین قوام الدینؒ اِن سب سے جُدا شخصیت ہیں۔ وہ رجب ۷۰۸ھ/ دسمبر ۱۳۰۸ء میں حضرت خواجہ نظام الدینؒ سے بیعت ہوئے۔ (۶۹-الف) پہلے فوج میں ملازم تھے۔ (۱۱۰-الف) قیاس چاہتا ہے کہ علاؤالدین خلجی کے لشکر میں رہے ہوں گے۔ انھیں یہ اشتیاق تھا کہ شہادت کی سعادت نصیب ہو جائے گی، یہ نہ ہو سکا تو فوج کی ملازمت سے استعفیٰ دے کر حضرت شیخ سے بیعت کرلی تھی، اور عبادت وریاضت میں اپنے اوقات گزارتے تھے۔ حضرت شیخ کی وفات کے بعد ۷۲۷ھ/ ۱۳۲۷ء میں سلطان محمد بن تغلق (۲۵ ۷ - ۵۲ ۷ھ) نے دولت آباد کو اپنا دوسرا مستقر بنایا اور تغلق آباد دہلی کے باشندوں کو ہجرت کرنے کا حکم دیا تو یہ بھی اُدھر چلے گئے تھے۔ اِن قافلوں میں حضرت شیخ کے خلیفہ بُرہان الدین غریب ہانسویؒ، مولف سیرالاولیا سید محمد مبارک عرف امیر خرد کرمانیؒ اور اُن کے چچا سید خاموش کرمانیؒ، بھائی سید حسین کرمانیؒ (وفات ۲۱ شعبان ۷۵۴ھ) مولانا شہاب الدین امامؒ اور جامع فوائد الفواد، امیر حسن علاء سجزی دہلویؒ (وفات ۷۳۸ھ) جیسے بہت سے بزرگوں نے ہجرت کی تھی۔ دولت آباد میں یہ مشہور ہے کہ دہلی سے چار سو اولیاء اللہ کی پالکیاں آئی تھیں۔ یہ سب حضرات وہاں عالمِ غربت میں اپنی دہلی کی زندگی، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی بابرکت صحبتیں اور جماعت خانہ شیخ کے انوار و برکات کو بڑی حسرت سے یاد کیا کرتے تھے۔ اِسی حنینِ وطن (NOSTALGIA) کا ثمرہ یہ کتاب بھی ہے۔

حضرت شمس العارفین کو ۷۰۸ھ کے بعد اور حضرت شیخ کے وصال (۷۲۵ھ) کے درمیانی عرصے میں، اور غالب گمان یہ ہے کہ حضرت شیخ کی مبارک زندگی کے آخری برسوں میں خلافت ملی ہوگی قوام العقائد سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُنھیں سیّد محمد کرمانی نے اپنا بیٹا بنا لیا تھا (۱۰۹ب) ۷۳۰ھ کے بعد محمد بن تغلق نے اجازت دے دی تھی کہ مہاجرین میں سے جو دہلی کو واپس جانا چاہے چلا جائے۔ اِس ہجرت میں آتے اور جانے میں ہزاروں انسان سفر کی سختیاں اور راستے کی صعوبتیں جھیلتے ہوئے موت کے گھاٹ اُتر گئے تھے۔ بہت سے حضرات نے جن میں حضرت برہان الدین غریبؒ، امیر حسن علاء سجزی، شمس العارفینؒ، سیّد خاموش کرمانی وغیرہ شامل ہیں، دولت آباد ہی میں رہنا پسند کیا۔ خواجہ شمس العارفینؒ بھی وہیں بس گئے۔ قیاس چاہتا ہے کہ محمد جمال قوام کی ولادت دولت آباد ہی میں ہوئی ہوگی۔

شمس العارفین نے حسن گنگو بہمنی بانی سلطنت بہمنیہ کا زمانہ (۷۴۸ - ۷۵۹ھ) پایا، غالباً

دولت آباد ہی میں انتقال ہوا، اور وہیں مدفون ہیں۔

شمس العارفین نے ۷۰۰ھ ۔ ۷۲۵ھ کے درمیانی زمانے میں کسی سال حج بیت اللہ کا سفر بھی کیا۔ کھمبایت (گجرات) کے راستے سے گئے۔ بعض حکایات میں اُنھوں نے اپنے سمندری سفر، یمن میں قیام، وہاں کے مشائخ کی خدمت میں حاضری، پھر حجاز میں آمد، اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی زیارت کا حال بیان کیا ہے۔ وہ ماہِ رمضان میں مکہ معظمہ پہنچے تھے۔ عید الفطر وہیں ہوئی۔ (۴۷ الف) ۱۷-۱۸ شوال کو پنجشنبہ کے دن مدینہ منورہ میں حاضری ہوئی۔ اسی طرح واپسی کے سفر کا بھی تذکرہ ہے۔ یہ کسی ہندوستانی حاجی کا غالباً پہلا سفرنامہ حج ہے، جو ہمیں تحریری شکل میں ملتا ہے۔

وہ عدن کی بندرگاہ سے کھمبایت کے جہاز میں سوار ہوئے۔ (۷۵ الف)، جو ۶۴ دن کے بعد کھمبایت کے ساحل سے لگا تھا۔ (۷۹ ب)۔

اس کتاب کی اکثر حکایات میں قاضی محی الدّین کاشانیؒ (وفات شوال ۷۲۰ھ) کا تذکرہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شمس العارفینؒ کے قاضی صاحب سے خصوصی مراسم تھے۔ اِن کے علاوہ شہاب الدّین امامؒ مولانا بدرالدین نولکھاؒ، ظہیر الدین کوتوال مندہ، شرف الدّین جہینکل (امامِ ملک حُسام الدّینؒ خواہر زادہٗ علاء الدین خلجی) مولانا حُجۃ الدّین ملتانیؒ، مولانا علی شہ جاندار وغیرہ حضرات کا حوالہ بھی ان حکایتوں میں اس طرح آیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حضرات اُن کے حلقۂ احباب میں شامل تھے۔

قوام العقائد سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی محی الدّین کاشانیؒ کے ایک فرزند عبد اللہ نامی تھے، جو بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ اسی سے یہ بھی علم ہوا کہ ایک زمانہ ایسا آیا، جب قاضی کاشانیؒ کے تعلقات اپنی اہلیہ سے اس حد تک کشیدہ ہو گئے کہ انھوں نے طلاق دینے کا ارادہ کر لیا۔ پھر یہ سوچا کہ حضرت خواجہ نظام الدّینؒ سے مشورہ کر لیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تمھارے اور زوجہ کے درمیان علیحدگی ہونی نہیں ہے۔ تعلّقات ٹھیک ہو جائیں گے اور اس کے بعد ایک فرزند بھی پیدا ہوگا۔ ایسا ہی ہوا۔

قاضی کاشانیؒ کے بھائی قاضی رفیع الدّین کاشانیؒ کا حوالہ بھی بعض حکایات میں آیا ہے۔

(۸۶ ۔ الف)

اس قدیم اور ہم عصر ماخذ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نظام الدّین اولیاؒ کے والد ماجد کا انتقال حضرت کی ولادت سے کچھ عرصہ قبل ہی ہو گیا تھا اور جب ۶۶۷ھ میں وہ پہلی بار حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں حاضری کے لیے اجودھن گئے ہیں تو ان کی

والدہ ماجدہ حضرت بی بی زلیخا حیات تھیں۔ اُن کی اجازت سے ہی یہ سفر کیا تھا۔ قیاس چاہتا ہے کہ حضرت کی والدہ ماجدہ کا انتقال ۶۷۰ھ کے بعد کسی زمانے میں ہوا۔

◉

قوام العقائد کا نام قوام بدونِ تشدید (بروزنِ نظام) اور قوّام مع تشدید (بروزنِ علّام) دونوں طرح ہوسکتا ہے۔ کتاب کے آخر میں کاتبِ نسخہ نے "قوّام درویش" لکھ کر اُس پر علامتِ تشدید بھی لگائی ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کتاب کا نام قوام العقائد (بدونِ تشدید) اور مؤلف کا نام محمد جمال قوّام (مع تشدید) ہو۔ اِس مخطوطے میں ایک مصرعہ یوں آیا ہے؛

بنیادِ جہانِ عدل ازو یافت قوام

اِس میں یہ لفظ بلا تشدید ہے۔ (ورق ۵۔ الف)

اس نسخہ کی تالیف محرم ۷۵۵ھ میں شروع ہوئی اور ۷ رجب ۷۵۵ھ کو کارِ تالیف اختتام کو پہنچا۔ (۱۳۲ ب) عبدالقادر نامی کاتب نے تالیف سے ۳۶ سال بعد ۷۹۱ھ میں اسے خوش خط نستعلیق میں نقل کیا ہے۔ املا اور کتابت کی غلطیاں شاذ ہیں، مگر آخری صفحات میں بعض مقامات پر الفاظ کی جگہ بیاض چھوڑ دی ہے۔ ہم نے کہیں قیاسی تصحیح کی ہے تو اپنا مختار لفظ توسین میں لکھ دیا ہے۔

قوام العقائد (۹) ابواب پر مشتمل ہے۔ مشمولات تمام تر زبانی روایات پر مبنی ہیں۔ صرف ایک موقع پر "تذکرۃ الاولیاء" نامی کتاب کا حوالہ آیا ہے۔ (۱۲۰۔ب) اس سے غالباً وہی تذکرۃ الاولیاء مراد ہے، جو حضرت شیخ فریدالدین عطار علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب ہے۔

◉

یہ نہایت اہم، نادر اور ہم عصر ماخذ اب تک حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاء علیہ الرحمۃ کے تمام تذکرہ نگاروں کی نظر سے اوجھل رہا ہے۔ سب سے پہلے راقم الحروف نے حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی کی مترجمہ فوائدالفواد کے مبسوط مقدمے میں اس کتاب کے مشمولات سے بھرپور استفادہ کیا تھا۔ (۱۹۸۹ء) اِس کا صرف ایک اقتباس "شمائل الاتقیاء" تالیف رکن الدّین دبیر کاشانی میں ملتا ہے۔

قوام العقائد کا خطی نسخہ جس پر فارسی متن مبنی ہے اور جس کا ترجمہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے کتاب خانہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد میں محفوظ ہے، دوسرا کوئی مخطوطہ معلوم نہیں۔ اس اعتبار سے بھی یہ متن بہت قیمتی ہو جاتا ہے۔ ہم نے ممکن حد تک متن کی تصحیح کر دی ہے۔ بعض مقامات پر مختصر حواشی

بھی لکھ دیے ہیں تاکہ سیاق وسباق کو سمجھنے میں معاون ہوں۔

فارسی متن کا شائع ہونا تو اِس لیے ضروری تھا کہ محفوظ ہو جائے، ورنہ کسی کتاب کے ایک ہی قلمی نسخے کو ناپید ہونے میں دیر کیا لگتی ہے!

لیکن اب فارسی زبان کا ذوق اور رواج ہمارے اہلِ علم میں بھی بہت کم ہو گیا ہے۔ اس لیے کتاب کا اُردو ترجمہ کیا گیا، تاکہ اِس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے استفادہ آسان ہو جائے۔

اردو ترجمہ کی اشاعت کے لیے عزیز گرامی ڈاکٹر شعائر اللہ خاں (رام پور) نے ماہنامہ ضیاء وجیہ کے ذریعہ دستِ تعاون بڑھایا اور اُسے کم وقت میں نفاست کے ساتھ شائع کیا۔ اس لیے میں ان کا شکرگذار ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اُنھیں دین و دنیا کی ہر نعمت سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیْمِ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الکَرِیْمِ ٥

نثار احمد فاروقی

نثار احمد فاروقی

(دہلی یونیورسٹی۔ دہلی ۷)

ہفتہ ۲۹ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ

۹ جولائی ۱۹۹۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

بے حد حمد اُس خدائے بزرگ و برتر ہی کے لیے ہے جس نے اولیاء کے ظاہری و باطنی اُمور کو اپنے خصوصی تعلق کے واسطے سے نظام بخشا اور بے حساب شکر اُس بادشاہِ مطلق کے لیے جس کے سب نام پاکیزہ ہیں، جس نے پاک باطن بندوں کے دل میں ایسا نور رکھ دیا کہ اُس کے سامنے آفتاب ایک ذرہ دکھائی دیتا ہے۔ اُس نے ہر محبت کرنے والے کی باطنی آنکھ کو وہ بصارت دی ہے کہ اُنھیں لوحِ محفوظ کے اسرار نظر آتے ہیں۔ سالکانِ (طریقت) مُلک و مَلکوت اور اَسرار، ارواح کا کشف، مِن لَدُنّی علم، تجلیٔ انوار، مقامِ طیر و سیر، اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کر دینا، کمالِ قوت اور مقامات مردانِ راہ کی کرامات۔ ان سب میں گفتگو کرتے تھے اور اہلِ مجلس اِن مقاماتِ (درویشی) کے ہر مقدمہ میں سوالات کرتے تھے۔ میرے دادا بزرگوار اُس مقام سے مناسبت رکھنے والی کوئی حکایت قطب العالم نظام الحق والدینؒ کی عظمت کی بیان کیا کرتے تھے۔ جب اہلِ مجلس دادا صاحب کے اِفادات سے بہرہ اندوز ہوئے اور اِن سے احباب کے دلوں کو راحت ملی اور یقین حاصل ہوا تو اِس ضعیف نے سعادت کی تلقین کے لیے دادا صاحب کی خدمتِ با برکت میں عرض کیا کہ اِس ضعیف کو باطنی کشش اِس طرف آمادہ کر رہی ہے کہ اِن حکایات کے موتیوں اور قطبِ عالم کی کرامات کے جواہر کو، جو دادا صاحب سے سُنے گئے ہیں، ایک تحریر کی لڑی میں پرو لیا جائے تاکہ دُنیا والوں پر روشن ہو جائے کہ آسمانِ کرامت کے اُس آفتاب کی نظر برسوں جدِ بزرگوار پر رہی ہے اور اُن سے ظاہر و باطن کی تربیت حاصل کی ہے۔ ہر حکایت جو (دادا صاحب کی) زبانِ مبارک سے روایت ہوئی تھی علماء و ائمّہ کے نزدیک معتبر ہے اور اصحابِ سلوک بھی اُس کی تصدیق و اقرار کرتے ہیں۔ اگر دادا صاحب اِس تالیف کی اجازت مرحمت فرما دیں تو یہ ضعیف بھی ہمیشہ کے لیے سعادت یافتہ بن جائے، اور خلقِ خدا کو بھی اِس کے مطالعہ سے مزید یقین اور سعادتِ دین حاصل ہو۔ دوسرے اہلِ مجلس نے بھی اِس ضعیف کی رائے سے اتّفاق کیا اور دادا صاحب کی خدمت میں التجا کی۔

دادا صاحب نے فرمایا کہ سب ساتھیوں کو یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ اُس قطبِ عالم (حضرت

نظام الدّین اولیاؒ) کی عظمت وجلالت کی شہرت دُنیامیں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے اور شیخ الاسلام کے کشف وکرامات کا ذکر آفاق میں ہر طرف چھایا ہوا ہے۔ جو کچھ دیکھا اور سُنا گیا ہے اُس کا سوّاں حصّہ (۱/۱۰۰) بھی اتنا ہے کہ اُس کو تحریر کرنے سے قلم اور بیان کرنے سے زبان عاجز رہ جائے۔ البتہ نئے عقید تمندوں کی دلچسپی کے لیے حضرت کی کچھ حکایتیں اور کرامتیں بیان کی جاتی ہیں۔

غرض کہ درخواست کرنے والے اِس امیدوار نے دادا صاحب بزرگوار کی خوشنودی اور اُن سے مدد طلب کرکے اِن حکایات کا لکھنا اور اُن مقامات کا جمع کرنا اپنے اوپر فرض عین اور عینِ فرض قرار دے لیا۔ چونکہ اِس تالیف میں شیخ الاسلام کی ولادت کی کیفیت اور اُسی زمانے میں آپ کی سعادت کی نشانیوں کا ظاہر ہونا، پھر علم شریعت حاصل کرنے کے بعد شیخ الاسلام فرید الحق والدّینؒ کی خدمت میں پہنچنا اور اُن سے نعمتوں کا اور ولایت کا پانا پھر اُمراء، خانان، ملوک، درویشوں اور اہل سلوک کے لیے حضرت شیخ (نظام الدّین اولیاؒ) کی بخششوں کا ذکر، نہایت عالم وفاضل علمائے شہر کے قاضیوں، درس وفتویٰ والے علماء کا آپ کی پیروی کرنا، مشائخ کبار اور ہر علاقے کے صاحبانِ سجّادہ کا (بیعت کی) التجا کرنا، ہر مذہب کے جاننے والوں کا اقرار کرنا اور اہلِ انکار کا مغلوب ہونا، (خرقہ ارادت وغیرہ کا بیان بہت سے لطیف نکتوں اور فائدوں کے ساتھ اس میں مذکور ہے جس سے) پڑھنے والوں کے اعتقاد میں پختگی اور دل میں رسوخ پیدا کرنا مقصود تھا اس لیے (اس تالیف کا) نام قِوام العقائد رکھا اور اسے (۹) ابواب میں مرتّب کیا۔ امّید ہے کہ اس مجموعہ کو پڑھنے سے خاص وعام کے دل میں اُمورِ دینی کا جذبہ اور کشش پیدا ہوگی اور اس کتاب کو سننے سے ناسمجھ لوگوں کے دل سے انکار کا زنگ چھوٹ جائے گا۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ

12833

پہلا باب

(ا)

شیخ الاسلام کی ولادت کی کیفیت اور اُسی زمانے میں علاماتِ سعادت کا ظہور، پھر شیخ الاسلام فریدالحق والدّین رح سے بیعت کرنا، اُس شیخِ راستیں سے نعمتیں اور ولایت پانا، انوارِ حقیقت کا پھیلانے والا، معدنِ کرامات، منبعِ مکاشفات، یقین کے ہار کا دُرِّ فرید جو مِلکُ الفُقَراء والمسَاکین کے خطاب سے مخاطَب ہے۔

شیخِ اُمَم قطبِ حقیقت نظام — خضر و مسیح از دَمِ یحیی العظام
نَعبُدُ اِیّاکَ طرازِ عَلَم — فاخلَع نَعلیکَ مَقامِ قدم
چون دمِ الہام زدہ کامِ اُو — نائبِ وحی آمدہ الہامِ اُو

ترجمہ: سب اُمّتوں کے شیخ (دنیا کے) حقیقت کے نظام جو اپنے (مُردہ) ہڈّیوں کو زندہ کر دینے والے نفَس سے خضر و مسیح (کا مرتبہ رکھتے) ہیں۔ جن کے جھنڈے کی نشانی اِیّاکَ نَعبُدُ ہے اور جن کے قدموں کا مقام فاخلَع نَعلیکَ۔ چوں کہ اُن کے دہن سے الہامی باتیں نکلتی ہیں، اُن کا الہام بھی وحی کا قائم مقام ہے۔

قوام العقائد

وہ نبی جیسی خصلتوں والا جس نے کمالِ عظمت سے "شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی اُمّت میں" کے مقام تک ترقی کی ہے۔ وہ عیسیٰ نفس جس کے مبارک انفاس "شیخ اللہ کے حکم سے زندہ کرسکتا ہے اور مار سکتا ہے" کے درجے تک پہنچے ہیں، دُنیا کی شش جہات اور ساتوں اقلیموں میں جس کا کشف اور کرامات پوشیدہ نہیں رہی ہیں۔ اُس کا باطنِ مبارک لوحِ محفوظ کے اسرار کو پڑھتا ہے۔ بڑے بڑے علماء اور نامور ائمہ اُس کی خانقاہِ ثقلین پناہ کی چوکھٹ کو چوم کر بلند مرتبے تک پہنچے ہیں۔ کرامت شعار اولیاء اور مشائخ کو اُس کی قدم بوسی کی سعادت سے باوقار منزلت حاصل ہوئی ہے۔ کاش یہ سب کو برابر ملتی رہے۔

حضرتِ ربّ العالمین کی حمد و ثنا اور سیّد المرسلین کی نعت نیز قطبُ المقربّین کو دعا لکھنے کے بعد مسلمانوں کے بادشاہ کو دعا دینا واجب ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ سکندر اقتدار، سلیمان آثار ہمارے عہد کے بادشاہ یعنی سلطانِ زمان قہرمانِ آوان حامیِ اسلام ومسلمین علاء الدُّنیا والدّین، مراسم سلطنت کو زندہ کرنے والے شرائطِ مملکت کی نگہداری کرنے والے ممالکِ دنیا کے پاسبان، مظہرِ الٰہی، خدا کی خاص عنایات سے مخصوص ابوالمظفر بہمن شاہ سلطان۔

شاہے کہ بر عہدِ اُو قوی شد اسلام ❁ آسود ز رافت و ز احسانش انام

ارکانِ شریعت از وُجودش محکم ❁ بنیادِ جہانِ عدل زُو یافت قوام

ترجمہ: ایسا بادشاہ جس کے عہد میں اسلام مضبوط ہوا، جس کی شفقت اور احسان کی بدولت لوگ آسودہ ہوئے جس کے وجود سے ارکانِ شریعت مضبوط ہیں اور دنیائے عدل وانصاف کی بنیادیں جس سے اُستوار ہوئی ہیں۔

اللہ اُسے عدل واحسان اور رحمت وامتنان میں شریعت کی ڈگر اور مشائخ طریقت کی پیروی میں بہت برسوں تک، بے پایاں زمانے تک باقی رکھے۔ آمین رَبّ العالمین

اضعفُ العِباد محمد جمال قوام نبیرۂ شمس العارفینؒ دنیا والوں کے روشن ضمیر اور اہل جہان کے خاطرِ خطیر پر روشن کرتا ہے کہ یکم محرم ۸۵۵ھ کو بعض دوستوں اور سالکانِ راہِ دین کے خوش عقیدہ احباب نیز سچے یقین کی طلب کرنے والے اِس ضعیف کے داداصاحب یعنی مشائخ کبار کی اولاد، صلحاء و ابرار کے پیشوا کریم الطرفین، حاجیِ حرمین مقبولِ اقطاب، منظورِ محققین، قوام المِلّۃ والدّین۔ اللہ اُن کو سلامت رکھے۔ کی محفل میں حاضر تھے، اور مکاشفات میں (گفتگو ہو رہی تھی) اصحاب طریقت اور علمائے حقیقت کے ضمیر کو معلوم رہے کہ جس کسی کو سعادت اور (روحانی) دولت دی گئی ہے وہ

روزِ ازل سے ہی مسعود ہے بلکہ رحمِ مادر میں بھی۔ اور حدیث اَلسَّعِیْدُ مَنْ سُعِدَ فِی بَطْنِ اُمِّہٖ (نیک بخت وہ ہے جو بطنِ مادر ہی میں سعید بنا دیا گیا۔) اِس پر گواہ ہے۔ خدمتِ شیخ الاسلامؒ (بھی) یہ دولت وسعادت مادر زاد رکھتے تھے۔ چنانچہ معتبر دینداروں سے سنا گیا ہے کہ خدمتِ شیخ کی والدہ نہایت باصلاحیت اور باعفت اپنے وقت کی زاہدہ تھیں، اور اللہ کے حضور میں رسوخ رکھتی تھیں، اُس زمانے میں جب خدمتِ شیخ بطن مادر میں تھے اور ولادت کا زمانہ قریب تھا، خدمتِ شیخ کے والدِ بزرگوار کو کوئی بیماری لاحق ہوئی۔ اُس سیّدہ (مادرِ حضرت شیخ) کے باطن میں القار کیا گیا کہ یہ بیٹا جو تمھارے بطن میں ہے، بزرگانِ دین اور صاحبانِ نعمت و ولایت میں سے ایک ہے، اور ایسا ہوگا کہ (اللہ کی) نشانیوں کے معتقد اُس کی پیروی کریں گے، اور کئی ہزار بزرگانِ خدا اُس کی برکت سے اللہ کے قریب پہنچیں گے۔ اب اختیار تمھارے ہاتھ ہے، اگر اِس بچّے کے باپ کی زندگی چاہتی ہو تو بیٹے سے ہاتھ اُٹھالو، اور اگر یہ بیٹا مطلوب ہو تو اُس کے باپ کی صحت یابی کے لیے دُعا کرنا چھوڑ دو۔

اُس سیّدہ نے اُسی وقت مناجات کی کہ "اے خداوند چونکہ اِس بیٹے کی سعادت کے درجات تو نے مجھے دکھا دیے ہیں، تیرے جلال کی قسم کہ میں تیری بارگاہ سے اِس فرزند ہی کو چاہتی ہوں۔"

جب دن نکلا تو خدمتِ شیخ کے والد بزرگوار رحمتِ حق سے جا ملے، اور چند روز کے بعد مبارک وقت اور مسعود ساعت میں شیخ نے اپنی تشریف آوری سے اِس دُنیا کو مشرّف فرمایا۔ جب اس پر چند برس بیت گئے تو قرآن شریف ناظرہ پڑھنے کے بعد آپ علمِ شریعت کی تحصیل میں مشغول ہوئے اور اُسی زمانے میں صحرا کی طرف بھی چلے جایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک رات حضرتِ رسالت علیہ السّلام کو خواب میں دیکھا کہ حضور نے اپنا سینہ مبارک شیخ کے سینے سے مَس کیا اور فرمایا "اس سینے سے فقر کی بُو آتی ہے۔" کچھ دنوں بعد حضرتِ رسالت علیہ السّلام کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: اَلسَّلامُ علیکَ یَا مَلِکَ الفُقَرَاءِ وَالمَسَاکِین (اے فقیروں اور مسکینوں کے بادشاہ تم پر سلام ہو۔)

حکایت (۱) خدمتِ شیخ کے مُصلّی دار خواجہ ابوبکرؒ نے کہا: بداؤں میں ایک پردیسی کا انتقال ہوا، ایک شخص نے اُس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اور اُس کا جنازہ لے کر اُس مسجد کے سامنے آئے جس میں خدمتِ شیخ پڑھتے تھے۔ شیخ کے اُستاد نے کہا: "بابا محمّد جاؤ تم امامت کرو۔" خدمتِ شیخ آئے، امامت کی۔ جس شخص نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا تھا اُس نے رات کو اُس پردیسی کو خواب میں دیکھا کہ بہشت میں بُراق پر سوار ہو کر سیر کر رہا ہے۔ پوچھا

"کہ تمھیں یہ رتبہ کیسے ملا"؟ اُس نے کہا کہ اُس شخص کی برکت سے جس نے میرے جنازے کی نماز پڑھائی تھی مجھے اور اس جماعت میں حاضر ہونے والے سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا۔

جب دن نکلا تو یہ خواب دیکھنے والا آیا اور خدمتِ شیخ کے اُستاد سے یہ خواب بیان کیا۔ جب اُستاد نے یہ سنا تو خدمتِ شیخ کی طرف دیکھا اور کہا: "بابا محمدؐ کل کی سعادت سے ہم محروم رہ گئے"!

حکایت (۲) ایک دن خدمتِ شیخ نے اپنی والدہ کے قدموں میں سر رکھ کر فرمایا کہ یہاں (بداؤں میں) تحصیلِ علم جتنی ہو سکتی تھی ہو گئی اب مجھے اجازت دیجیے کہ دہلی جا کر علم حاصل کرنے میں مشغول ہو جاؤں۔ خدمتِ شیخ کی والدہ مرحومہ نے۔ اللہ اُن کی قبر کو پاکیزہ رکھے۔ فرمایا: "جب تم چلے جاؤ گے تو میں یہاں کیا کروں گی؟" خدمتِ شیخ اپنی والدہ کے ساتھ دہلی میں آ گئے اور اُس زمانے کے اُستادوں سے تحصیلِ علم کرنے میں بہت کوشش کی یہاں تک کہ سیکھنے کے مقام سے نکل کر سکھانے کے درجے میں آ گئے اور تمام علوم کے اُصول اور اُن کی شاخوں میں مستند اور معتبر سمجھے جانے لگے۔ اُسی زمانے سے وصولِ حق اور شیخِ کامل کی طلب آپ کے مبارک دل میں جمی ہوئی تھی۔

حکایت (۳) ایک دن ایک شخص دروازے پر آیا اور آواز دی: "مولانا نظام الدینؒ مولانا نظام الدینؒ" یہ کہہ کر چلا گیا۔ خدمتِ شیخ نے اپنے دل میں سوچا کہ نظام لقب کا کوئی شخص اِس گھر میں نہیں ہے تو یہ شخص کسے پکار رہا ہے؟ دوبارہ وہ پھر آیا اور صدا لگائی: "مولانا نظام الدین! مولانا نظام الدینؒ"! تیسری بار پھر آیا پھر اِسی لقب سے آواز دی۔ خدمتِ شیخ دروازے پر آئے تو کسی کو نہ پایا۔ اِسی سوچ میں رہے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ حتیٰ کہ دوسرے دن گھر سے باہر نکلے اور کسی مزار کی زیارت کرنے کی نیّت سے چلے۔ جو بھی راہ میں ملتا تھا وہ اِسی لقب سے پکار کر سلام کرتا تھا۔ اب آپ نے سمجھ لیا کہ یہ لقب من جانبِ حق ہے۔ پھر آپ مخلوق میں اِسی لقب سے مشہور ہو گئے۔

ایک دن آپ نے والدہ کی خدمت میں گذارش کی کہ اجودھن میں ایک بزرگ ہیں اُنھیں شیخ فریدالدینؒ کہتے ہیں، مجھے اجازت دیجیے کہ اُن کی خدمت میں جاؤں"۔ خدمتِ والدہ نے اجازت دے دی اور فرمایا "تمھیں خدا کے سپرد کیا"۔ خدمتِ شیخ اُن سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے اور قطبُ العالم فریدالحق والدّینؒ کی خدمت میں پہنچے اور اُن کی قدمبوسی حاصل کی۔ خدمتِ شیخ الاسلام فریدالحق والدّینؒ نے پہلی ہی مجلس میں خدمتِ شیخ کو نوازا اور بہت مرحمت و شفقت کا برتاؤ خصوصیّت اور محبّت کے طریق پر کیا۔ خدمتِ شیخ بھی پہلی ہی ملاقات میں فریفتہ ہو گئے اور پکا

ارادہ کرلیا کہ شیخ کے خدمت گاروں کی صف میں شامل ہو جاؤں، یہ بات دوسری جگہ کم ملے گی۔

جب رات ہوئی شیخ الاسلام فرید الحق والدینؒ نے چارپائی اور رات کو پہننے کے لیے لباس جماعت خانے میں بھیجا اور شیخ بدر الدین اسحٰقؒ سے فرمایا: "جاؤ مولانا نظام الدینؒ سے کہو، ہم یہ بات پسند نہیں کرتے کہ تم زمین پر لیٹو۔ اِس چارپائی پر آرام کرو۔"

مولانا بدر الدینؒ آئے اور خدمتِ شیخ فرید الدینؒ کا فرمان پہنچایا۔ اور کہا: "تمھیں شیخ کے فرمان کو بجالانا چاہیئے"، پھر ہاتھ پکڑ کر اُنھیں چارپائی پر بٹھا دیا، اور واپس چلے گئے۔ جب دوسرا دن ہوا خدمتِ شیخِ کبیرؒ نے خدمتِ شیخ کو حلق کرنے (سر کے بال منڈوانے) کا حکم دیا اور بیعت کی خلعت اور حقیقی خرقے سے مخصوص فرمایا اور کچھ زمانے کے بعد اپنی خلافت سے مشرّف کیا اور فرمایا: "آج ہم نے ایک ایسا پودا لگایا ہے جس کے سائے میں دنیا والے آرام پائیں گے۔" پھر ایک وقت فرمایا: "نظام ہم نے خدا سے یہ چاہا ہے کہ جو کچھ تم خدا سے مانگو وہ تمھیں ملے۔" پھر ایک اور وقت ارشاد ہوا: "نظام۔ اللہ تمھیں آسودہ رکھے"۔ ایک وقت یوں فرمایا: "نظام (تمھیں) دین اور دنیا تو دے دی گئی ہے قبولیّت ابھی رہ گئی ہے"۔ چند روز کے بعد فرمایا "نظام (تمھیں) قبولیت بھی بخش دی گئی۔" اور فرمایا: "مولانا نظام الدینؒ ہم نے تمھیں خدا تک پہنچا دیا اور صاحبِ سجّادہ بنا دیا اور (پورا) ملکِ ہندوستان تمھیں دے دیا جاؤ سارا جہاں لے لو اے جہاں گیر!" زہے بخشش اور زہے بخشش کرنے والا، جس نے مرید کو ایک ہی نظر میں دونوں جہاں کی مرادِ دل تک پہنچا دیا۔

اِس کے بعد شیخ الاسلام فرید الدینؒ نے اُنھیں وداع کیا، یہ دہلی میں آکر ایک گوشے میں مشغول ہو گئے۔ چند روز کے بعد اُن کی والدہ ماجدہؒ رحمتِ حق سے واصل ہوئیں۔ اب تنہا رہ گئے اور کوئی علاقہ باقی نہ رہا مکمّل طور پر یادِ حق میں مشغول ہو گئے اور مجاہدہ و ریاضت کی راہ طے کرنے میں سختیاں جھیلتے رہے۔ چنانچہ تین تین چار چار وقت کے فاقے ہو جاتے تھے اور یہ صرف پانی سے روزہ افطار کیا کرتے تھے، ہمیشہ روزے سے رہتے تھے۔

حکایت (۴)

ایک بار (مسلسل) تین دن تک خدمتِ شیخ کو افطار کا سامان میسّر نہ ہوا۔ کسی شخص کے گھر میں نیاز تھی اُس نے اپنے دوستوں اور آشنا لوگوں کو بلایا جب سب جمع ہو گئے تو میزبان نے ایک آواز سنی کہ "ہمارے نظام کو بلاؤ"۔ یہ شخص حیران ہوا کہ یہ بات کس نے کہی؟ باہر آیا، ڈھونڈھا، مگر نظام نام کے جتنے جاننے والے تھے سب کو موجود پایا۔ پھر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ دوسری بار پھر سنا کہ "ہمارے نظام کو بلاؤ"، اُس نے اپنے بیٹے سے کہا اگر نظام

نام کا کوئی شخص رہ گیا ہو تو سوچو اور اُس کو بلاؤ۔ بیٹا بھی باہر آیا، لوگوں کے مجمع پر نظر دوڑائی جس جس کا نام بھی نظام تھا سب کو وہاں حاضر پایا۔ پھر وہ دعوت کا انتظام کرنے میں لگ گیا تیسری بار پھر میزبان کو سُنتو ایا گیا کہ "ہمارے نظام کو بلاؤ"۔ اُس وقت مجمع میں ایک بزرگ تھے۔ میزبان نے یہ ماجرا اُن سے بیان کیا کہ اب تیسری بار ایسی آواز سن رہا ہوں۔ آپ اِس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ اِس بزرگ نے کہا: "فلاں سرائے میں ایک درویش (عبادت) میں مشغول رہتا ہے، اب اگر نظام لقب ہو سکتا ہے تو اُسی کا ہو سکتا ہے"۔ انھوں نے سوچا کہ وہ سرائے اِس جگہ سے دور ہے، اور بارش ہو رہی ہے، نماز کا وقت نکلا جارہا ہے، اتنی فرصت نہیں کہ اُس بزرگ کو یہاں طلب کریں، سب نے اِس پر اتفاق کیا کہ کسی سمجھدار آدمی کے ہاتھ اُسی جگہ کھانا بھجوا دیا جائے تاکہ وہ اُن کی خدمت میں کھانا پہنچا دے، اور معذرت کرے، ایسا ہی کیا گیا۔ جب یہ شخص دروازے پر پہنچا اُس وقت خدمتِ شیخ اپنا لباس بارش کے پانی سے دھو کر پاک کر رہے تھے اُسے اندر طلب کر لیا۔ اُس شخص نے کھانا سامنے رکھا اور میزبان کی جانب سے معذرت کی، پھر واپس ہو گیا۔

اِس کے بعد ایک دن خدمتِ شیخ کی خاطرِ مبارک میں گذرا کہ اگر مشغولی کے لیے کہیں دریا کے کنارے کوئی گوشۂ خلوت ہوتا تو بہت اچھا ہوتا، ایک دن وقت اچھا تھا آپ مناجات کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے "یا اللہ میں چاہتا ہوں کہ اِس شہر سے چلا جاؤں مگر اپنی پسند کی کوئی جگہ نہیں چاہتا، جہاں تیری مرضی ہو وہاں رہوں گا"۔ اِسی دوران میں ایک آواز سنی: "غیاث پور"۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا "میں نے کبھی غیاث پور نہیں دیکھا تھا اور یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ غیاث پور کہاں ہے؟ جب آواز سنی تو ایک دوست کے پاس گیا۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ غیاث پور میں ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا "یہ وہی غیاث پور ہے" الغرض میں غیاث پور میں آ گیا۔ اُس وقت یہ جگہ اتنی آباد نہیں تھی، ایک گمنام سی جگہ تھی اور بہت تھوڑی آبادی تھی۔ یہاں آ کر سکونت اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ کیقباد کیلوکھڑی میں آ کر رہنے لگا اور اُس زمانے میں یہاں خلق کا ہجوم ہو گیا۔ ملوک و امراء وغیرہ سب کا آنا جانا خوب ہونے لگا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: "اِس جگہ سے بھی چلے جانا چاہئے"، اِسی خیال میں تھا کہ ایک بزرگ میرے شناسا تھے اُن کی شہر میں وفات ہو گئی۔ میں نے اپنے دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ کل کو اُن کا سوم ہو گا میں زیارت کے لیے جاؤں گا اور پھر وہیں شہر میں رہنے لگوں گا۔ یہ ارادہ پختہ کر لیا۔ اُسی دن عصر کی نماز کے وقت ایک خوب رُو مگر دُبلا پتلا جوان آیا۔ اللہ جانے مردانِ غیب میں سے تھا یا کون تھا؟ غرض جب وہ آیا تو پہلی بات جو اُس نے مجھ سے کہی یہ تھی: "آں روز کہ مہ شدی نمی دانستی..." (کیا جس دن تم چاند بنے تھے یہ نہیں

جانتے تھے....)

اِس کے بعد یہ بات کہی کہ اوّل تو کسی کو مشہور نہیں ہونا چاہیئے اور جب کوئی مشہور ہو ہی گیا تو چاہیئے کہ ایسے رہے جو کل قیامت کے دن رسول علیہ السلام کے سامنے شرمندہ ہونا نہ پڑے" پھر یہ بات کہی کہ " یہ خود کون سی ہمت اور کیا حوصلہ ہے کہ خلق سے گوشہ گیر ہو کر حق سے مشغول ہو جائیں"۔

خدمتِ شیخ نے فرمایا کہ جب اُس نے یہ باتیں ختم کیں تو میں تھوڑا سا کھانا لے کر آیا مگر اُس نے نہیں کھایا۔ میں نے اُسی وقت نیت کی کہ اِسی جگہ رہوں گا۔ جب یہ نیت (دل میں) کر لی تو اُس نے تھوڑا سا کھانا کھایا اور چلا گیا۔ پھر میں نے اُس کو کبھی نہیں دیکھا۔

خدمتِ شیخ نے جب جان لیا کہ یہ (اشارہ) حق کی طرف سے تھا تو پھر غیاث پور ہی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ لوگوں کا ہجوم رہنے لگا چنانچہ علماء، فقراء، مشائخ، اہلِ سلوک، سلاطین، اُمراء و ملوک اور اُن کے سوا بھی بہت سے حضرتِ شیخ کی بندگی سے وابستہ ہوئے اور مشرق سے مغرب تک سب خدمتِ شیخ کی بزرگی کا اقرار کرنے لگے اور پوری عقیدت سے اُن کے آستانے پر اپنا سر جھکانے لگے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن۔

دوسرا باب
(۲)
خدمتِ شیخ قدّس سرہ العزیز سے علماء اور ائمۂ شہر کا ملنا اور مُرید ہونا

لوگوں کے ضمیر کو معلوم رہے کہ دُنیا والوں سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ خدمتِ شیخ کے مریدوں کی صف میں تمام سالکینِ طریقت اور راہِ مستقیم کے سَروَر منسلک ہوگئے تھے اُن میں سے بعض بزرگوں کو خلعتِ خلافت ملی۔ چنانچہ مولانا بُرہان الدین غریبؒ جو خدمتِ شیخ کے تیسرے مرید تھے اور اُن کی ریاضتوں میں سے ایک یہ ہے کہ (۲۵) سال تک اُنھوں نے نمازِ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی ہے' اور کتنے ہی معتبر اصحاب مثلاً مولانا محمود اودھیؒ' مولانا یوسف کلاکھریؒ وغیرہ اُن کی صحبت میں رہے ہیں جن میں سے ہر ایک ولایت اور خلافت سے مخصوص ہوا اگر ہر ایک کی ملاقات اور بزرگی کا ذکر کیا جائے تو یہ کتاب بہت طویل ہوجائے گی البتہ بعض فاضل اور پرہیزگار علماء' اور درس وفتویٰ والے ائمہ جن میں سے ہر ایک اپنے زمانے کا (قاضی) شُریحؒ اور اپنے عہد کا (ابوحنیفہ) نعمانؒ تھا جو تحقیق اور امتحان اور بہت سے دعوے کرنے کے بعد خدمتِ شیخ کے مرید اور حلقہ بگوش ہوئے اُن کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ اہلِ دانش اور اربابِ تحقیق جان لیں کہ ایسے دینداروں کا معترف ہونا تحقیق اور الہامِ ربانی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

حکایت (۵) مولانا وَجیہ الدّین پابلی رحمۃ اللہ علیہ جو بزرگانِ دین میں سے تھے اور اپنے زمانے کے مجتہد تھے شہر کے اُستادوں میں اُن کے علمِ ظاہر و باطن پر سب کو اتّفاق تھا چنانچہ سارا شہر جانتا ہے کہ وہ مردانِ غیب کے ساتھ ملاقات رکھتے تھے' اور اگر کسی مسئلے میں دشواری پیش آتی تھی تو ساتھیوں سے کہتے تھے "آج مجھے مہلت دیجیے تاکہ میں خواجہ سے دریافت کرلوں" مطلب یہ کہ خواجہ خضر (علیہ السّلام) سے۔ "اور کل اِس کا جواب دوں گا۔"

قوام العقائد

مولانا کی ملاقات کی کیفیت یہ ہے کہ جب مولانا کے سر میں اِس کام (علمِ باطنی) کا سودا سمایا تو اُنھوں نے جان لیا کہ بغیر پیر (کی مدد) کے یہ بیل منڈھے نہیں چڑھ سکتی۔ چونکہ کسی طرح بھی دل کو اطمینان حاصل نہ ہوتا تھا، خدمتِ شیخ کی جانب بھی اُن کا میلان نہیں تھا۔ اِسی سوچ میں رہتے تھے کہ کس سے بیعت کریں؟ یہاں تک کہ ایک بار خواجہ خضر سے اُن کی ملاقات ہوئی۔ اُنھوں نے فرمایا "مولانا، شیخ نظام الدینؒ بہت بڑے بزرگ اور قطبِ زمانہ ہیں۔ آپ اُن سے بیعت کر لیجیے"۔

جب مولانا کو یہ بات خواجہ خضر سے تحقیق ہو گئی تو وہیں سے شیخ کی خدمت میں آئے اور یہ کیفیت عرض کی۔ خرقۂ ارادت سے مشرّف ہوئے۔ اتنی برکت اور ایسا زبردست علم جو مولانا رکھتے تھے اس سبب سے تھا کہ ایک بار مولانا حضرت شیخ کے سامنے بیٹھے تھے اور ہر طرح کی باتیں ہو رہی تھیں، خدمتِ شیخ نے مولانا وجیہ الدینؒ کی طرف رُخ کیا اور فرمایا: "آپ تین سال تک شیخ الاسلام فرید الحق والدینؒ کے روضے میں مشغول رہے ہیں؟" مولانا نے سر جھکا کر عرض کیا: "خدمتِ خواجہ جو فرماتے ہیں درست ہے"۔

خواجہؒ نے فرمایا: "اُس وقت کیا بات مطلوب تھی؟" مولانا نے کہا: "علمِ شریعت کی طلب تھی"۔ ذرا دیر ٹھہر کر خدمتِ شیخ نے فرمایا: "پھر کیا ہوا؟" مولانا نے کہا: "ایک دن چاشت کے وقت شیخ کی تُربت کے پائین میں مراقبہ کر رہا تھا میں نے سجدے میں سَر رکھا، اُونگھ آ گئی اُس وقت دیکھا کہ شیخ کی تربتِ مبارک میں شگاف ہوا اور شیخ تُربت سے باہر نکل آئے، اپنے پاؤں سے مجھے ٹھوکا دیا اور کہا "اے ابو حنیفہ پایلی اُٹھو"۔ میں جاگ گیا اور دیکھا کہ ہر طرف سے سوال و جواب اور اُن کی تحقیق میرے دل میں موجیں مار رہی ہے"۔ خدمت خواجہ اور جو لوگ حاضر تھے سب رونے لگے اور بہت اچھا وقت گذرا۔ الحمدُ للہِ علیٰ ھٰذا۔

حکایت (۶)

مولانا بدر الدّین نولکھاؒ نے لکھا ہے کہ مولانا وجیہ الدّین پایلیؒ نے بیان کیا کہ میں دریا کی جانب بیٹھا تھا، ایک دن زیارت کے لیے باہر نکلا دیکھا کہ اُن میں ایک حال ظاہر ہوا۔ میرے دل میں (کسی مسئلے کا) انکار پیدا ہوا۔ میں نے چاہا کہ اس سے بچ جاؤں، اُنھوں نے کہا: "آئیے مولانا، کیا کوئی مشکل درپیش ہے؟ پوچھیے"۔ میرے دل میں ہر علم سے تعلق رکھنے والے بعض شبہات گذر رہے تھے چنانچہ ہدایہ، بزدوی، علم کلام، فلسفہ وغیرہ میں ہر ایک مسئلہ بیان کرتا رہا اور وہ اس کا سیدھا اور لطیف جواب دیتے رہے یہاں تک کہ میرا دل مطمئن ہو گیا۔ حتیٰ کہ میں نے قضاء وقدر کے مسئلے کو بھی پوچھ لیا۔ اُنھوں نے تسلّی بخش جواب بیان کیا، اِن باتوں کے خاتمے پر فرمایا "مولانا آپ کو

بیعت کس سے ہے؟" میں نے کہا:

"شیخ الاسلام مولانا نظام الدینؒ سے" کہا "بہت اچھا"۔ پھر فرمایا:

"مولانا شیخ الاسلام نظام الدینؒ بہت بڑے بزرگ ہیں اور آج وہی قطب وقت ہیں!"

حکایت (۷) مولانا بدر الدین نولکھاؒ نے کہا: "میں نے مولانا وجیہ الدین پایلیؒ سے سنا ہے فرماتے تھے ایک بار مجھے دق کا مرض ہو گیا طبیبوں نے کہا کہ کسی باغ میں جا کر رہنا چاہیئے یا کسی دریا کے کنارے ———— میں نے کہا: باغ میں رہنا تو دشوار ہے، مگر خدمت شیخ کا گھر دریا کے کنارے ہے، وہاں رہ سکتا ہوں۔ طبیبوں نے جو دوائیں تجویز کی تھیں وہ سب جمع کر کے میں نے غیاث پور کا قصد کیا۔ جب شیخ قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں پہنچا تو شیخ افطار کر چکے تھے۔ جاڑوں کے دن تھے۔ کوئی شخص خدمت شیخ کے لیے کچھ دوائیں تیار کر کے لایا تھا، وہ دوائیں بہت گرم تھیں آپ اُنھیں تناول فرما رہے تھے مجھ سے فرمایا "بسم اللہ۔ شروع ہو جائیے" حالانکہ مجھے دق کا مرض تھا اور وہ مرکّب سخت گرم اور مجھے بہت ناموافق۔ مگر خواجہ کے حکم کی تعمیل میں کھانا شروع کر دیا۔ خدمت خواجہ تاکید فرماتے رہے کہ "مولانا اور کھاؤ" میں نے بھی کچھ زیادہ ہی کھا لیا۔ جب خدمت خواجہ کے سامنے سے اُٹھا بیماری کم ہونی شروع ہوئی یہاں تک کہ اللہ کے فضل سے اور شیخ کی برکت سے پھر دَوا کی ضرورت پیش نہ آئی اور کامل صحت ہو گئی۔ میری دوا وہی مرکّب تھی۔

حکایت (۸) مولانا حُسام الدین ملتانیؒ جو صاحبانِ نعمت میں سے اور بہت علم و برکت والے تھے زہد اور پرہیز گاری میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے شہر کے علماء اور مشائخ مولانا کی بزرگی کے معترف اور معتقد تھے اور ان بزرگوں میں ہر ایک شہر کا صاحب سجّادہ تھا ہر ایک کوشش کرتا تھا کہ مولانا کو اپنی طرف کھینچ لے مگر مولانا کا میلان کسی طرف نہ تھا خدمت شیخ کی جانب بھی نہ تھا۔ اِسی سوچ میں پڑے ہوئے تھے کہ کیا کریں اور کس کے مرید ہوں۔ کیونکہ اِس راہ میں ایک شیخ تو ضرور چاہیئے۔ مولانا حُسام الدینؒ کو مولانا جمال الدینؒ سے صحبت تھی اور مولانا جمال الدینؒ شیخ کے خادموں میں سے تھے اُنھیں کشفِ ارواح (کاملہ) حاصل ہو گیا تھا۔ اُس عہد کے بزرگ مولانا جمال الدینؒ کے معترف اور معتقد تھے۔ مولانا مذکور ازراہِ شفقت و محبّت مولانا حُسام الدین کو شیخ کی جانب ترغیب دلاتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک رات کو مولانا حُسام الدین مراقبے میں مشغول تھے اُنھوں نے خود کو شیخ کی مجلس میں دیکھا، اُنھیں کسی (علمی) مسئلے میں کچھ شبہ رہ گیا تھا جو شہر میں کسی سے حل نہ ہوتا تھا اور یہ اُس مسئلے کو حل کرنے کے لیے سفر اختیار کرنے کی سوچ رہے تھے۔ خدمت شیخ نے گفتگو میں اُسی مسئلے کی تحقیق بیان کرنا شروع کر دی مولانا بھی گفتگو میں شریک ہو گئے۔ خدمت شیخ نے اُس مسئلے کو اِس طرح بیان کیا کہ

مولانا کو پوری تسلّی ہوگئی۔ مسئلہ حل کرنے کے بعد فرمایا "مولانا آگے آیئے"۔

جب مولانا آگے بڑھے خدمتِ شیخ نے اپنے سر سے دستار اُتاری اور مولانا کے سر پر باندھ دی۔ پھر انھیں مبارکباد دی۔ اب مولانا ہوش میں آگئے۔ شیخ نے جو مسئلہ (خواب میں) بیان کیا تھا اُس کے ذوق سے متحیّر و حیران رہ گئے تھے۔ صبح کو آکر یہ قصّہ مولانا جمال الدّینؒ سے بیان کیا۔ مولانا جمال الدینؒ نے فرمایا" اے حُسام، کیا میں نے تم سے بار بار یہ نہیں کہا کہ کسی وقت جاکر شیخ سے ملاقات کرنی چاہیئے۔ اب اگر یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد بھی تم محروم رہو تو بڑے افسوس کی بات ہے' اب شیخ سے ملاقات کرلینی چاہیئے۔' اس میں کوتاہی نہ کرو۔"

مولانا حُسام الدّین نے کہا: "ملاقات کروں گا مگر اس شرط کے ساتھ کہ جس طرح خدمتِ شیخ نے خواب میں وہ مسئلہ حل کیا ہے، گفتگو میں بھی وہی باتیں فرمائیں اور اپنی دستارِ مبارک میرے سر پر رکھیں اور اُن ہی لفظوں میں مبارکباد دیں تو میں بھی اُسی مجلس میں شیخ کے غلاموں میں داخل ہوجاؤں گا اور حلق کرالوں گا۔"

مولانا جمال الدّینؒ نے فرمایا: "مجھے اُمید ہے کہ ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا"۔ اس کے بعد یہ دونوں بزرگ شیخ کی خدمت میں آئے اور دہلیز پر بیٹھ گئے۔ مولانا جمال الدّینؒ نے خادم سے کہا کہ خدمتِ شیخ کو اطّلاع کردو کہ فلاں شخص کے ساتھ مولانا حُسام الدّین ملتانیؒ آئے ہیں"۔ خادم نے جاکر اطلاع دی۔ خدمتِ شیخ مسکرائے اور فرمایا: "اُنھیں اندر بلالو، اچھے آئے ہیں"۔ خادم دونوں کو اندر لے گیا شیخ کے سامنے اُنھوں نے زمین کو بوسہ دیا اور کھڑے رہے۔ فرمان ہوا "بیٹھ جایئے"۔ خدمتِ شیخ مولانا سے باتیں کرنے لگے۔ چوں کہ مولانا کو کسی مسئلے میں شبہ تھا خدمتِ شیخ نے اُسی مسئلے کا بیان شروع کردیا۔ مولانا بھی بحث میں شریک ہوگئے۔ خوب گرما گرم گفتگو رہی، مگر مولانا ذرا بے قابو ہوگئے بحث ختم ہونے میں نہیں آرہی تھی۔ خدمتِ شیخ نے اُس مسئلے کا حل جیسا خواب میں بیان کیا تھا بالکل اُسی طرح پھر فرمایا اور اپنے سرِ مبارک سے دستار اُتاری، مولانا کے سَر پر رکھ دی، اور مبارکباد دی مولانا پر گریہ طاری ہوگیا اور بے قابو ہوگئے۔ پھر زمین پر سر رکھا اور کہا: "اب خدا کے لیے مجھے اپنے غلاموں کی صف میں شامل کرنے کا حکم فرمائیں"۔

خدمتِ شیخ نے ایسا ہی کیا' مولانا کو دستِ بیعت دیا اور حلق کرنے کو فرمایا پھر اپنے خاص خرقے سے مُشرّف کیا۔ جب یہ خبر لوگوں کو ملی تو شہر میں غلغلہ مچ گیا کہ مولانا حُسام الدّین مُلتانی شیخ نظام الدّینؒ

کے مرید ہو گئے۔ بیعت کے بعد مولانا کا معاملہ اس مرتبے کو پہنچا کہ خدمت شیخ نے ایک بار اُن کے لیے فرمایا: "اے حسام ہمارے درمیان تمھاری برکت چاہیئے" دوسرے وقت اصحاب کے سامنے ارشاد ہوا: "حسام الدّین ملتانی کی برکت اِس ملک کے لیے درکار ہے"۔ اب وہ کیا نعمت ہوگی جو خدمت شیخ نے مولانا حسام الدّین کے حق میں ایسی بات فرمائی۔

حکایت (۹)

قاضی محی الدّین کاشانیؒ بہت بڑے بزرگ اور نہ صرف شہر بلکہ ملک کے بزرگ زادوں میں سے تھے، علم وفضل اور زُہد وتقویٰ سے آراستہ تھے اور مشغولیِ باطن میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ شہر بھر کے اُستاد تھے چنانچہ اُن کی مجلس میں کتنے ہی دانشمند حاضر ہوا کرتے تھے اور خدمتِ قاضی اُنھیں درس دینے کے بعد لوگوں سے بچ کر گوشے میں بیٹھ جاتے اور مشغول ہو جاتے تھے۔ نہایت درجے کی مشغولی مگر اِس کیفیت میں بہت ہی سخت مرحلے بھی پیش آتے تھے۔ جب اس پر چند سال گذر گئے تو اُنھوں نے جان لیا کہ اِس کام میں کسی شیخ کا ہونا بہت ضروری ہے اب کیا کیا جائے؟ کس سے بیعت کریں؟ یہاں تک کہ ایک دن مشغول تھے تو قاضی کو کچھ دکھایا گیا جس سے وہ حیران ومتحیر رہ گئے۔ مدّت تک اِسی حیرت میں گرفتار رہے۔ جب دل کو اِس سے تسلّی ہو گئی تو شیخ کی خدمت میں آئے اور بیعت کی درخواست کی۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: "اچھا ہے" اور دستِ بیعت دے دیا، حلق کرنے کا بھی حکم ہوا۔ پھر خرقۂ خاص سے مشرف فرمایا۔ جس روز قاضی شیخ کے مرید ہوئے سارے شہر میں شہرت ہو گئی کہ قاضی محی الدّین کاشانیؒ بھی خدمتِ شیخ کے مرید ہو گئے۔ ان میں سے بعض لوگوں نے قاضی سے مکابرہ کیا اور کہا کہ تمھارے دادا، باپ اور خاندان کے بزرگ سب شیخ الاسلام بہاء الدّینؒ اور شیخ الشیوخ (بابا فریدؒ) کے خاندان سے بیعت رکھتے تھے تمھیں کیا ہو گیا جو یہاں جا کر مرید ہو گئے؟

قاضی نے جواب دیا: "مجھے جو کچھ یہاں دکھایا گیا، اگر تمھیں بھی دکھا دیا جائے تو تم سب شیخ الاسلام نظام الدّینؒ کے آستانے پر سر رکھ دو گے اور اُن کی غلامی وخدمت گاری کا اقرار کرو گے"۔

معلوم نہیں کہ قاضی کو کیا دکھایا گیا؟ وہ بات اُنھوں نے کسی کو نہیں بتائی خدا جانے کیا ہوگی! اور خدمتِ قاضی نے مرید ہونے کے بعد جُبّہ ودستار کو ترک کر دیا، زیرپوش بھی کم ہونا بس یہی پیراہن اور نیم دستار رکھتے تھے، اور باقی عمر اِسی پر بسر کی، ہمیشہ حسنِ عقیدہ اور کمالِ ادب کی راہ چلتے تھے کیونکہ اہلِ صفّہ کے کام کو آداب پر ہی منحصر رکھا گیا ہے اور کہا ہے کہ اگر آداب سے

ذرّہ بھر رُوگردانی کریں تو جس مقام پر ہوں گے، وہاں سے نیچے گر پڑیں گے، اور قاضی ہر جمعرات کو دہلی سے شیخ کی خدمت میں پیدل آتے تھے اور قاضی کا گھر خدمتِ شیخ کے گھر سے تین کوس یا کچھ کم وبیش فاصلے پر تھا، اور میں جانتا ہوں کہ انھوں نے ایک قدم بھی ترکِ ادب کے ساتھ نہ اٹھایا ہوگا، اور وہ جمعہ کی شب میں جماعت خانے میں رہتے تھے۔ خدمتِ شیخ اس دن اور رات میں چند بار قاضی کو اندر (حجرے میں) طلب فرماتے تھے۔ اب اس خلوت میں انھیں کیا نعمتیں نہ ملتی ہوں گی! وہ یارانِ طریقت کے ساتھ محفلِ سماع میں اور دوسری محفلوں میں بھی حاضر ہوتے تھے، مگر سماع میں شرکت نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک رات کو خواجہ محمد امام نبیرۂ شیخ الاسلام فریدالدّین کے گھر میں سماع تھا۔ خدمت قاضی پر ایسا اثر ہوا کہ ان کی حالت قابو سے باہر ہوگئی اور ساتھیوں کو ان کی زندگی سے بھی مایوسی ہوگئی۔ سب نے سمجھ لیا کہ قاضی گئے۔ خدمتِ قاضی رات کے بیشتر حصے میں وجد و رقص کرتے رہے۔ جس شعر نے ان پر حال طاری کیا تھا، اسی کو پڑھواتے رہے، اور بے خود ہو جاتے تھے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ قاضی پر کیا حال طاری ہوا تھا۔ چنانچہ صبح ہوگئی۔ یہ خبر خدمتِ شیخ کے علم میں لائی گئی اور کہا کہ آج رات قاضی محی الدّین کا شانی کا ایسا حال تھا۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: "جی ہاں۔ قاضی ایسے ہی حال والوں میں سے ہیں ـــ" پھر کسی موقع پر جب خدمتِ شیخ میں آئے تو گذارش کی اور کہا:

"اگر دعاگو کے لیے فرمان ہو تو کبھی کبھی سماع سن لیا کروں۔"

خدمتِ شیخ نے فرمایا: "اچھی بات ہے، مگر یارانِ طریقت کے ساتھ سنا کرو۔"

وہ وقت بھی گذر گیا۔ پھر کسی موقع پر انھوں نے چند ساتھیوں کی فہرست بنائی اور شیخ کی خدمت میں پیش کی۔ خدمتِ شیخ نے وہ کاغذ ملاحظہ فرمایا، جب پڑھ چکے تو کاغذ کا ذرا سا کونہ پھاڑ کر ایک طرف کو رکھ دیا۔ قاضی نے جب یہ بات دیکھی تو خاموش رہے۔ وہ وقت بھی گذر گیا۔ دوسری بار جب قاضی آئے، اس فہرست میں سے جو پہلے بنائی تھی چند لوگوں کو چھانٹ کر چند نئے لوگوں کے نام کا اضافہ کیا، پھر اسے لاکر حضرتِ شیخ کے دستِ مبارک میں دیا۔ خدمتِ شیخ نے کاغذ کو ملاحظہ فرمایا اور قاضی سے ارشاد ہوا: "بہت اچھے، ہاں ان لوگوں کے ساتھ سنا کرو۔

اس تاریخ کے بعد خدمتِ قاضی جو سماع سنتے تھے، اس میں بہت ذوق اور راحت نصیب ہوتی تھی اور ایسا بھرپور وجد ہوتا تھا جو اس معاملے میں مشائخ کو ہوا کرتا ہے۔

اس حکایت سے مقصود یہ ہے کہ تم جان سکو قاضی کیسے روشن ضمیر تھے، شیخ کے متعین کیے بغیر

اُنھوں نے شیخ کی نیّت کو سمجھ لیا اور اُنھیں عزیزوں کا نام فہرست میں لکھ کر لائے جنھیں شیخ چاہتے تھے۔ خدمتِ شیخ نے بھی پسند کیا اور فرمایا "اچھا ہے اِن کے ساتھ سُنا کرو" اور قاضی ادب کا کتنا لحاظ کرتے تھے اِس کی ایک حکایت یہ ہے:

حکایت (۱۰) قاضی محی الدّین کاشانیؒ نے فرمایا کہ ایک بار میں شیخ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا مجھے یاد آیا کہ میں نے گھر میں وضو کیا تھا اور اُسی وضو سے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو گیا' دوبارہ وضو کیوں نہ کیا۔ اِس سبب سے میرا دل پراگندہ ہو گیا تھا۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ خدمتِ شیخ نے میرے اِسی حال کی مناسبت سے حکایت شروع کر دی اور فرمایا کہ ایک بار سیّد اجل کے بیٹے میرے پاس آئے تھے ہر چند میں اُن سے باتیں کرتا تھا مگر اُن کے دل کو حاضر نہ پاتا تھا۔ میں نے کہا: "سیّد کیا بات ہے میں تمھیں کھو یا کھویا دیکھ رہا ہوں؟" اُنھوں نے کہا: "میں نے گھر میں وضو کیا تھا' وضو کی تجدید نہیں کی اِسی سبب سے دل پراگندہ ہو رہا ہے کہ میں تجدیدِ وضو کر کے آپ کی خدمت میں کیوں حاضر نہ ہوا"۔ میں نے اُن سے کہا: "سیّد جاؤ، وضو کر لو اور ہلکے پھلکے ہو کر خوشدلی سے بیٹھو"۔

جب خدمتِ شیخ نے یہ بات کہی تو قاضی کہتے ہیں میں اُٹھا' اور عرض کیا کہ "مخدوم میرے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے"۔ بندگی شیخ نے تبسّم فرمایا۔

سبحان اللہ قاضی کو کیسا پختہ اعتقاد تھا اور شیخ کی عظمت کیسی اُن کے دل میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اتنی سی بات کو بھی ترک نہ کیا۔

حکایت (۱۱) مولانا فخر الدّین مَروزیؒ شہر کے معتبر علماء میں سے ایک تھے اور ابتدائی زمانے میں خدمتِ شیخ نے اور مولانا نے ایک ہی جگہ پڑھا بھی تھا۔ جب خدمتِ شیخ کو یہ کام (سُلوک وتصوّف) پیش آیا تو خدمتِ مولانا بھی اِسی کام میں مشغول ہو گئے۔ اِس مشغولی کے عالم میں مولانا کو کچھ دکھایا گیا جس کے بعد وہ خدمتِ شیخ کے مرید ہو گئے اور صاحبانِ نعمت میں سے ایک ہوئے ان کی کشف وکرامات لوگوں میں بہت ظاہر ہوئیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اُن کا ایک دوست تھا جس کا نام خواجہ رشید تھا وہ بھی شیخ کے اصحاب (مریدوں) میں سے تھا۔ اُسے ایک بار کوئی بیماری لاحق ہوئی اور بات یہاں تک پہنچی کہ اُس کی زندگی سے لوگ مایوس ہو گئے اور کہنے لگے کہ رشید چل چلاؤ ہیں۔ مگر اُن کے سانس کی آخری رمق باقی تھی اُن کے مُنہ پر کپڑا ڈال دیا گیا اور تجہیز وتکفین کی تیاری کی جانے لگی' اِسی دوران میں مولانا فخر الدّین مروزیؒ آگئے اور پُوچھا کہ رشید کا کیا حال ہے؟ کسی نے کہا، "رشید تو اِس دنیا سے رخصت ہو گئے"۔ مولانا نے کہا: "ایسا مت کہو" مولانا کو کرسی

دی گئی اور مولانا رشید کے سمنکھ بیٹھ گئے، رشید کے چہرے سے چادر ہٹادی اور اُن کے کان کے قریب سر جھکا کر کہا: "میں نے آج رات اللہ سے تمھیں مانگا ہے، تمھیں اتنے سال عمر اور دے دی گئی ہے خاطر جمع رکھو" یہ کہا اور اُٹھ کر چلے گئے۔ ایک شخص رشید کے سرہانے کھڑا تھا اُس نے مولانا کی یہ گفتگو سن لی، خاموش رہا۔ کچھ دیر کے بعد رشید کو ہوش آیا اور اُس (کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔ سب لوگ رشید کے چاروں طرف اکٹھے ہوگئے اُس کے منھ سے کپڑا ہٹادیا اور پوچھا: کیا حال ہے؟ اُس نے کہا: اچھا ہوں مجھے سہارا دو تا کہ اُٹھ کر بیٹھ جاؤں" ایسا ہی کیا گیا، وہ بیٹھ گیا اور اشارے سے کہا کہ کچھ ہے جو میں کھا سکوں؟ کچھ رقیق چیز (پینے کی) موجود تھی وہ لائی گئی اُس نے تھوڑی سی کھائی۔ چند روز میں بھلا چنگا ہوگیا اور جیسا کہ مولانا فخر الدینؒ نے کہا تھا، چند سال تک زندہ رہا۔

حکایت (۱۲)

مولانا بُرہان الدین حجّت ملتانیؒ نہایت بزرگوار، علماے شہر کے اُستاد اور علم حدیث میں یگانۂ عصر تھے جب خدمتِ شیخ کی عظمت و کرامت کا شہر میں چرچا ہونے لگا اور وہ ائمہ جو مولانا کی خدمت میں پڑھا کرتے تھے، شیخ کی خدمت میں آمد شُد رکھتے تھے اُنھوں نے بارہا شیخ کی بزرگی کا حال مولانا کی خدمت میں بیان کیا، مولانا سے کہا کہ آپ کو شیخ سے ملاقات کرنی چاہیئے کیونکہ مولانا نے تعلیم کے زمانے میں خدمتِ شیخ کو دیکھا تھا۔ شیخ کا تذکرہ مولانا کے دل میں کچھ جمتا نہ تھا اور کہتے تھے: "مولانا نظام الدینؒ کو یہ مرتبہ کہاں سے مل گیا؟"

مولانا بُرہان الدین کی آنکھوں میں کچھ ضعف پیدا ہوگیا تھا چنانچہ ہر وقت آنکھوں سے پانی بہتا رہتا تھا۔ غرض شاگردوں کو درس دینے کے بعد کبھی کبھی مولانا اوکھلا میں آیا کرتے تھے جسے مہترِ خضر کا مقام کہا جاتا ہے اُس وقت یہ جگہ بہت باراحت اور یہاں کا منظر بہت اچھا تھا۔ ایک دن مولانا اپنے شاگردوں کے ساتھ معمول کے مطابق آئے ہوئے تھے۔ شاگردوں نے مولانا کی خدمت میں عرض کیا کہ "یہاں سے غیاث پور نزدیک ہے اگر اس جگہ خدمتِ شیخ سے بھی ملاقات ہوجائے تو بہت اچھّا ہے"۔ مولانا نے کہا کہ مجھے منظور ہے بشرطیکہ جب میں شیخ سے ملاقات کروں تو اُن سے ملاقات کی برکت سے میری آنکھیں اچھی ہوجائیں تو میں بھی خدمتِ شیخ کا دم بھرنے لگوں گا۔

اسی شرط پر شیخ کی خدمت میں آئے۔ خدمتِ شیخ باہر تشریف لائے (مولانا کی) بہت زیادہ تعظیم کی اور یک جا بیٹھ گئے بات چیت کے دَوران خدمتِ شیخ نے مولانا سے پوچھا "آپ کی آنکھوں

سے پانی بہنے کا سبب کیا ہے؟" مولانا نے اپنی آنکھوں کی کیفیت بیان کی۔ خدمتِ شیخ نے پہلے تو بہت معذرت طلب کی پھر اپنا مبارک لعابِ دہن انگلی میں لے کر مولانا کی آنکھوں پر مل دیا۔ مولانا کی آنکھوں سے پانی کا بہنا اُسی وقت رُک گیا اور آنکھیں روشن ہو گئیں۔ جب مولانا نے یہ (کرامت) دیکھی تو شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور کہا "مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمالیجیے۔"

خدمتِ شیخ نے فرمایا: "نہیں۔ آپ بزرگ ہیں اور شہر بھر کے اُستاد ہیں، اِس کی ضرورت نہیں۔" مولانا نے بہت ہی عاجزی کے ساتھ کہا "خیر مجھ ناکارہ کو جس نے اپنی ساری عمر گنوا دی ہے، قبول فرمالیجیے۔"

اِس کے بعد خدمتِ شیخ نے اُنھیں بیعت سے مشرّف کیا۔

حکایت (۱۳) مولانا بدر الدین نولکھا نے کہا کہ میں نے قاضی گوپالگیر سے سنا ہے اُنھوں نے بیان کیا کہ پہلے مجھے خدمتِ شیخ۔ قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ العزیز۔ سے سخت عداوت تھی اور جو باتیں یہ دانشمندانِ مدّعی (علمائے ظاہر) درویشوں کے بارے میں کہا کرتے ہیں میں بھی وہی کہا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک بار میرا ارادہ خانہ کعبہ جانے کا ہوا۔ میں جہاز پر سوار ہوا وہ جہاز ایک پہاڑ سے ٹکرایا اور پاش پاش ہو گیا۔ سب لوگ (جو اُس پر سوار تھے) غرق ہو گئے۔ میں ایک تختے سے چمٹ گیا تھا اِس لیے بچ گیا۔ دو تین گذر گئے، میں سست پڑ گیا اور قریب تھا کہ وہ تختہ میرے ہاتھوں سے چھوٹ جائے۔ اِس حال میں میں نے کہا "شیخ نظام الدینؒ میری دستگیری فرمائیے۔"

میں نے دیکھا کہ اُس پہاڑ میں ایک صوفی ظاہر ہوا اُس نے اپنا عصا میری جانب بڑھایا اور کہا: "قاضی اِسے تھام لو، باہر نکل آؤ۔" میں نے عصا پکڑ لیا اور باہر آ گیا۔ وہ صوفی میری نظر سے غائب ہو گئے۔ میں جو انکار رکھتا تھا وہ اعتقاد میں بدل گیا۔ جا کر میں نے حج ادا کیا، واپس آیا اور غیاث پور میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے مجھے پانی سے باہر نکالا تھا۔ میں نے شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور عرض کیا: "جیسی آپ نے اِس دنیا میں میری دستگیری فرمائی ہے اور مجھے دریا سے باہر نکالا ہے، آخرت میں بھی ایسی ہی دستگیری فرمائیے گا۔ مجھے اپنے غلاموں میں داخل کر لیجیے۔"

خدمتِ شیخ نے فرمایا: "قاضی میں تو یہاں بیٹھا ہوں وہاں کہاں سے پہنچ گیا؟"

قاضی نے کہا: "خواجہ مشائخ کو زمان و مکان طے کرنے کی قدرت ہوتی ہے آپ مجھے ٹالیے

نہیں،' خدمتِ شیخ ہر چند عذر کرتے تھے مگر میں نہیں مانتا تھا، یہاں تک کہ خدمتِ شیخ نے دستِ بیعت دیا اور مجھے خرقے سے مشرّف فرمایا۔

حکایت (۱۴) مولانا ظہیر الدّین کوتوال مَنڈہ نے کہا: ایک بار قاضیِ لشکر سَتی کوراں کی جانب جو مُلتان کے مضافات میں ہے شکار کھیلنے گئے ہوئے تھے اُن کے سامنے ایک ہرن آیا، اُنھوں نے اُس کا پیچھا کرنے میں بہت مبالغہ کیا، یہاں تک کہ گھوڑے سے گر پڑے اور اُن کا ہاتھ بیکار ہو گیا یا ٹوٹ گیا یہ درد کے مارے بیہوش ہو گئے، اِسی دوران میں دیکھا کہ ایک بزرگ آئے اُن کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور کہا: "اُٹھو" جیسے اُس بزرگ کا ہاتھ اِن کے ہاتھ کو لگا درد کو آرام ہو گیا اور ہاتھ ٹھیک ہو گیا اِنھیں پوری طرح صحت ہو گئی۔

اِس کے بعد (اُس بزرگ) نے کہا: "اب یہ چاہیئے کہ آیندہ کبھی تم سے ایسا کام سرزد نہ ہو حق تعالیٰ نے آدمی کو اپنی عبادت اور بندگی کے لیے پیدا کیا ہے مخلوقِ خدا کو ایذا دینے کے لیے نہیں بنایا خصوصًا یہ مسکین (جانور) جو اِس بیابان میں تھوڑی سی گھاس پر قناعت کیے ہوئے ہیں"

غرض جب وہ (قاضیِ لشکر) شہر میں آئے تو چونکہ اُنھیں وہ حال دیکھ کر درویشوں سے عقیدت پیدا ہو چکی تھی، اُنھیں شیخ کی زیارت کی تمنا ہوئی۔ مولانا وجیہ الدّین پایلی سے اُن کا ملنا جلنا تھا، یہ قصہ اُن سے بیان کیا مولانا نے اُنھیں ساتھ لیا اور شیخ کی خدمت میں آئے۔ جب اُن کی نگاہ شیخ کے جمالِ مبارک پر پڑی تو سُدھ بُدھ کھو بیٹھے کچھ دیر کے بعد ہوش میں آئے۔ مولانا نے اُن سے پوچھا کہ "تمھیں کیا ہو گیا تھا؟" اُس نے کہا: "جس بزرگ نے اُس بیابان میں میرا ہاتھ پکڑا اُٹھا اور مجھے نصیحت کی تھی اور میرا بازو ٹوٹنے کے بعد ٹھیک ہو گیا تھا وہ یہی تو ہیں!" اور شیخ کی طرف اشارہ کیا۔ اِس کے بعد اُسی مجلس میں وہ بزرگ بھی بندگانِ شیخ کی صف میں شامل ہو گئے۔

حکایت (۱۵) کوئی مولوی کسی جگہ کے قاضی تھے اُنھوں نے کہا: "ایک بار میں بَرص کے روگ میں مبتلا ہو گیا چنانچہ میرے سارے بدن پر داغ پڑ گئے، ہر چند میں نے علاج کیا وہ دُور نہ ہوئے ایک رات میں گیا اور غیاث پور میں رہا۔ رات کے پچھلے پہر میں اُٹھا اور خدمتِ شیخ کے گھر کا رُخ کیا۔ خدمتِ شیخ تہجد کے لیے اُٹھ چکے تھے۔ میں آگے بڑھا، دروازہ کھٹکھٹایا خدمتِ شیخ خود دروازے پر آ گئے اُسے کھولا اور کہا: "فرمایئے کیا بات ہے؟" قاضی نے اپنا حال گذارش کیا۔ شیخ نے فرمایا: "اچھے آئے ہو، وقت بھی اچھا ہے، وہ داغ کہاں ہیں دکھاؤ؟" میں نے برص کے داغ دکھائے۔

شیخ نے اپنے دہنِ مبارک کا لُعاب اُن پر ملا، جب سارے داغوں پر لُعابِ دہن مل چکے تو فرمایا: "قاضی جاؤ۔"

جب میں باہر آیا تو دیکھا کہ ہر داغ اپنے (جلد کے) قدیم رنگ کی طرف آرہا ہے حتّی کہ چند روز میں بالکل صحت یاب ہوگیا۔ اِس کے بعد میں بھی خدمتِ شیخ کے غلاموں کی صف میں شامل ہوگیا۔

حکایت (۱۶) مولانا شرفُ الدّین جیمنکل ایک مردِ دانشمند تھے، علم میں کمال رکھتے تھے اور سلطان علاء الدین (خلجی) کے بھانجے (ملک حُسام الدّین قلغ) کے امام تھے۔

اُنھیں بھی اس کام (سلوک وتصوّف) کا شوق ہوا تو شیخ کی خدمت میں آنے جانے لگے اور بیعت کا التماس کیا کرتے تھے۔ خدمتِ شیخ معذرت کرتے تھے چنانچہ یہ عاجز آ گئے اور کوئی سبیل نظر نہ آئی تو اِنھوں نے سوچا کہ کیا تدبیر کی جائے جسے خدمتِ شیخ قبول کرلیں۔ فرمایا کہ تقریباً ایک من کی بڑی ہانڈی میں کم وبیش اِتنا ہی کھانا پکایا اور کچھ پرال لپیٹ کر اُس کا اینڈوا بنایا اُسے دستار کے اُوپر رکھا اور اُس پر وہ ہانڈی رکھی، ایک رسّی اپنے گلے میں ڈالی، وہ ایک شخص کے ہاتھ میں تھما دی، تاکہ وہ اِنھیں آگے سے چوپایوں کی طرح ہانکتا ہوا لے جائے۔ اِسی حلیے میں بازار سے نکل آئے، اور اُن کے گھر سے شیخ کی خانقاہ تک کم وبیش ایک کوس کا فاصلہ تھا، اور راستے میں شہر کے یہ بازار دونوں طرف تھے۔ سارے شہر میں شور مچ گیا کہ مولانا کو کیا ہوگیا؟ جو اِس ہیئت میں آ گئے۔ وہ اِسی طرح شیخ کے دروازے تک پہنچے۔ خادم نے خدمتِ شیخ کو اطلاع دی کہ مولانا شرفُ الدّین جیمنکل اِس حُلیے میں آئے ہیں، اِنھیں اندر بلوایا گیا۔ مولانا اُسی ہیئت میں شیخ کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے، خدمتِ شیخ مسکرائے اور فرمایا کہ "یہ ہانڈی مولانا کے سر سے اُتار لو۔" اُسی وقت بیعت اور خرقے سے مشرّف فرمایا اور حلق بھی کرایا۔ اِس کے بعد مولانا کی مشغولیِ باطن کا معاملہ وہاں تک پہنچا کہ اُسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔

حکایت (۱۷) قاضی جلال الدّین دیباجی جو شہر کے ممتاز لوگوں میں سے ایک تھے اور طالب علمی کے زمانے میں شیخ سے جان پہچان بھی رکھتے تھے، جب اُنھیں دیوگیر (دولت آباد) کی قضا ملی تو قاضی کو فالج کی بیماری ہوگئی، اِس میں بہت درماندہ ہو گئے۔ اِس سے پہلے قاضی بندگانِ شیخ کے حق میں کبھی کبھی ایسے کلمات کہا کرتے تھے جو بندگانِ شیخ کے حال کے لائق نہ ہوتے تھے، کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ اُن کی تعریف بھی کرتے تھے۔ جب قاضی کو دہلی میں طلب کیا گیا، یہ گئے۔ وہاں پہنچے تو چاہا کہ خدمتِ شیخ سے ملاقات کریں۔ اُنھوں نے کم وبیش بیس برس کے بعد خدمتِ شیخ سے ملاقات کی۔ جب خدمتِ شیخ کو دیکھا تو جان لیا کہ یہ (اب) وہ نہیں ہیں جنھیں میں نے کبھی

دیکھا تھا۔ اب تو اِن کا معاملہ ہی دوسرا ہے، جب یہ سب دیکھا تو بہت ہی فریفتہ ہو گئے اور قاضی کے دل میں شیخ کی محبت جم گئی، اس بار صرف (شیخ کے) دیدار پر ہی اکتفا کیا اور واپس آ گئے اِسی اثنا میں قاضی کو (شاہی) فرمان کے ذریعے روانہ کر دیا گیا اور شیخ سے ملاقات کی مزید فرصت نہ ملی۔ یہ دیوگیر (دولت آباد) میں آ گئے۔ جب قاضی بیمار پڑے تو مجبوراً غائبانہ مُرید ہوئے اور حلق کرا لیا۔ اِس ضعیف کے دادا نے فرمایا کہ میں اُس وقت سفر کی طرف تھا۔ کچھ زمانے کے بعد دیوگیر گیا اور ملاقات کے لیے قاضی کے گھر جانا ہوا۔ اُنھیں خبر کی گئی کہ فلاں شخص آیا ہے۔ مجھے (اندر) طلب کر لیا، جب قاضی نے مجھے دیکھا تو کہا: "آؤ آؤ۔ میں تو خدا سے دُعا کر رہا تھا کہ تم آ جاؤ۔" میں آگے بڑھا، مجھے گلے سے لگا لیا اور اپنے سر سے پگڑی اُتار کر کہنے لگے:

" دیکھو میں نے سر مُنڈوا لیا ہے، اور شیخ کی نیت کر کے اُن کے غلاموں میں شامل ہو گیا ہوں، اب میں خدا سے چاہ رہا تھا کہ وہ تمھیں میرے پاس پہنچا دے تاکہ میں تمھیں گواہ بنا لوں کہ اگر کل قیامت کے دن شیخ مجھے اپنی خدمتگاری میں قبول نہ فرمائیں تو میں تمھیں پکڑوں اور شیخ کے سامنے کھڑا کر دوں اور کہوں کہ یہ آپ کے فرزندوں میں سے ایک ہیں، میں نے اِنھیں گواہ بنایا ہے کہ میں خواجہ کے غلاموں میں شامل ہو گیا ہوں۔ تمھیں چاہیئے کہ (قیامت کے دن) اسی طرح گواہی دو تاکہ اُس مقام پر شیخ مجھے ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔"

سبحان اللہ! شیخ کی قوّت کے کمال کا کیا کہنا کہ ایسے علمائے کبار اور محققانِ نامدار جن میں سے ہر ایک علمِ شریعت میں مقتدائے روزگار تھا، شیخ کی خدمت گاری کا دم بھرتے تھے، اور خدمتِ شیخ کے آستانے پر سر رکھتے تھے۔ (نظم):

آں کہ در ہیچ مقامے نزدہ خیمۂ عشق
پیشِ اُو رخت بیفگندہ و سر بنہادہ

(وہ جس نے کسی مقام پر بھی عشق کا خیمہ نہ لگایا تھا، اُس کے سامنے اپنا اسباب ڈال کر سر زمین پر رکھ دیا)

تیسرا باب
(۳)

بعض علماء و مشائخ شہر کا بیان جو بطریق صحبت شیخ سے وابستہ تھے

ضمیر اصحاب پر واضح رہے کہ جب خدمت شیخ کی عظمت سب پر آشکار ہو گئی تو شہر کے سارے علماء اور مشائخ، اِس کے باوجود کہ وہ دوسرے خاندان میں بیعت رکھتے تھے، سب شیخ کی صحبت اور محبت سے مخصوص ہو گئے اُن میں سے بعض بزرگوں کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حکایت (۱۸) مولانا شمس الدین دامغانی جنھیں شیخ الاسلام بہاء الدین سے، یا خدا بہتر جانتا ہے شیخ صدر الدین سے خلافت حاصل تھی، اور وہ بہت بڑے بزرگ تھے علمِ شریعت و طریقت میں اپنے عہد کے یگانہ اور روشن ضمیر تھے، اُنھوں نے جب شیخ کی بزرگی دیکھی تو برسوں تک بہ طریقِ محبّت و صحبت شیخ کی خدمت میں گذارے، اور خدمت شیخ بھی مولانا کے حق میں بے حد نوازش فرماتے تھے۔ یہ بھی جلدی جلدی شیخ کی خدمت میں آتے رہتے تھے۔ خدمت شیخ بھی جہاں کہیں جلسہ یا محفلِ سماع ہوتی تھی، اور خدمت شیخ کو وہاں تشریف لے جانا ہوتا تھا، ان کو بھی ضرور طلب فرماتے تھے، یہ بھی حاضر ہو جاتے تھے، اور خواجہ کو اُن سے بہت زیادہ دل بستگی تھی۔

حکایت (۱۹) مولانا دمشقی شیخ الاسلام بہاء الدین کے مُریدوں میں سے تھے، عمر رسیدہ بزرگ تھے، اور اِس کام (درویشی) میں بہت سی نعمتیں حاصل کر چکے تھے، سلوک کے معاملے میں بہت آراستہ اور شہر کے ممتاز لوگوں میں سے تھے، اُنھوں نے حکایت بیان کی کہ میرے بیٹے کا انتقال ہو گیا، مجھے خدمت شیخ سے بہت محبت تھی۔ بہت آنا جانا تھا۔ (مگر) خدمت شیخ (تعزیت کے لیے) نہ خود تشریف لائے نہ کسی کو (اپنی طرف سے) بھیجا۔ مجھے بہت رنج ہوا، اور کچھ دنوں تک میں نے آنا جانا بند کر دیا۔ ایک رات عشاء کی نماز پڑھ کر بارگاہ میں مشغول ہو گیا، رات کا ایک حصّہ گزر چکا تھا اور بارگاہ کے دروازے بند ہو چکے تھے، میں نے خدمت شیخ کو دیکھا چند بزرگوں کے ساتھ اندر آئے، مجھ سے مصافحہ کیا اور فرمایا: "جو ملاقات خدا کے لیے ہوتی ہے اُسے ایسی باتوں سے چھوڑ نہیں دینا چاہیئے۔" یہ کہہ کر غائب ہو گئے جب صبح ہوئی تو میں گیا، مجھے دیکھ کر تبسّم فرمایا اور کچھ نہیں کہا۔ یہ بزرگ

نہایت علم وفضل اور کمال کا زہد وتقوی رکھتے تھے، اور حکمت (فلسفہ) کے معاملے میں دوسرا ان کی نظیر کم ہی ہوا ہوگا؛ جب تک زندہ رہے شیخ کی خدمت گاری سے وابستہ رہے۔ اس ضعیف کے دادا نے فرمایا: "میں نے بھی اُن کو دیکھا تھا نہایت باراحت بزرگ تھے۔"

حکایت (۲۰) مولانا فخرالدین ہانسوی شہر کے اُستاد تھے اور زہد وتقوی میں ضرب المثل۔ نیز وہ خود بھی اپنے وقت کے شیخ تھے اُن کے پدر بزرگوار شیخ بہاء الدین کے مرید تھے اور مولانا فخرالدین خدمتِ شیخ سے محبت کا برتاؤ کرتے تھے اور اگر سماع کا مسئلہ زیر بحث آتا تھا تو کتاب (قرآن وسنت) کی روشنی میں جواب دیتے تھے لیکن ادب کا بھی پورا خیال رکھتے تھے، یہ اُن کی بزرگی اور بڑائی تھی کہ کبھی کوئی سخت بات نہ کہتے تھے۔ آخر وقت میں اُن پر مرض کا غلبہ ہوا اور اُنھوں نے جان لیا کہ اب چل چلاؤ کا وقت ہے، قاضی شمس الدین دیباجی اور مولانا فخرالدین زرادی یہ دونوں شیخ کے مریدوں میں سے تھے اور مولانا کے شاگرد بھی تھے، اُن کو بلوایا اور کہا: "تم شیخ الاسلام نظام الدین کی خدمت میں جاؤ اور اس دعاگو کی طرف سے اُن کی خدمت میں ایک پیغام لے جاؤ اُن کو میرا آداب اور سلام پیش کرو کہ میں آپ کا مخلص اور معتقد بندہ ہوں لیکن جب کبھی سماع کا مسئلہ زیرِ بحث آتا تھا تو اپنے شاگردوں سے وہی بات کہتا تھا جو کتابُ (اللہ) کا حکم ہے۔ معاذ اللہ اگر کسی وقت مجھ سے بے ادبی ہوگئی ہو اور وہ بات میں سمجھتا ہوں آپ تک بھی پہنچی ہو، اگر کبھی خاطرِ مبارک پر کوئی گرانی ہوئی ہو تو اپنے کرم سے اُسے معاف فرما دیں کیونکہ دعاگو کا یہ وقت بہت تنگ ہے۔ ازراہِ کرم میری دست گیری فرمائیں اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھیں تاکہ خاتمہ بخیر ہوجائے۔" یہ دونوں گئے اور مولانا کا سلام وآداب پہنچایا اور اُن کی گذارش بھی پیش کی، خدمتِ شیخ نے جواب میں فرمایا: "معاذ اللہ کہ مجھے مولانا سے کوئی گرانی ہو" اور فرمایا: "فاتحہ پڑھو" مولانا کی سلامتی کے لیے فاتحہ پڑھی گئی۔ فرمایا: "جاؤ میرا سلام اور دُعا پہنچاؤ اور یہ کہنا کہ آپ خاطر جمع رکھیں سب کام حسبِ مُراد ہوجائیں گے۔" یہ دونوں آئے اور یہ بات مولانا سے آکر کہی۔ مولانا خوش ہوئے اور فرمایا: "پانی لاؤ" پانی لایا گیا۔ مولانا نے نئے سرے سے وضو کیا، دو رکعت نفل پڑھے اور سجدے میں سر رکھ کر جاں بحق تسلیم ہوئے۔

حکایت ۲۱ مولانا علاء الدین قاضی جھاینؔ بہت بزرگ شخص تھے نہایت عالم وفاضل۔ اُنھیں سلطان علاء الدین نے زبردستی جھاین کا قاضی بنا دیا تھا۔ اِنھیں قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا مجبوراً قبول کر لیا۔ وہ بھی شیخ الاسلام بہاء الدین یا شیخ صدرالدین کے

مریدوں میں سے تھے اور اِس فن (سلوک) میں کمال مشغولی رکھتے تھے، بہت سی نعمتیں حاصل کر چکے تھے، اُنھیں مردانِ غیب سے بھی صحبت تھی، اِس بارے میں اُن کے بہت سے قصّے ہیں جن سے اُس زمانے کے لوگ اچھی طرح واقف تھے۔ غرض ایک بار سلطان علاء الدّین کے بڑے امیروں میں سے کسی کو کسی مقدمے میں اُن کے سامنے پیش کیا گیا۔ حکمِ شریعت کے مطابق اُس کا قتل واجب تھا اور قاضی نے اُسے قتل کرنے کا حکم صادر کر دیا جب اُس کو قتل کر دیا گیا تو یہ بات سلطان تک پہنچی۔ سلطان نے یہ سن کر بہت پیچ و تاب کھایا اور کہا کہ میں نے ایسا حکم کب دیا تھا کہ میرے ایسے امیر کو مجھے اطلاع دیے بغیر قتل کر دیا جائے۔ اُس نے حکم دیا کہ قاضی کو طوق و زنجیر پہنا کر لائیں۔ اِسی طرح (قاضی کو) لے کر آئے۔ جب دہلی ایک منزل رہ گئی تو قاضی نے سپاہیوں سے کہا کہ" تم اتنا تو کر سکتے ہو کہ مجھے پہلے شیخ کی خدمت میں لے جاؤ"۔ چونکہ قاضی ایک بزرگ آدمی تھے، اُن سپاہیوں نے بھی یہ بات مان لی اور قاضی کو لے کر چلے راتوں رات خدمتِ شیخ کے سامنے اُسی طرح (طوق و زنجیریں) بندھا ہوا پیش کیا۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: "یہ کیا حال ہے"، قاضی نے کہا: "آپ پر یہ بات روشن ہے کہ میں نے شریعت کے مطابق فیصلہ دیا ہے"۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: ———— "جاؤ، خاطر جمع رکھو، اچھا ہی ہوگا؛ مگر جو کچھ وہ کہے اُس کا جواب نہ دینا بس یہ کہنا کہ اس معاملے میں چوک ہو گئی"۔ پھر فاتحہ پڑھی اور فرمایا: "قاضی جاؤ۔ کچھ اندیشہ نہیں"۔ اِسی حال میں صبح کو سلطان کے سامنے لے گئے، سلطان نے قاضی کو دیکھا تو بہت غصّہ کیا اور آپے سے باہر ہو گیا کہنے لگا:

"قاضی میرے اُس امیر کو بغیر مجھے اطلاع دیے کیوں قتل کر دیا؟"

قاضی نے کہا: "خداوندِ عالم حکمِ شریعت میں اِس بارے میں کچھ سہو ہو گیا"۔

جب سلطان نے یہ سنا تو سر جھکا لیا اور قاضی کے سامنے شرمندہ ہوا، کچھ دیر کے بعد سر اُوپر اُٹھایا اور جو (درباری) کھڑے تھے اُن کی طرف رُخ کر کے کہنے لگا: "جو شخص اپنی غلطی کا اقرار کر لے اُس کے ساتھ کیا کیا جا سکتا ہے؟"

سلطان نے کہا "اِن کے بند کھول دو"۔ پھر قاضی کو خلعت پہنائی اور فرمایا کہ "قاضی ایسے بڑے مقدمات میں یہ چاہیئے کہ مجھے اطلاع دیا کرو۔ اب جاؤ اپنا کام انجام دو"۔ یہ اُسی طرح خلعت پہنے ہوئے شیخ کے سامنے آئے اور وہاں سے رخصت ہوئے مولانا عثمان سیوستانی اُن کے برادرِ نسبتی شیخ الاسلام صدر الدّین کے مُریدوں میں سے تھے ممتاز اور دانشمند انسان تھے، وہ کم و بیش (۲۰) سال شیخ کی صحبت

میں رہے بلکہ خرقہ کا التماس بھی کیا تھا خدمتِ شیخ نے فرمایا کہ نہیں، ہمارے ساتھ محبت اور طریقِ صحبت پر اکتفا کرو۔ خدمتِ مولانا جب تک زندہ رہے وہ ازراہِ عقیدت شیخ کی خدمت گاری سے وابستہ رہے۔

اب اے عزیز! جن لوگوں کا میں نے ذکر کیا ہے اِن میں سے ہر ایک نے شیخ کے کشف و کرامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اِسی لیے ساری عمر اُن کی خدمت گاری میں بسر کر دی۔

حکایت (۲۲) مولانا حمید الدّین مُلتانی اُستادانِ شہر میں سے تھے اور شیخ صدر الدّین کے مرید تھے، اپنے علم و فضل اور دانشمندی کے بل پر اُنھوں نے ہدایہ کی شرح لکھی تھی، جب وہ شرح ملکِ بغداد و بخارا اور سارے ملکِ خراسان میں پہنچی تو اُن علاقوں کے علماء نے اُسے بہت پسند کیا، مولانا کی عظمت کے معترف ہوئے اور یہ کہا کہ دہلی میں ایسے ایسے بزرگ پیدا ہو چکے ہیں۔ اور یہ بزرگ شیخ صدر الدّین کے خدمت گاروں میں سے تھے، اِس (درویشی) کے معاملے میں بہت زیادہ مشغولی رکھتے تھے۔ شیخ کی خدمت میں بھی ازراہِ اعتقاد و محبت اُن کا آنا جانا تھا اور ہر معاملے میں ان سے (دعا کی) التجا کیا کرتے تھے، جب تک زندہ رہے یہی اُن کی وضع رہی۔

حکایت (۲۳) مولانا بدر الدّین بھیکھوری ساکن کڑہ، عالم فاضل اور اُس علاقے کے استاد تھے؛ زہد و تقویٰ بھی کمال درجے کا تھا، اُنھوں نے بھی بطورِ عقیدت و محبت شیخ کی خدمت گاری میں کئی سال بسر کیے چنانچہ انھوں نے خانہ کعبہ کی زیارت کی نیت سے عزم سفر کیا۔ شہر کڑہ سے روانہ ہوئے اور شیخ کی خدمت میں آئے۔ خدمتِ شیخ نے ازراہِ کرم اُن پر بہت زیادہ نوازش فرمائی پھر پوچھا: "مولانا کیا حال ہے"؟ مولانا نے کہا کہ مخدوم، اِس دعا گو کا ارادہ خانہ کعبہ کی زیارت کرنے کا ہوا ہے، میں نے سوچا کہ (وہاں جانے سے) پہلے شیخ الاسلام نظام الدّین کی زیارت کروں اور اُن کی اِجازت لے کر روانہ ہوں، تاکہ اُن کے ارشاد کی برکت سے اپنی غرض حاصل کرسکوں"۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: "بہت اچھا ہے سلامتی کے ساتھ جاؤ، سلامتی سے واپس آؤ، سب کام تمھاری مراد کے موافق ہوں گے ان شاء اللہ تعالیٰ"۔ اُس وقت خدمتِ شیخ دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، مولانا نے عرض کیا کہ مخدوم کرم فرمائیں تھوڑا سا آگے آجائیں یعنی اپنی جانب اشارہ کیا۔ خدمتِ شیخ آگے آگئے، مولانا نے دو تین بار یہی گزارش کی اور بہت عاجزی سے التماس کیا کہ آگے آجائیے، خدمتِ شیخ اور آگے آگئے، یہاں تک کہ خدمتِ شیخ اور دیوار کے درمیان اتنا فاصلہ ہو گیا کہ ایک شخص اُس فاصلے میں گزر سکے۔ اِس کے بعد مولانا نے التماس کیا کہ بندے نے ایک منت مانی تھی خدمتِ شیخ کے کرم سے میری وہ منت پوری ہو سکتی ہے، اِس وقت خدمتِ شیخ

ازراہِ لطف ومرحمت قبول فرمالیں تاکہ بندہ اپنی منت پوری کرلے۔ شیخ نے کہا: "کیا حکم ہے فرمائیے؟ تاکہ ویسا ہی کیا جائے۔" مولانا نے کہا میں نے یہ نذر کی ہے کہ خانۂ کعبہ کا طواف کرنے سے پہلے سات بار شیخ کے سرِ مبارک کا طواف کروں' اب اِس وقت یہ موقع ہے کہ خدمتِ شیخ راضی ہوں تاکہ بندہ اپنی نذر پوری کرلے۔" خدمتِ شیخ مجبوراً خاموش رہے' مولانا اُٹھے اور سات بار شیخ کے سرِ مبارک کا طواف کیا' پھر زمین بوس ہوکر عرض کیا کہ اِس وقت یہی مطلوب تھا' اب برائے خدا مجھے خدا کے سپرد فرمائیے' خدمتِ شیخ نے ایسا ہی کیا۔ فاتحہ پڑھی اور مولانا کو خدا حافظ کہا' وہ چلے گئے' سلامتی سے گئے' حج ادا کیا' رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کی' اور سلامتی سے شیخ کے سامنے واپس آئے۔

حکایت (۲۴) خواجہ عثمان سیّاح' شیخ رُکن الدین قدّس اللہُ سِرّہٗ کے خلیفہ تھے' جب سلطان قطبُ الدین کے زمانے میں شیخ رکنُ الدینؒ دہلی سے ملتان کی جانب روانہ ہوئے تو خواجہ عثمان سیاحؒ نے خدمتِ شیخ رکن الدّینؒ سے عرض کیا کہ مخدوم' بندہ آپ سے اِتنی دُور رہے' اگر حکم ہو تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں اور وہیں (ملتان میں) سکونت اختیار کروں تاکہ اپنی کیفیات جو کچھ گذریں آپ کی خدمت میں عرض کرتا رہوں۔ شیخ رکن الدّین نے فرمایا: "آنے کی ضرورت نہیں' تم یہیں رہو اور شیخ الاسلام نظام الدّینؒ کی خدمت میں اپنا احوال عرض کیا کرو' پھر جو کچھ وہ فرمائیں اُس پر عمل کرو۔ اُن کی صحبت میں رہو' اور خود کو اُن کی خدمتگاری کے لیے وقف کردو۔" عثمان سیّاح شیخ رکن الدینؒ کے فرمان کے مطابق شیخ الاسلام نظام الدّینؒ کی خدمت میں آئے' اور عرض کیا کہ خدمتِ شیخ رکنُ الدّینؒ نے بندے کو آپ کے حوالے کیا ہے' آپ کا کیا حکم ہے؟

خدمتِ شیخ الاسلام نے فرمایا: "اچھا ہے۔" اُنھیں بہ طریقِ صحبت قبول کرلیا' اور یہ خواجہ عثمان سالکانِ راہ میں سے تھے' بہت بابرکت' اور سُلوک کے کام میں یگانۂ عصر تھے۔ اُن کی بزرگی کی ایک حکایت یہ ہے کہ جب عہدِ غیاثی میں شہر کے علماء نے سماع کی بحث چھیڑی۔ یہ خواجہ عثمانؒ صاحبِ سماع درویش تھے' اور اُس وقت ایک گاؤں بھی معافی میں رکھتے تھے' جب اُنھوں نے دیکھا کہ سماع کی بحث شروع کردی گئی تو اُن کے پاس (گاؤں کا) جو فرمان تھا' وہ لائے اور سلطان کے محل کے دروازے پر جاکر چوبِ داخول (عرضیاں سلطان تک پہنچانے کا وسیلہ) میں لٹکا دیا اور کہا: "یہ تمھارے گاؤں کا فرمان ہے' اِسے سنبھالو' ہم تو سماع سے باز آنے والے ہیں نہیں۔"

اِسی بات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جب تک کسی میں باطنی قوت نہ ہو وہ ایسا نہیں کرسکتا۔ غرض وہ فرمان چوب داخول پر لٹکا دیا تو خود رقص کرتے ہوئے اپنے گھر کو چلے گئے' یہ خبر سلطان غیاث الدین

کو پہنچائی گئی کہ خواجہ عثمان سیاحؒ نے ایسا کیا ہے۔ سلطان نے کہا وہ فرمان لاؤ، جب لایا گیا تو فرمان کو دیکھا اور اُس پر مزید تُشکرانہ رکھا، بہت زیادہ معذرت کی اور کہا کہ ہمیں تمھارے کام سے کوئی مطلب نہیں، تم اپنا فرمان لے لو اور جیسے جی چاہے اپنے مشاغل میں مگن رہو خواجہ عثمان نے وہ فرمان واپس لے لیا اور جب تک زندہ رہے اُسی طرح اپنے معمولات میں مشغول رہے اور شیخ کی خدمتگاری دل وجان سے کرتے رہے۔

حکایت (۲۵) خواجہ موسیٰ دیوگیریؒ نے بھی شیخ رکن الدینؒ کی خدمت میں ایسی ہی گذارش کی جیسی خواجہ عثمان سیاحؒ نے درخواست کی تھی۔ شیخ رکن الدینؒ نے اُن سے بھی وہی فرمایا جو خواجہ عثمان سیاحؒ سے کہا تھا۔ اُنھوں نے پھر عرض کیا کہ "مجھے وہاں کون گھسنے دے گا"۔ یہ بات اُنھوں نے ایسے ہی کہی کہ شیخ رکن الدینؒ کو بہت ناگوار گذری، شیخ رکن الدینؒ نے کہا:

"ارے کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا کہ جا، اُس آستانے سے گلی کے نکڑ تک اپنی داڑھی سے جھاڑو دے تاکہ تجھے باریابی دی جائے، تو وہاں ایسے ہی (بغیر محنت کے) بار چاہتا ہے؟"

اِنھوں نے سر جھکالیا واپس ہو گئے اور آکر شیخ کے آستانے سے اپنی داڑھی سے جھاڑو دینا شروع کیا؛ تھوڑی دور تک ہی جھاڑ سکے تھے، پھر نہ کر سکے تو سر سے دستار اُتاری اور اُس سے جھاڑنا شروع کیا، یہاں تک کہ گلی کے سرے تک پہنچ گئے۔ یہ خبر خدمتِ شیخ تک پہنچائی گئی اُنھوں نے فرمایا: "اِنھیں چھوڑ دو، جو کر رہے ہیں کرنے دو"۔ جب یہ کام ختم کر چکے تو اپنے حضور میں طلب کیا، اِنھوں نے آکر زمین بوسی کی، کھڑے رہے، خدمتِ شیخ مسکرائے اُن پر نوازش فرمائی اور بہت خوشی کا اظہار کیا۔ یہ زمین بوس ہو کر واپس آگئے مگر اِن کا معاملہ خواجہ عثمان سیاحؒ جیسا نہ ہو سکا۔ خواجہ عثمان سیاحؒ کا معاملہ بہت اعلیٰ وارفع ہو گیا تھا وہ جب تک زندہ رہے جو کچھ کہتے تھے خدمتِ شیخ کے بارے میں ہی کہا کرتے تھے۔

حکایت (۲۶) مولانا فخر الدین زاہدؒ میرٹھ میں تھے، اُنھیں بھی ایسی کمال کی مشغولی تھی جو اس طبقہ (درویشاں) کو ہوا کرتی ہے، اور لوگوں نے بھی اُن سے ازراہِ خرقِ عادت (وکرامات) بہت کچھ دیکھا تھا اُنھیں بھی خدمتِ شیخ میں محبّت اور اخلاص کا علاقہ تھا اگر شیخ کا تذکرہ ہوتا تھا تو وہ اُن کی بزرگی اور عظمت (کے بیان) میں بہت غُلو کرتے تھے، اور اپنی مہمات میں خدمتِ شیخ سے رجوع کرتے تھے جب تک زندہ رہے یہی اُن کا معمول رہا۔

قوام العقائد

حکایت (۲۷) شیخ نظام الدین پانی پتیؒ جو شہر میں نہایت بزرگ اور شیخِ وقت تھے لوگوں کو دستِ بیعت دیا کرتے تھے، جب اپنے دادا صاحب کے بارے میں اُنھوں نے معلوم کیا کہ وہ شیخ (نظام الدینؒ) کی صحبت میں رہتے تھے، اور خدمتِ شیخ بھی اُن سے بہت محبّت و اخلاص کا برتاؤ فرماتے تھے، وہ جلسوں میں حاضر ہوا کرتے تھے، اور اُن کے ساتھ رہتے تھے، اور خلق کو بھی یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ خدمتِ شیخ اُن سے بہت خوش تھے، وہ صاحبِ وجد و سماع درویش تھے اور اس کام میں بڑا ذوق رکھتے تھے؛ تو جب تک یہ زندہ رہے خدمتِ شیخ کے ساتھ محبّت و عقیدت کا معاملہ رکھا۔

حکایت (۲۸) سیدّ علاء الدینؒ جیوری بڑے بزرگ تھے، پہلی بزرگی تو اُن کی یہ کہ سید تھے اور دوسرے عالم فاضل، اُستادِ شہر، تیسرے یہ کہ اپنے وقت کے شیخ تھے۔ سید قوام الدین کی طرف سے لوگوں کو بیعت کرتے تھے۔ وہ بھی شیخ سے محبت و اخلاص کا تعلق رکھتے تھے، اس حد تک کہ جب سماع کی بحث ہوئی تو اِنھوں نے سماع کے جواز کے بارے میں روایات نکالیں اور از راہِ اخلاص شیخ کی خدمت میں بھیجیں اور یہ کہا کہ میں آپ کا محب و مخلص ہوں۔ یہ روایات بطورِ اخلاص آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں ——————— اگرچہ یہ روایات آپ کی نظر سے پوشیدہ نہ ہوں گی، مگر میں نے اپنے اخلاص کا اظہار کیا ہے خدمتِ خواجہ اِس کا بُرا نہ مانیں۔ خدمتِ شیخ نے بھی از راہِ محبّت اُن (روایات) کو قبول فرمالیا۔

حکایت (۲۹) مولانا علَمُ الدّین شیخ الاسلام بہاء الدینؒ کے پوتے بھی شیخ سے محبّت رکھتے تھے اور سماع کی بحث کے وقت مولانا مذکور نے بھی روایات نکالیں، اور شیخ کی خدمت میں بھیجیں اور معذرت کی کہ اگرچہ مذکورہ روایات آپ سے پوشیدہ نہیں ہیں مگر میں نے اپنے اخلاص کا اظہار کیا ہے اور یہ بات خاطرِ مبارک پر روشن ہے۔ اس کے بعد اُنھوں نے سماع کے جواز پر ایک رسالہ بھی لکھا۔

چوتھا باب
(۴)

اطراف عالم کے بزرگوں اور مشائخ کا خدمتِ شیخ کی عظمت و کرامت معاینہ کرنے کے بعد التجا کرنا

دوستوں کے ضمیر پر روشن رہے کہ (فن) سُلوک کی کتابوں میں لکھا ہے جب حق تعالیٰ کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو عالم قدس کے مُقرّب فرشتے آواز سنتے ہیں کہ اے فرشتو میں نے فلاں بندے کو اپنا دوست بنالیا ہے تم بھی اُسے دوست بنالو اور آسمان و زمین کے فرشتوں سے پکار کر کہہ دو تاکہ وہ بھی اسے اپنا دوست بنالیں پھر فرمان ہوتا ہے کہ اِس بندے کی محبت دریاؤں میں، حوضوں میں، اناج کے دانوں میں ڈال دو تاکہ جو بھی اُسے کھائے وہ اِس بندے کا دوست ہو جائے اور وہ بندہ سب کا محبوب بن جائے۔

الغرض دنیا والوں سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ خدمتِ شیخ سارے عالم کے محبوب تھے اور مشرق و مغرب کے مشائخ اور خاص و عام سب شیخ کی پیشوائی کے مُقر و مُعترف تھے اور خدمتِ شیخ سے محبت، التجا اور اخلاص کا تعلق رکھتے تھے اور ان مشائخ میں سے بعض جو صاحبانِ سجادہ تھے اپنے دو دو تین تین ہزار مریدوں اور عقیدت مندوں کے ساتھ شیخ کے رشتہ ارادت میں مُنسلک ہو گئے۔ دنیا بھر کے دانا اور ہر مذہب و مسلک کے صاحبانِ ریاضت حضرات نے جب شیخ کی کرامت دیکھی تو وہ بھی شیخ کی محبت میں گرفتار ہو گئے۔ اُن میں سے صرف چند کا تذکرہ اِس باب میں کیا جاتا ہے تاکہ یہ کتاب زیادہ طویل نہ ہو جائے۔

حکایت ۳۰ شیخ رکن الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کو جب سُلطان قطب الدین نے (دہلی میں) طلب کیا تو وہ تشریف لائے۔ پہلی ہی ملاقات میں سلطان نے خدمتِ شیخ رکن الدین سے کہا: "آپ ازراہِ کرم ملتان سے یہاں تک آتے ہیں اور ایک شخص میرے قلعے (کی دیوار) کے سائے میں رہتا ہے مگر میرے معاملات کی طرف قطعاً دھیان نہیں دیتا۔" خدمتِ شیخ رکن الدینؒ نے سمجھ لیا کہ سلطان یہ بات شیخ الاسلام نظام الدینؒ کے بارے میں کہہ رہا ہے۔ جواب میں فرمایا کہ:

"میرے ساتھ ایک اسمٰعیل ہے، ضرورتاً آتا ہوں، اور اُن (شیخ نظام الدینؒ) کے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہے پھر وہ کس لیے آئیں؟ میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ آپ اُن کے حق میں کسی کی بات (چغلی) سُنیں کیونکہ وہ بہت بڑے بزرگ ہیں، اِس معاملے میں اُن کے رُتبے کو کوئی کیا پہنچ سکتا ہے!"

جب سلطان نے یہ بات سنی تو شرمندہ ہوا، زبان پلٹ گیا اور بولا: "معاذ اللہ کہ مجھے اُن سے مخالفت ہو میں تو یوں ہی کسی کی حکایت بیان کر رہا تھا۔" اِس کے بعد یہ خدمتِ شیخ رکن الدینؒ کی بزرگی تھی کہ اُنھوں نے خدمتِ شیخ الاسلام نظام الدینؒ کی بزرگی کے بیان میں بہت زیادہ غلو کیا چنانچہ سلطان اپنی بات کہہ کر سخت پشیمان ہوا اور اِس موقع پر مخالفوں کی اور کوئی بات نہیں کہی۔ جب خدمتِ شیخ رکن الدینؒ چلے گئے تو اُن کے لیے جو مکان تیار کیا گیا تھا اُس میں فروکش ہوئے۔ اُنھیں بتایا گیا کہ خدمتِ شیخ نظام الدین تشریف لا رہے ہیں۔ خدمتِ شیخ رکن الدینؒ نے جب یہ سُنا تو اُٹھے اور فرمایا کہ جلدی سے پانی لے کر آؤ تاکہ میں تجدیدِ وضو کر لوں کیونکہ جس وضو سے میں نے سلطان سے ملاقات کی ہے اسی سے خدمت شیخ الاسلام نظام الدین سے ملاقات نہیں کی جاسکتی۔ اِسی دوران میں خدمتِ شیخ الاسلام نظام الدینؒ تشریف لے آئے۔ خدمتِ شیخ رکن الدینؒ نے اُن کا استقبال کیا اور ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے اور یہ دونوں اُس بڑے فرش پر جو پڑا ہوا تھا اُسی پر بیٹھ گئے اور سجّادے کو اُٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔ خدمتِ شیخ چند تھان کپڑے کے، چند نافے مُشک کے اور کچھ سونے کے تنکے بطور ہدیہ لائے تھے۔ شیخ کے خادم اقبال نے یہ چیزیں لا کر سامنے رکھیں۔ خدمتِ شیخ رکن الدینؒ نے کہا "خداوند شیخ آپ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اِن ہدایا کو قبول کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے" شیخ سمجھ گئے کہ وہ کیا فرما رہے ہیں، اُنھوں نے اقبال کو اشارہ کیا کہ اِن (ہدایا) کو (سامنے سے) اُٹھا لے۔ خدمتِ شیخ رکن الدینؒ کے بھائی شیخ زادہ اسمٰعیل نے اُن ہدایا میں سے ایک نافۂ مُشک بطورِ تبرک لے لیا۔ اِس کے بعد خدمتِ شیخ اُٹھے اور رخصت ہو کر چلے گئے۔ اپنے مکان پر آئے

اور اصحاب کے سامنے خدمتِ شیخ رکن الدینؒ کے اخلاقِ حمیدہ اور اُن کے ادب کی حکایت بیان کر کے ذوق لیتے رہے اور فرمایا کہ "بات شروع کرنا آنے والے کا حق نہیں ہے۔ جو شخص بیٹھا ہوا ہے اُسے چاہیئے کہ بات شروع کرے"۔ خدمتِ شیخ رکن الدینؒ نہایت حُسنِ ادب سے جو اُن (کی سیرت میں تھا) خاموش رہے مجبوراً میں نے بات شروع کی تاکہ تم یہ جان لو کہ اے عزیز کہ وہ بزرگوں کو پہچانتے ہیں ہم اور تم اِس (رتبے) کو کہاں پہنچ سکتے ہیں"!

حکایت (۳۱)

شیخ رکن الدینؒ کے خدمت گاروں میں سے مولانا یوسف حج ادا کر چکے تھے اور بہت مشغولی رکھتے تھے اُن سے میں نے سنا ہے کہتے تھے:

"میں کم و بیش بارہ سال کا تھا خدمتِ شیخ رکن الدینؒ کی نظر میں رہتا تھا ایک روز خدمتِ شیخ وضو کر رہے تھے، میں نے دیکھا کہ ہر بار وہ بے خود سے ہو جاتے تھے، اور سینے سے ایک گرم سانس نکالتے تھے، چند بار اُنھوں نے ایسا ہی کیا۔ کچھ دیر کے بعد جب اس حالت سے نکلے اور وضو کر کے تحیتِ وضو (کے نفل) پڑھے میں آگے بڑھا اور عرض کیا: "خداوند شیخ یہ آپ کو کیا ہوا تھا؟" فرمایا: "اے یُوسف مجھے اُس وقت شیخ الاسلام نظام الدینؒ کا مرتبہ دکھایا گیا! سُبحان اللہ یہ کیا عظمت ہے اور کیا بزرگی ہے اور کیا مقامات ہیں جو اُن کو دیے گئے ہیں"۔

یہ یوسف کہتے تھے میں نے کہا: "خداوند شیخ آپ بھی ایسا فرماتے ہیں! خدمتِ شیخ رکن الدینؒ نے فرمایا: "اے یوسف شیخ الاسلام نظام الدینؒ بہت بڑے بزرگ ہیں، وہاں تک کون پہنچ سکتا ہے"!

حکایت (۳۲)

میں نے یوسف سے ہی سنا کہ اُنھوں نے کہا: "ایک بار میں نے چند گھوڑے فروخت کرنے کے لیے دہلی کی طرف روانہ کیے۔ شیخ رکن الدینؒ کے بھائی کے پاس بھی ایک گھوڑا تھا، وہ اُنھوں نے میرے حوالے کیا۔ قضارا شیخ زادے کا گھوڑا راستے میں چور نے غائب کر دیا، جب میں دہلی آیا تو (اپنے) گھوڑوں کو بیچ دیا اور پھر ملتان کو واپس ہوا۔ شیخ زادے سے میں نے کہا کہ (آپ کا) گھوڑا چور لے گئے۔ شیخ زادے ہر بار مجھے بُرا بھلا کہتے تھے، میں عاجز آ گیا۔ ایک دن شیخ رکن الدینؒ کے سامنے گذارش کی اور کہا کہ خداوندِ عالم جانتا ہے کہ شیخ زادے کا گھوڑا چور لے گئے مگر شیخ زادے یہ بات نہیں مانتے۔ اب میں کیا کروں؟ اِس کا چارہ کیا ہے"؟ خدمتِ شیخ رکن الدینؒ نے فرمایا کہ یہ قصہ شیخ الاسلام نظام الدین سے بیان کرنا چاہیئے وہی (وہاں کے) صاحبِ ولایت ہیں۔ جب میں نے یہ سنا تو گھر آیا اور دہلی کے سفر کا پکا ارادہ کر لیا۔ چند گھوڑے خریدے اور شیخ رکن الدینؒ کی

خدمت میں عرض کیا کہ میں نے چند گھوڑے خریدے ہیں، چاہتا ہوں کہ انھیں دہلی کی جانب لے کر جاؤں"۔ فرمایا: "بہت اچھا ہے"۔ شیخ نے شیخ الاسلام نظام الدینؒ کے لیے چند تحائف بھی دیے اور اسی طرح میں جب بھی دہلی آتا تھا خدمتِ شیخ رکن الدینؒ، شیخ الاسلام نظام الدینؒ کے لیے کچھ چیز (بطور ہدیہ) بھیجا کرتے تھے۔ میں نے اُسی طرح وہ تحفہ لیا اور روانہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ غیاث پور آپہنچا۔ شیخ رکن الدین کا ہدیہ پہنچا دیا اور اس سوچ میں رہا کہ چور کے گھوڑا لے جانے کا قصہ اسی مجلس میں بیان کروں یا نہ کروں۔ اسی اندیشے میں تھا کہ خدمتِ شیخ نے فرمایا: یوسف تم کل گھوڑوں کے نخاس میں جاؤ گے؟! میں حیران ہوا کہ گھوڑوں کو دو تین دن روک کر رکھنا چاہیئے تاکہ وہ چاق و چوبند ہو جائیں، اسی اُلجھن میں تھا کہ میرے اُٹھتے وقت (حضرتؒ نے) پھر تاکید سے فرمایا "یوسف کل گھوڑوں کے نخاس میں جانا"۔ میں نے جان لیا کہ تاخیر کرنے میں حکمت نہیں ہے، اس لیے کہ خدمتِ شیخ تاکید کے ساتھ فرما رہے ہیں۔ صبح کو میں سوار ہوا، گھوڑوں کے نخاس میں گیا تو وہاں دیکھا کہ شیخ زادے کا گھوڑا جو چور لے گئے تھے بازار میں گھمایا جا رہا ہے، میں نے جا کر گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا کہ یہ گھوڑا تو میرا ہے۔ دلال مجھے اور گھوڑے کو اُس کے مالک کے پاس لے گئے، اور یہ گھوڑا بیچنے والا سلطان علاء الدین (خلجی) کے امیروں میں سے ایک تھا۔ اُس نے مجھ سے کہا: "درویش، تم کیا کہتے ہو؟"۔ میں نے کہا کہ "یہ گھوڑا میرا ہے فلاں تاریخ کو میرے پاس سے غائب ہوگیا تھا"۔ مَلک نے کہا: اس معاملے میں تمھارا کوئی گواہ ہے؟" میں نے کہا: "جی ہاں میرے گواہ شیخ الاسلام نظام الدینؒ ہیں"۔

جب مَلک نے یہ سنا تو کہنے لگا: "گھوڑا اس کے حوالے کر دو، یہ ایسی شخصیت کا نام لے رہا ہے کہ ہمارے لیے شبہ کرنے کی گنجایش نہیں رہی"۔ گھوڑا اُسے دے دیا گیا۔ یوسف وہ گھوڑا لے کر خدمتِ شیخ کے سامنے آئے اور سارا قصہ بیان کیا۔ خدمتِ شیخ نے تبسّم فرمایا اور کہا "جاؤ گھوڑا اُس کے مالک کے سپرد کر دو"۔

حکایت (۳۳)

جب خدمتِ شیخ کا اس جہاں سے سفر کرنے کا آخری وقت ہوا تو خدمتِ شیخ رکن الدینؒ شیخ کی ملاقات کے لیے آئے اور فرمایا کہ "اے مخدوم ہمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ اختیار آپ کے ہاتھ ہے خواہ رہیں خواہ تشریف لے جائیں"۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: "جی ہاں یہ ٹھیک ہے"۔ خدمتِ شیخ رکن الدینؒ نے فرمایا: "میری ایک درخواست ہے" شیخ نے فرمایا: "فرمائیے کیا حکم ہے"۔ خدمتِ شیخ رکن الدین نے کہا: "جب ایسا ہے تو مناسب

ہو گا کہ خدمتِ شیخ کچھ مدت اور یہاں رہیں، تاکہ چند ہم جیسے طالبوں کو خدمتِ شیخ کی نظر سے مقامِ مُراد نصیب ہو جائے۔"

خدمتِ شیخ الاسلام نظام الدینؒ نے فرمایا: "خیر، خواجہ یہ نہیں کر سکتا کیونکہ حضرت رسالتؐ مجھ سے فرماتے ہیں: "نظام تمھارا اشتیاق حد سے گزر گیا اب اور کب تک؟"

خدمتِ شیخ رکن الدینؒ نے جب سنا تو رونے لگے، اور خدمتِ شیخ کو الوداع کہہ کر واپس ہوئے، چند روز کے بعد خدمتِ شیخ رحمتِ حق سے جا ملے۔ خدمتِ شیخ رکن الدینؒ حاضر ہوئے اور (نمازِ جنازہ کی) امامت کی، اور خدمتِ شیخ نے کسی مقام کا (دفن کے لیے) تعین نہیں کیا تھا، خدمتِ شیخ رکن الدینؒ نے اقبال سے پوچھا کہ کیا خدمتِ شیخ نے کسی جگہ کا تعین کیا ہے؟ اقبال نے کہا "نہیں"۔ یہاں ایک باغ تھا خدمتِ شیخ رکن الدینؒ نے فرمایا: "جب خدمتِ شیخ یہاں آیا کرتے تھے تو کہاں بیٹھتے تھے"؟ اور اب جس جگہ خواجہ آرام فرما رہے ہیں یہاں نارنگی کا ایک درخت تھا اقبال نے کہا: خدمتِ شیخ اکثر اس جگہ تشریف رکھا کرتے تھے۔

خدمتِ شیخ رکن الدینؒ نے اُس جگہ دوگانہ ادا کیا اور اُسی مقام کو (دفن کے لیے) چُنا، خدمتِ شیخ کو وہاں سپردِ خاک کر کے واپس ہوئے تیسرے دن مجلسِ سوم میں مخلوق کی حاضری کا اگر بیان کیا جائے تو کتاب بہت طویل ہو جائے گی، اور کیا کہوں کہ اُس روز خلق پر کیا بیتی؟ غرض اُس وقت جب ساری مخلوق واپس چلی گئی، خدمتِ شیخ رکنُ الدین ٹھہرے رہے یہاں تک کہ تنہائی ہو گئی پھر وہ شیخ کی تُربت پر مُراقب ہوئے، کچھ دیر کے بعد سر اُٹھایا اور اُس وقت ایک شخص اُن کے نزدیک تھا اُس سے کہا کہ "اِس بزرگ کو یہاں نہیں چھوڑا گیا"۔ اِس کے بعد فاتحہ اور دُعا پڑھ کر واپس ہوئے۔

حکایت (۳۴)

مولانا تقی الدین لکھنوتیؒ بہت بڑے بزرگ تھے۔ اُن کے کشف و کرامات بہت سی ہیں۔ سارا ملک ہندوستان اُن سے عقیدت رکھتا تھا جب شیخ الاسلام نظامُ الحق والدین کی حکومت کا جھنڈا بلند ہوا تو اِس علاقے کی مخلوق سارے علماء و فقراء و سلاطین خدمتِ شیخ سے عقیدت رکھنے لگے، اور مولانا تقی الدین بھی؛ یہ اُن کی کمال بزرگی تھی کہ شیخ کی بزرگی کے معترف ہوئے، اور از راہِ محبت و اعتقاد برابر خط لکھتے تھے اور ہدایا کے ساتھ بھیجتے تھے، ایک بار اُنھوں نے اپنے ایک مرید کو شیخ کی خدمت میں بھیجا اور اور کہا کہ اِس وقت ہمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ خدمتِ شیخ فلاں مقام پر ہیں۔ یہ شخص آیا اور شیخ

کی خدمت میں عرض کیا لیکن ذرا کھُل کر بات کہہ دی؛ اُس کے کہنے سے خدمتِ شیخ ناراض ہوئے اور فرمایا: "جاؤ خواجہ، ہم کہاں اور وہ مقام کہاں؟" نہ جانے وہ کون سا مقام ہوگا؟ تو اب اے عزیز ایسا بادشاہ جیسے شیخ تقی الدینؒ تھے، اُنھیں کیا دکھایا گیا جو وہ اور ساری اقلیم شیخ کی جانب متوجہ ہو گئی۔

حکایت (۳۵)

کرمان میں ایک بزرگ تھے صاحبِ نعمت۔ اور اُس علاقے کے مشائخ میں نہایت بزرگ۔ اُن کا ایک بیٹا تھا، اپنے باپ کے حکم سے وہ دہلی میں شیخ کی خدمت میں آیا۔ یہ جوان مشغول اور صاحبِ ریاضت تھا ایک ریاضت تو اُس کی یہی تھی کہ کم وبیش چھ مہینے تک وہ شیخ کی خدمت میں رہا، راتوں کو لوگ اُسے ڈھونڈتے تھے کبھی اُسے کسی نے رات کو زمین پر لیٹا ہوا نہ دیکھا۔ خدمتِ شیخ اُس کے حال پر بہت کرم اور شفقت فرماتے تھے اور جلدی جلدی اپنے حضور میں طلب کیا کرتے تھے، اور اُسے نوازتے تھے۔ یہاں تک کہ اُس نے اپنے گھر کو واپس جانے کا ارادہ کیا۔ شیخ کے سامنے آیا گذارش کی کہ اگر فرمان ہو تو بندہ اپنے گھر کو چلا جائے، خدمتِ شیخ نے فرمایا: "اچھی بات ہے"۔ اور کہا کہ تم شہر کے (دوسرے) بزرگوں سے بھی ملوگے"؟ اور اِس مدّت میں یہ نوجوان کسی وقت کسی بھی کام سے شیخ کے گھر سے باہر نہ نکلا تھا بس صرف وضو کرنے کے لیے جاتا تھا۔ جب خدمتِ شیخ نے فرمایا کہ شہر کے بزرگوں سے ملوگے تو اُس نے کہا: "جی نہیں"۔ اُس کا راستہ اجودھن اور ملتان اور اُچہ سے ہو کر تھا، شیخ نے فرمایا: "اجودھن جاؤگے تو شیخ علاء الدّین سے ملوگے؟ اور دوسرے بزرگ جو تمھارے راستے میں ہیں اُنھیں دیکھوگے"؟ اُس نے عرض کیا: "خیر، خواجہ میرا یہاں آنے کا مقصد خواجہ کی قدمبوسی کرنا تھا وہ سعادت مجھے نصیب ہو گئی اب میری اور کوئی غرض نہیں ہے سیدھا اپنے گھر کو جاؤں گا۔ کیونکہ میرے باپ جو اُس علاقے کے شیخ ہیں اُن کا حکم یہی تھا کہ بیٹے دہلی میں شیخ الاسلام نظام الدّین صاحبِ ولایت اور بڑے عالی مرتبت بزرگ تشریف رکھتے ہیں تم وہاں جا کر چند روز اُن کی نظر کے سامنے رہو شاید کہ اُن کی نگاہ کی برکت سے تمھارا کام حصولِ مراد تک پہنچ جائے اور تم کوئی نعمت حاصل کر سکو۔ میں اپنے باپ کے حکم سے آیا ہوں اور چند روز خود کو خواجہ کی زیرِ نگرانی رکھا ہے اب آپ کا حکم ہو جائے تو واپس چلا جاؤں اور اپنے باپ کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کروں"۔

خدمتِ شیخ اُس کی باتوں سے بہت خوش ہوئے، فاتحہ پڑھی، اُس کے حق میں دعا کی اور

فرمایا : "جاؤ، سلامتی کے ساتھ پہنچو گے اور سلامتی سے رہو گے۔ اپنے والد صاحب کو ہمارا سلام اور دعا کہنا اور ہماری جانب سے بہت پوچھنا"۔ وہ زمین بوس ہوا اور چلا گیا۔

حکایت (۳۶) شیخ ماہن بوندی بڑے بزرگ صاحبِ نعمت تھے۔ خلق کے درمیان اُن کے کشف و کرامات بہت ظاہر ہوئیں، وہ بھی کبھی کبھی شیخ سے التجا کیا کرتے تھے، اور اپنا آدمی بھیجتے تھے کہ میں آپ سے محبت کرنے والا، آپ کا مخلص اور گدا ہوں، آپ سے کچھ بھیک چاہتا ہوں، آپ کے پاس بہت سی نعمتیں ہیں، اگر میرے حال پر بھی ایک نظر فرما دیں تو اس میں کیا کم ہو جائے گا؟

اور میرے دادا صاحب نے فرمایا کہ شیخ ماہنؒ نے مجھ سے بھی شیخ کے لیے یہی پیغام کہا تھا، جب میں نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا تو اُنھوں نے دعا کے بعد فرمایا کہ "وہ بہت بڑے بزرگ ہیں مگر ذرا زبان پر قابو نہیں رکھتے"۔

غرض ایک بار کوئی شخص اُن کے سامنے بیٹھا تھا اُس نے شیخ ماہنؒ سے پوچھا کہ آپ نے شیخ نظام الدین کو دیکھا ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ میں نے شیخ الاسلام نظام الدین کو خانۂ کعبہ میں دیکھا ہے"۔

حکایت (۳۷) شیخ حوصَل کیھتون میں تھے صاحبِ نعمت بزرگ اور اُس علاقے کے شیخ تھے، بہت سی مخلوق نے اُن کی طرف رجوع کیا اور اُن سے مرید ہوئی اور اِن میں سے ہر ایک بہت مشغولی رکھتا تھا اور نعمت حاصل کر چکا تھا اور یہ شیخ کسی شیخِ کامل کی تلاش میں تھے جس سے اپنی غرض حاصل کر سکیں۔ اُنھیں اِلقا کیا گیا کہ شیخ الاسلام نظام الدین سے پیوند کرو۔ کئی بار اِسی طرح کا اِلقا ہوا۔ یہ شیخ کی خدمت میں آئے، خدمتِ شیخ نے اُن پر نوازش فرمائی اور دریافت فرمایا : "آپ کی غرض کیا ہے؟" اِنھوں نے کہا : "غرض یہ ہے کہ آپ کا فرمان ہو جائے تاکہ میں شیخ کے خادموں کی صف میں شامل ہو جاؤں"۔ خدمتِ شیخ نے ایسا ہی کیا اور اُنھیں، اُن کے سارے مریدوں کے ساتھ قبول کر لیا، پھر اُنھیں اُن کے مقام پر بھیج دیا اور فرمایا "جاؤ وہیں جا کر بیٹھو"۔ وہ شیخ کے فرمان کے مطابق کیھتون میں آکر (خانقاہ میں) بیٹھ گئے اور اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔

حکایت (۳۸) ایک بار ایک صاحبِ نعمت بزرگ اپنے چند مریدوں کے ساتھ آئے خدمتِ شیخ نے اُنھیں طلب کیا۔ وہ بزرگ زینے کی نچلی سیڑھی تک

آئے اور اپنے مریدوں کو وہیں چھوڑ دیا، خود اوپر چلے گئے (شیخ کے سامنے) آکر زمین بوس ہوئے اور ادب سے کھڑے ہو گئے۔ خدمتِ شیخ نے بہت تعظیم اور کرم کے ساتھ فرمایا: "بسم اللہ! آئیے۔ تشریف رکھیے"۔ یہ پورے ادب کے ساتھ آگے بڑھے، تعظیم کے لیے سر جھکایا اور بیٹھ گئے۔ خدمتِ شیخ نے گفتگو کا آغاز کیا اور پوچھا: "آپ کہاں سے آ رہے ہیں اور مزاج کیسا ہے؟" انھوں نے کہا "چند سال ہو گئے میں فلاں شہر سے یہ نیّت کر کے نکلا تھا کہ خواجہ کی قدمبوسی کروں گا، اب کہیں جا کر خواجہ کی نظرِ کرم سے مُشرّف ہوا ہوں۔۔۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِین"۔ اسی طرح کی باتیں وہ گذارش کرتے رہے، اور خدمتِ شیخ ازراہِ لطف و کرم جواب دیتے رہے، اور وہ بزرگ بار بار بے خود ہو جاتے تھے، خدمتِ شیخ ازراہِ عنایت اُن پر نوازشیں فرماتے اور بہت تپاک سے باتیں کرتے تھے، یہاں تک کہ شیخ نے فرمایا: "جائیے جماعت خانے میں بیٹھ جائیے"۔ ان بزرگ نے تعظیم کے لیے سر جھکایا اور واپس ہو گئے، جب سیڑھیوں پر پہنچے تو زینے سے اُترتے ہوئے ہر سیڑھی پر دیوار کا سہارا لیتے تھے، اور بے خود سے ہوئے جاتے تھے، کئی بار ایسی ہی کیفیت ہوئی جب نیچے آ گئے تو جن ساتھیوں کو زینے کے نیچے چھوڑ گئے تھے، وہ سامنے آئے اور انھوں نے خدمت کی۔ اُن میں سے ایک نے پوچھا: "آخر کیا بات ہے جو خواجہ کو متوالا کیے دے رہی ہے؟" انھوں نے فرمایا: "ارے بھائی کیا بتاؤں کیسا بادشاہ ہے جو بیٹھا ہوا ہے"، اوپر شیخ کی طرف اشارہ کیا۔ "ساری دنیا کی بلاؤں کو لپیٹ کر اپنے زانو تلے دبا رکھا ہے، اُنھیں اُٹھنے نہیں دیتا۔ بدبختی ہو اُس دن پر جب وہ اپنا زانو اُٹھا لے گا، نہ جانے اُس وقت دنیا کا حال کیا ہو"۔ یہ کہا اور آ کر جماعت خانے میں بیٹھ گئے۔ خدمتِ شیخ نے چند روز تک اُنھیں (اپنا مہمان) رکھا اور جلدی جلدی اپنے حضور میں طلب فرماتے رہے، اور کرم و شفقت سے حالات پوچھتے رہے۔ ایک مدّت کے بعد اُنھوں نے گذارش کی "اگر حکم ہو تو بندہ اپنے گھر کو چلا جائے"۔

خدمتِ شیخ نے فرمایا کہ "اچھی بات ہے"۔ پھر بہت نوازش اور رحمت کے ساتھ اُنھیں رخصت کیا۔ اسی سلسلے میں میرے داداصاحبؒ نے کہا کہ ایک دن خدمتِ شیخ فرماتے تھے:

"یہ لوگ جانتے نہیں کہ یہ درویش کیسی بلاؤں کو اپنے زانو تلے دبائے ہوئے ہے جس دن میں زانو اُٹھاؤں گا اُس دن اِن کو معلوم ہو گا"۔

حکایت (۳۹) ایک بار ایک بوڑھا مسافر جو صاحبِ نعمت اور اس کام (درویشی) میں مستغرق تھا، شیخ کی خدمت میں آیا۔ کھانے کا وقت ہو گیا۔ خدمتِ شیخ نے

پوری تعظیم کے ساتھ اُنھیں اپنے پہلو میں بٹھایا، اور وہ اُس وقت کے ہر علاقے کے درویشوں کی باتیں کرتے رہے، حتیٰ کہ اُنھوں نے کہا: "خواجہ آپ کی قدر یہ لوگ جو بیٹھے ہوئے ہیں یہ کیا جانیں، آپ کی قدر تو میں جانتا ہوں کہ بارہ سال سے اپنے گھر سے نکلا ہوا ہوں، ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک اقلیم سے دوسری اقلیم میں سرگرداں ہو کر گھومتا پھرا ہوں تب کہیں اِس وقت یہ سعادت نصیب ہوئی ہے کہ آپ کے حضور میں باریاب ہوں۔ اِس صورت میں آپ کی قدر میں جان سکتا ہوں۔ یہ لوگ کیا جانیں، جو ہر روز آپ کو دیکھتے ہیں۔ ہماری اور ان کی مثل تو خانۂ کعبہ کو جانے والوں اور وہاں کے رہنے والوں کی سی ہے۔"

خدمتِ شیخ نے بھی اُن پر نوازش فرمائی اور ازراہِ کرم اُن کی خیر خبر پوچھتے رہے، چند روز اپنی خانقاہ میں اُن کو مہمان رکھا۔ کچھ مدّت کے بعد اُن بزرگ نے سفر کی اجازت طلب کی۔ خدمتِ شیخ نے بھی اُن کو وِداع کر دیا۔

حکایت (۴۰) اِس ضعیف کے دادا نے فرمایا: "جب ہم یمن میں پہنچے تو حج کا وقت بہت نزدیک آ چکا تھا، میں نے خیال کیا کہ شاید ہم وقت پر نہ پہنچ سکیں اِس لیے اِس سال اِسی جگہ رہیں اور یمن کے بزرگوں کی زیارت کریں۔ یہ بات میں نے اپنے ساتھیوں سے کہی، ان میں سے چند لوگوں نے یہ منظور کر لیا۔ اُس سال جہاں کہیں بھی کوئی بزرگ تھا ہم نے اُس کی زیارت کی۔ اُس زمانے میں شیخ عمر ناہاری ملکِ یمن میں بہت بڑے بزرگ تھے، چنانچہ اُن کے کشف و کرامات اور بزرگی کی شہرت ساری دُنیا میں پھیلی ہوئی تھی۔ بادشاہ، علماء، مشائخ اور ان کے علاوہ بھی ساری خلقِ خدا اُن سے عقیدت رکھتی تھی۔ اُن کا تکیہ یمن کی پہاڑیوں میں ایک اُجاڑ جگہ پر تھا۔ ہم چھ درویش اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے، اُنھوں نے ازراہِ کرم ہم سب کو گلے لگا لیا اور خیریت پوچھی، ہم چند روز اُن کے حضور میں رہے۔ اُن کی بیٹھک تکیہ دیوار کے دو پایوں پر ہوتی تھی، اِسی طرح بیٹھے ہوئے تھے اُنھوں نے ہمارے ایک بڑے ساتھی کی طرف رُخ کر کے پوچھا: "تم کہاں سے آئے ہو؟" اُنھوں نے کہا کہ میں شہر دہلی سے تعلق رکھتا ہوں۔ پھر دوسرے کی جانب رخ کیا۔

اِسی طرح ہر ایک سے پوچھتے رہے، یہاں تک کہ مجھ دعاگو تک پہنچے، جو صفِ نعال میں بیٹھا ہوا تھا۔ پوچھا: تم کہاں سے ہو"؟ بندے نے کہا: "دہلی سے"۔ پھر فرمایا: "کس سے بیعت ہو"؟ میں نے کہا شیخ الاسلام نظام الدّین کے خدمت گاروں میں سے ہوں"۔ جب میں نے یہ کہا تو اُنھوں نے چند بار گرم گرم سانس بھری اور بے خود سے ہو گئے، کچھ دیر تک دیوار سے ٹیک لگائے رہے، پھر ذرا سنبھلے اور فرمایا: "تم

نے کیا کہا ہے؟" میں نے کہا: "میں شیخ الاسلام نظام الدین کے خادموں میں سے ہوں۔"
اُنھوں نے پھر ایک نعرہ مارا اور بے خود ہو گئے، کچھ دیر کے بعد سنبھلے۔ اسی طرح مجھ سے چند بار سوال کیا۔ میں خدمتِ شیخ کا نام لیتا تھا اور وہ بے خود ہو جاتے تھے، تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آتے تھے اور ہر بار کہتے تھے: "وَاللّٰہِ وَ اللّٰہِ مَلِیْحٌ یَا اُخِیْ" (خدا کی قسم، خدا کی قسم، بہت خوب بھائی)۔

میں نے یہ قصہ اِس لیے سنایا تاکہ تم جان سکو کہ اولیاء اللہ کا نام ہی سننے سے اولیاء اللہ کو راحت نصیب ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کی بزرگی کی قدر وہی جان سکتے ہیں۔

حکایت (۱۴) اِس ضعیف کے دادا نے فرمایا: "جب میں حج سے واپس آکر کھمبایت میں پہنچا اور راہلنوار میں آیا تو خواجہ عمر عاج تراش کی پابوسی کی سعادت حاصل کی اور یہ وہ بزرگ تھے کہ ساحلِ معبّر (کیرلا) سے سندھ کے کنارے تک اگر خلقِ خدا کو کوئی مشکل پیش آتی تھی تو اُنھیں اپنا شفیع بناتے تھے، اور اُن کے نام کی نذر مانی جاتی تھی، اور ملکِ عرب بھی اُن کی بزرگی کا معترف تھا القصہ جب میں اُن کی خدمت میں پہنچا تو ازراہِ کرم اُنھوں نے بہت نوازش فرمائی۔ چند روز کے بعد میں نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں روانہ ہو جاؤں، فرمایا: "اگر رمضان کا مہینہ ہمارے ساتھ گذارو تو بہت اچھا ہے" میں نے قبول کر لیا، شہر کے باہر قبرستان میں ایک مسجد تھی خواجہ عمرؒ اُس میں نماز پڑھا کرتے تھے میں اُسی میں ساکن ہو گیا۔ خواجہ عمرؒ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد مسجد سے باہر نکلتے تھے قبرستان میں جاتے تھے، اشراق کے وقت مسجد میں واپس آتے تھے، وہاں نمازِ اشراق پڑھتے تھے، اور مراقبہ میں بیٹھ جاتے تھے، کچھ دیر کے بعد سر اُٹھاتے اور کہتے "سبحان اللہ" پھر مراقبے میں چلے جاتے۔ میں بیٹھا دیکھ رہا تھا کہ شیخ کس حال میں ہیں، جب بھی وہ مراقبے سے سر اٹھاتے تھے میں دیکھتا تھا کہ شیخ کا بُشرہ بدل جاتا تھا۔ اُس پر کبھی فرحت کے آثار ہوتے تھے، کبھی عاجزی اور مسکینی کے۔ اور جس وقت وہ عشا کی نماز ادا کرتے تھے مسجد کے صحن میں بیٹھ جاتے تھے مجھ سے فرماتے تھے کہ بیٹھو۔ مشائخ کی حکایتیں اور اُن کے احوال اور اپنی باتیں سناتے تھے۔ اکثر خواجہ (نظام الدین اولیاءؒ) کا تذکرہ زیادہ ہوتا تھا۔ ایک رات اُنھوں نے مجھ سے کہا: "شیخ الاسلام نظام الدین سے میری ایک درخواست ہے اور کئی سال سے اِس فکر میں ہوں کہ کس سے کہوں، اب میرے دل میں یہ بات آتی ہے کہ تم سے کہوں، وہ یہ ہے کہ میری جانب سے شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں گزارش کرنا کہ مجھ مسکین کو اپنے خدمت گاروں کی صف میں

شامل فرمالیں"۔ میں حیرت میں ڈوب گیا کہ خواجہ عمرؒ نے بارہا فرمایا ہے کہ وہ برسوں تک شیخ احمد نجّارؒ کی صحبت میں رہے ہیں۔ ایسا کیوں ہے کہ وہاں بیعت نہیں کی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کو خواجہ احمد نجّار سے صحبت تھی، وہ اُس زمانے کے مشائخِ کبار میں سے ہوئے ہیں؛ کیا بات ہے کہ وہاں آپ نے بیعت نہیں کی ؟ اُنھوں نے کہا: "اس وقت مجھ پر سُکر غالب تھا، اس لیے (بیعت کی طرف) توجّہ نہیں کی، یہاں تک کہ اُن کا وصال ہو گیا اور میں عالمِ صحو میں آگیا اور جب ہوش آیا تو یہ محسوس کیا کہ اِس معاملے میں شیخ کی ضرورت ہے۔ اب شیخ کی طلب اور کھوج شروع کی، ہر علاقے سے آنے والوں اور مُسافروں سے وہاں کے بزرگوں کا احوال پوچھتا تھا، کچھ زمانہ اِسی میں گذر گیا، کسی پر دل نہ جمتا تھا، ایک دن میں مسجد کی محراب میں مشغول تھا تو دیکھا کہ محراب سے ایک شخص باہر آیا اور اُس نے کہا: "شیخ نظام الدین سے بیعت کرلو"۔ میں ہوش میں آیا اور کہا: "سبحان اللہ، یعنی یہ کیا ہے کہ مجھے وہاں حوالے کر رہے ہیں"۔ دوسری بار پھر مُراقبے میں تھا تو مجھے یہ آواز سُنوائی گئی کہ شیخ نظام الدین سے بیعت کرو۔ جب آپے میں آیا تو وہی پہلا والا خطرہ دل میں گذرا ایک بار پھر بہت تاکید کے ساتھ مجھے یہ آواز سنائی دی کہ "ارے فلاں، ہم نے تجھ سے نہیں کہا کہ شیخ نظام الدین سے بیعت کرلے"۔ میں ہوش میں آیا اور جان لیا کہ یہ آواز محض رحمانی ہے اور اُن پچھلے اندیشوں سے میں نے توبہ کی، مگر اِتنی بات دل میں ضرور رہی کہ جب مجھے وہاں حوالے کیا جارہا ہے تو بارے مجھے شیخ کے مقامات اور مرتبہ تو معلوم ہو۔ اِس نیّت سے میں نے مراقبہ کیا۔ کچھ مدّت کے بعد مجھے کشف ہوا کہ شیخ الاسلام نظام الدین اِس زمانے میں فلاں مقام پر ہیں (خواجہ عمرؒ نے وہ مقام بتایا مگر یہاں اِس رسالے میں کھول کر اس لیے نہیں لکھا جارہا ہے کہ عوام غلط فہمی میں نہ پڑجائیں اور کم عقل لوگ اُس کا تحمل نہیں کرسکیں گے۔

غرض خواجہ عمرؒ نے فرمایا: "اُس دن سے میں حیرت میں ہوں کہ یہ بات کس سے کہوں؟ اب تم چونکہ شیخ کے خادموں میں سے ہو، تم سے کہتا ہوں"۔

"شیخ کی خدمت میں میری جانب سے گذارش کرنا کہ وہ ازراہِ کرم مجھے اپنی خدمت گاری میں قبول فرمالیں۔ میں نے یہ پیغام قبول کیا اور اُن کے پاس سے روانہ ہوا جب شیخ کی خدمت میں پہنچا تو پہلی ہی مجلس میں خواجہ عمرؒ کی درخواست پیش کی۔ فرمایا کہ وہ بہت بڑے بزرگ ہیں۔ میں جب بھی اُن کا تذکرہ کرتا تھا، شیخ خوش ہوتے تھے اور خدمتِ شیخ (کی طبیعت) میں فرحت پیدا ہو جاتی تھی۔ فرماتے تھے: "پھر مقصود کیا تھا؟"، میں نے عرض کیا، "غرض یہ تھی

کہ خدمتِ شیخ کے خدمت گاروں کی صف میں شامل ہو جائیں"۔ فرمایا: "اچھی بات ہے ہم نے اُنھیں قبول کیا"۔ اِس کے کم و بیش دو مہینے کے بعد خواجہ عمرؒ نے دو بیٹوں کو شیخ کی خدمت میں بھیجا۔ خدمتِ شیخ نے اُن پر نوازش فرمائی چند روز کے بعد اُنھیں واپس بھیج دیا۔ اپنی خاص خلعت، دستار، کلاہ اور مصلیٰ عطا فرمایا اور کم و بیش اسّی (۸۰) ٹوپیاں بھیجیں۔ خواجہ عمرؒ کے بہت سے مرید تھے جو مشغول تھے اور اس راہ کے سالک تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اتنی ٹوپیاں اس لیے تھیں کہ اُن مشغولوں میں سے جس کو مناسب سمجھیں اُسے دے دیں، اور یہ ایک طریقہ خلافت (عطا کرنے) کا بھی ہے۔ اِس کے بعد میں نے یہ قصّہ مولانا جمال الدینؒ کی خدمت میں عرض کیا، مولانا جمال الدین قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا کہ اِسی تاریخ میں مولانا تقی الدین نے بھی کسی کو شیخ کی خدمت میں بھیجا تھا اور کہا تھا کہ اِس وقت ہمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ خدمتِ خواجہؒ فلاں مقام پر (فائز) ہیں، یہ شخص آیا اور اُس نے شیخ کے سامنے کُھل کر یہ بات کہہ دی۔ خدمتِ شیخ اُس کی باتوں سے تنگ آ گئے اور فرمایا "خیر، اے خواجہ ہم کہاں اور وہ مقام کہاں، وہ محل کہاں ہے؟"۔ اقبال سے فرمایا کہ اِس شخص کو کچھ چیز دے کر روانہ کر دو۔ اُسے کچھ (تبرّک) دیا گیا، اُس نے ادب سے سر جھکایا اور واپس ہو گیا۔ میں نے یہ حکایت فلاں کتاب کے حاشیے پر لکھ دی ہے۔ مولانا جمال الدینؒ نے فرمایا کہ وہ کتاب لائیں، جب کتاب لائی گئی تو بالکل یہی بات اُس میں لکھی ہوئی تھی۔

حکایت (۴۲) ایک بار ایک بزرگ دہلی سے خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے گئے وہ خواجہ نجم الدین اصفہانی کے سامنے بیٹھے تھے اور اس وقت خواجہ نجم الدین اصفہانی اپنے زمانے کے بزرگوں کا تذکرہ کر رہے تھے۔ اُس بزرگ نے عرض کیا کہ "خواجہ جب آپ اِس وقت کے بزرگوں کا تذکرہ کر رہے ہیں تو گذارش یہ ہے کہ کچھ شیخ نظام الدین کا ذکر بھی فرمائیے کہ آپ کی زبان مبارک سے سُنا جائے"۔ اُنھوں نے کہا کہ "شیخ الاسلام نظام الدین کا ذکر کرنے کی حاجت نہیں ہے، اِس لیے کہ اُن کی بزرگی اِس دُنیا میں ڈھکی چھپی نہیں رہ گئی ہے، وہ تو اس زمانے کے قُطب ہیں"۔ اور اِسی طرح جب بھی شیخ نجم الدین کی مجلس میں شیخ کا تذکرہ ہوتا تھا تو شیخ کی بزرگی (کے بیان) میں بہت غلو فرماتے تھے اور شہر دہلی کے بزرگوں میں سے جو بھی وہاں (خانہ کعبہ میں) وارد ہوتا تھا شیخ نجم الدین خدمتِ شیخ کی خیر و عافیت بہت گرم جوشی سے معلوم کرتے تھے، اور بہت تعظیم کرتے تھے۔ شیخ نجم الدین جیسا ہی بزرگ چاہیئے جو شیخ کی بزرگی کو پہچان سکے، ہم تم وہاں تک کہاں پہنچ سکتے ہیں!

حکایت (۴۳) اِس ضعیف کے دادا نے بیان کیا: ایک بار چھ جوگی آئے اور خدمتِ شیخ کی دہلیز میں بیٹھ کر مُراقبے میں مشغول ہو گئے، وہ کسی سے بات نہیں کر رہے تھے۔ اقبال گئے اور خدمتِ شیخ کو اطلاع دی۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: "اُنھیں اندر بلا لو۔" جب وہ شیخ کے سامنے آئے تو اُنھوں نے ادب سے سر جُھکایا۔ فرمان ہوا: "بیٹھ جائیے۔" بیٹھ گئے۔ میں دروازے کے تختے پر کھڑا تھا تاکہ دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ اُن میں سے ایک نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا اور اپنے ساتھی جوگیوں میں سے ایک کی جانب اشارہ کر کے کہا کہ یہ شخص کالورو کے فلاں پہاڑ میں چالیس سال سے ایک غار میں رہتا ہے اور کسی سے ملاقات نہیں کرتا۔ پھر دوسرے کی طرف اشارہ کیا کہ یہ شخص پچاس سال سے ایک غار میں تھا۔ اِسی طرح پانچوں کے بارے میں بتایا کہ ان میں سے ہر ایک تیس سال، چالیس سال کسی غار میں رہا ہے اور کسی سے مِلنا جُلنا نہیں رکھا، حتّٰی کہ اُس وقت اِن کے باطن میں یہ اِلقا کیا گیا کہ دہلی میں ایک ایسے بزرگ موجود ہیں۔ ہم سب نے باہم اتّفاق کیا کہ کچھ دیر کے لیے خود کو شیخ کی نظر میں رکھیں تو یہ ایک کام ہو گا۔ اس نیّت سے خواجہ کی قدمبوسی کا قصد کیا ہے اور اس کے سوا ہم کوئی غرض نہیں رکھتے۔ جب یہاں سے واپس ہوں گے تو ہر ایک اپنے ٹھکانے پر چلا جائے گا۔ خدمتِ شیخ نے اُن سے بات چیت کی اور اُنھیں رخصت کر دیا۔ یہ حکایت میں نے اِس لیے سُنائی کہ تم جان سکو کہ ہر مذہب میں جو دانا، صاحبانِ ریاضت و مشغولی تھے وہ خدمتِ شیخ کی بزرگی کا اعتقاد رکھتے تھے اور اُسے پوری عقیدت سے تسلیم کرتے تھے، اُن کے آستانے پر سر ٹیکتے تھے۔ اِسی طرح کی اور بہت سی حکایتیں ہیں اگر میں کہوں تو قصّہ بہت دراز ہو جائے گا۔

حکایت (۴۴) ایک دن خدمتِ شیخ شہر میں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک برہمن کھڑا تھا جو اِس کام میں کامل حال تھا اور مشغولی رکھتا تھا۔ جب اُس نے شیخ کو دیکھا تو اللہ جانے اُسے کیا دکھایا گیا کہ وہ بے خود ہو گیا۔ کسی شخص سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ اُس نے شیخ کا نام لیا۔ پھر پوچھا ان کا گھر کہاں ہے؟ اُس نے کہا: غیاث پور میں۔ پھر اُس نے سوچا کہ اِس بزرگ سے ملاقات کیسے کی جائے، اِسی خیال سے مولانا یُوسف کلاکھڑی کی خدمت میں آنا جانا شروع کیا۔ چند روز کے بعد اُس نے مولانا سے پوچھا کہ آپ ہر ہفتہ میں ایک دن رات کے لیے غائب ہو جاتے ہیں یہ کیا بات ہے؟ مولانا نے کہا: "ہمارے ایک شیخ ہیں ہر ہفتہ میں ایک دن رات ہم اُن کی خدمت میں گذارتے ہیں۔" اُس برہمن نے کہا: کیا یہ ممکن ہے کہ آپ

خدمتِ شیخ سے میری ملاقات کرا دیں ؟" مولانا نے یہ بات منظور کر لی۔ اُسے شیخ کی خدمت میں لے آئے، پہلے اُسے دہلیز پر چھوڑا اور خود شیخ کی خدمت میں گئے، اُس وقت خواجہ محمدؒ امام شیخ کے پاس بیٹھے تھے مولانا کو حکم ہوا بیٹھ جائیے۔ مولانا بیٹھ گئے پھر اُس برہمن کی درخواست پیش کی۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: "انھیں اندر بلا لو" جب برہمن سامنے آیا، ادب سے سر جھکا کر بیٹھ گیا اور مُراقبے میں چلا گیا۔ مشغول ہو گیا۔ خدمتِ شیخ نے خواجہ محمدؒ کی طرف دیکھا اور فرمایا "یہ شخص مشغول ہو گیا" کچھ دیر تک وہ اِسی حالت میں رہا پھر مُراقبے سے سر اُٹھایا، زمین بوس ہوا اور واپس چلا گیا۔ مولانا یُوسف حیران ہوئے کہ اِس شخص کو میں کہاں لے آیا کہ اِس نے تو کوئی بات بھی نہ کی، اُٹھ کر چل دیا۔ خدمتِ شیخ نے مولانا کی طرف رخ کیا اور مُسکرا کر فرمایا: "مولانا اِس قوم میں ایسے لوگ بھی ہیں!" جب صبح کو مولانا اپنے گھر آئے تو وہ برہمن بھی مولانا کی خدمت میں آیا۔ مولانا نے اُس سے کہا: "تم نے یہ کیا کیا کہ شیخ کے سامنے مراقبے میں چلے گئے اور کوئی بات نہ کی۔ یونہی واپس آ گئے" برہمن نے کہا: "میں کیا بات کرتا، میں مشغول ہو گیا اور چاہا کہ شیخ کے باطن کو ٹٹولوں کہ یہ کون سی نعمتیں ہیں جو اُن کی گفتگو میں ظاہر ہو رہی ہیں، میں نے ہر چند کوشش کی مگر راستہ نہ ملا اور کسی جانب سے بھی (باطنِ شیخ میں) داخل نہ ہو سکا، خدا ہی جانتا ہے کہ شیخ کے باطن میں کون سی نعمتیں ہیں اور اُن کو پا لینا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ جب میں نے یہ دیکھا حیران ہو گیا کہ بات کیا کروں؟"

حکایت (۴۵)

جس زمانے میں سُلطان علاء الدّین (خلجی) نے یہ فرمان نکالا کہ کوئی غلام ولایتِ بالا (افغانستان) کی جانب نہ لے جایا جائے، قتلغ خواجہ نے بھی کہا کہ کوئی گھوڑا ہندوستان کی طرف نہ لے جائیں، اُس زمانے میں ایک شخص یہاں سے گیا، وہاں چند گھوڑے خریدے اور یہ چاہا کہ کسی حیلے بہانے سے اِس طرف لے جائے، اُسے دیکھ لیا گیا اور گرفتار کر کے قتلغ خواجہ کے سامنے لے گئے۔ اُسی وقت اُس شخص نے یہ نیّت کی کہ اگر میں اِس جگہ سے سلامتی کے ساتھ نکل جاؤں گا تو شیخ کی خدمت میں جا کر بیعتِ توبہ کروں گا۔ شیخ اِس وقت آپ میری دستگیری فرمائیے اور مجھے اِس ہلاکت سے باہر نکال لیجیے۔ جب اُسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا اُس نے کہا: "آؤ، تم کہاں کے ہو؟ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ہم نے حکم دے رکھا ہے کوئی شخص یہاں سے گھوڑا لے کر نہ جائے۔" اُس نے کہا: "میں غیاث پور کا رہنے والا ہوں، شیخ الاسلام نظام الدّین کے خدمت گاروں میں سے ہوں۔" قتلغ خواجہ نے جب خدمتِ شیخ کا نام سنا تو سر نیچے جھکا لیا، کچھ دیر کے بعد سر اُٹھایا اور وزیر سے کہا "یہ ایسے شخص کا نام لے رہا ہے کہ ہمارا اِس پر

کچھ بس نہیں چل سکتا سوائے کرم کرنے کے۔ کیونکہ جنگ کیلی کے دن اُس بزرگ نے تین بار میری طرف عصا پھینکا تھا۔ اُس وقت میں نے اُسے نہیں پکڑا اور نہ سلطان علاء الدین کا لشکر میری فوج کو شکست نہیں دے سکتا تھا۔ اب اِس شخص کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ وزیر نے کہا: "جو کچھ بادشاہ جانتے ہیں، ہم نہیں جانتے۔ اِس موقع پر تو سوائے مرحمت کے کچھ نہیں ہو سکتا۔" بادشاہ نے فرمایا کہ اِسے خلعت دیا جائے اور جتنے گھوڑے اِس نے خریدے ہیں اُتنے ہی دوسرے گھوڑے خاص (شاہی) اصطبل سے اِسے بطور انعام دیے جائیں۔ ایسا ہی کیا گیا، اُسے خلعت پہنائی گئی اور قتلغ خواجہ کے سامنے لایا گیا۔ قتلغ خواجہ نے کہا:

"تم نے ایسے شخص کا نام لیا کہ ہم سوائے خلعت و انعام دینے کے اور کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ اب تم جاؤ، میں نہیں چاہتا کہ دوسری بار تم ایسا کرو۔ جب تم شیخ کی خدمت میں پہنچو تو ہماری طرف سے زمین پر سر رکھنا اور دعا کی درخواست کرنا اور ہم نے تمھارے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ شیخ کے سامنے بیان کر دینا۔"

جب وہ شخص دہلی آیا تو وہ سب باتیں شیخ کی خدمت میں عرض کیں۔ شیخ نے تبسّم فرمایا اور خاموش رہے۔ یہ قصّہ جب یارانِ مجلس نے سُنا تو اِس ٹوہ میں لگ گئے کہ جنگِ کیلی کے دن خدمتِ شیخ کس کام میں مشغول تھے اور شیخ کے پاس اُس وقت کون تھا۔ معلوم ہوا کہ اُس دن محمود بیاسائی کے سوا شیخ کے پاس کوئی نہیں تھا۔ لوگوں نے اُن سے سوال کیا۔ اُنھوں نے کہا: جنگ کے دن شیخ حجرے کے اندر مشغول تھے اور میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا کہ چاشت کے وقت شیخ عصا ہاتھ میں لے کر باہر تشریف لائے اور دَکّ کے کنارے دریا پر کھڑے ہوئے اور تین بار دریا کی طرف اپنا عصا پھینکا پھر واپس آ گئے۔ لوگوں کو اُس شخص کی حکایت کی تصدیق حاصل ہو گئی۔

پانچواں باب

(۵)

(خدمتِ شیخ کی کرامتوں کا اظہار، خدمتِ شیخ اور بعض اصحاب کے معاملات)

ضمیرِ اصحاب پر روشن رہے کہ (کتبِ) عقائد میں لکھا ہوا ہے کہ اولیاء کی کرامات حق ہیں، مگر ولی پر کرامت کا چھپانا فرض ہے، سوائے چند مواقع کے۔ مثلاً حالتِ سُکر میں، لوگوں کی رہنمائی اور ترغیب کے لیے، یا ایسے ہی امور میں اگر ولی کرامات کا اظہار کرتا ہے تو جائز ہے۔ خدمتِ شیخ اگرچہ اپنی کرامت چھپانے کی انتہائی کوشش کرتے تھے، کسی کے سامنے اِس طرح کا کچھ اظہار کرتے بھی تھے تو وہ اشاروں میں یا حکایات کے پردے میں ہوتا تھا۔ مگر "سچ کو کوئی چیز چھپا نہیں سکتی" اس کہاوت کے مصداق شیخ کی بزرگی، کرامت اور معاملات دنیا والوں سے ڈھکے چھپے نہیں رہے۔ نئے نیاز مندوں کی ترغیب کے لیے ان میں سے چند کرامتوں کا بیان کیا جاتا ہے۔

حکایت (۶۴) خدمتِ شیخ کے امام مولانا شہاب الدّین نے کہا:- ایک بار قاضی محی الدّین علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ آج خدمتِ شیخ کا عجب حال تھا۔ ایک حدیث بیان کی اور اُس حدیث کے بعد نظامی کا شعر پڑھا۔ وہ حدیث یہ تھی: "جس نے کسی موحّد کو قتل کیا، وہ جنّت کی خوشبو نہیں سونگھ سکے گا۔" فرمایا کہ اِس حدیث کے ظاہری معنی سنّت وجماعت کے (عقیدے کے خلاف) ہیں۔ اِس کی ایک تاویل کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جنّت میں داخل ہونے سے پہلے مقامِ حساب میں حق تعالیٰ کی عنایت سے جنّت کی خوشبو پھیلے گی، تاکہ اُن پر حساب آسان ہو جائے، پس جس شخص نے موحّد کو قتل کیا ہوگا، اُس کو شدّتِ حساب کے لیے وہ خوشبو نہ پہنچے گی، اور نظامی کا جو شعر پڑھا، وہ یہ تھا:

بادے کہ سحرگہ ز سرِ کوے تو آید جان باش، فدا باد کہ زو بوے تو آید

(جو ہوا صبح دم تیرے کوچے سے آتی ہے، اُس پر جانیں قربان ہوں، کہ اس سے

تیری خوشبو آتی ہے)

اِس کے بعد بے حد مغلوب ہو گئے —— اور تین بار یہ فرمایا کہ " خواجہ کی نعمت سے وہ (خوشبو) اِس وقت اِس مجلس میں موجود ہے،، آج ایسی حالت تھی جو خواجہ نے یہ بات ظاہر کر دی۔

حکایت (۴۳) مولانا حجت نے کہا: ایک بار مجھے بخار ٹھہر گیا اور میں خون تھوکنے لگا۔ طبیبوں نے کچھ ٹھنڈی دوائیں دیں، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ جب بیماری بہت غالب ہوگئی تو میں نے قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میرا حال خواجہ کے سامنے بیان کر کے اُن سے دعا کی درخواست کرنا۔ قاضی خواجہ کی خدمت میں گئے۔ دیکھا کہ خواجہ افطار کر چکے ہیں اور کھانے میں مشغول ہیں۔ قاضی نے کہا: "جب میں اندر آیا خدمتِ شیخ نے فرمایا: " قاضی بسم اللہ"۔ میں بیٹھ گیا اور کھانے میں مشغول ہو گیا۔ کھانے کے دَوران میں فرمایا: " مولانا حجت کا کیا حال ہے؟" قاضی نے کہا: " اِس وقت خلافِ معمول اُنھیں کے کام سے حاضر ہوا ہوں" پھر قاضی نے اُن کی کیفیت بیان کی۔ خواجہ نے فرمایا: " کوئی گھبرانے کی بات نہیں، تم دل جمعی سے کھانا کھاؤ۔" جب کھانے کی مجلس ختم ہوئی تو ایک نان میں کچھ حلوا لپیٹ کر قاضی کو دیا اور فرمایا کہ یہ مولانا حجت کو دیدینا تاکہ وہ کھالیں۔،، مولانا حجت کہتے ہیں کہ جب حلوا میرے پاس آیا تو طبیب نے کہا حلوہ گرم ہے، اور تمھیں بخار چڑھا ہوا ہے، مناسب نہیں، اِسے رکھ لو، جب ٹھیک ہو جاؤ گے، تو کھالینا۔ میں نے اُس کی بات پر دھیان نہ دیا۔ وہ حلوا کھا گیا۔ بس میری دوا وہی تھی۔ مجھے صحت ہوگئی۔

حکایت (۴۴) مولانا شہاب الدین امامؒ نے کہا: ایک بار قاضی محی الدین کاشانی نے اِس ضعیف سے فرمایا کہ میرے بیٹے عبد اللہ نامی کی بیماری جب حد سے تجاوز کر گئی تو میں نے سوچا کہ شیخ کی خدمت میں جاؤں۔ دیکھوں اُن کی زبانِ مبارک سے کیا نکلتا ہے۔ میں اُس کا علاج کرتے کرتے عاجز ہو گیا تھا۔ میرا دُکھ اور پریشانی حد سے بڑھ گئی تھی۔ جب میں شیخ کی خدمت میں گیا اور اپنے بیٹے کا حال بیان کیا تو اُنھوں نے سب سنا، پھر میرے حالات سے مناسبت رکھنے والی حکایت شروع کر دی۔ کہ کسی شخص کا ایسے ہی ایک بیٹا تھا۔ ایک بار اُس کو مرض نے آدبوچا اور اتنا طول پکڑا کہ وہ علاج کرتے کرتے عاجز آ گیا۔ حتیٰ کہ اُس کے رشتہ داروں میں سے ہر ایک یہ سمجھنے لگا کہ اگر اس بچے کو موت آتی ہے تو یہ باپ بھی زندہ نہ رہ سکے گا۔"

جب اُس بچے کا انتقال ہو گیا تو انھوں نے مردانہ وار صبر کیا اور کسی طرح کا رونا دھونا تھوڑا بہت بھی اُن سے ظاہر نہ ہوا۔ بعض ناسمجھ لوگوں نے طعنہ بھی دیا کہ یا تو وہ حال تھا، یا اب یہ صورت ہے! اُنھوں نے کہا کہ اُس وقت مجھے ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا، اور اِس وقت بھی ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ میرا بیٹا تھا، اور اُس کی تیمارداری جتنی بھی ہو سکے مجھ پر واجب تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُس کا میں نے پورا حق

ادا کیا۔ اب جو وہ جوارِ رحمتِ حق میں پہنچ گیا ہے، تو مجھ پر صبر کرنا واجب ہے۔ اِس کے بعد ایک ترنج زمین سے اُٹھا کر میرے ہاتھ پر رکھا اور کہا کہ " مولانا اپنے بیٹے کو یہ ترنج دو اور میری جانب سے اُسے بہت پوچھنا، کہنا کہ غم نہ کرو، سب کچھ آسان ہوگا اور تم پر اللہ کا بہت کرم رہے گا۔"

جب میں نے شیخ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ سنے تو (اپنے دل میں) کہا کہ خدمتِ شیخ نے میرے بیٹے کو وداع کر دیا۔ میں نے بیٹے سے ہاتھ دھو لیے اور گھر جا کر خدمتِ خواجہ کا فرمان بعینہٖ بیٹے کو سنا دیا۔ اُس کی ہمت بندھ گئی اور دل قوی ہوگیا۔ چند روز کے بعد وہ بیٹا رحمتِ حق سے جا مِلا۔ مگر اس وقت جب اُس کا انتقال ہوا، ایسا تجربہ ہوا جیسے کسی نے میرے جگر سے ایک ٹکڑا کاٹ کر جدا کر دیا ہو۔ اگرچہ یہ حال تھا مگر شیخ کے انفاس کی برکت سے، جنھوں نے صبر کی دعا دی تھی، مجھے صبر میسر ہوگیا۔

حکایت (۴۹) مولانا شہاب الدّین امامؒ نے کہا: ایک بار قاضی محی الدّین علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ایک زمانے میں گھروالی سے میرا ایسا جھگڑا ہوا کہ میرا دل اہل خانہ سے قطعِ تعلّق کرنے پر آمادہ ہوگیا، مگر پھر یہ خیال ہوا کہ یہ بات خدمتِ شیخ سے عرض کروں، اُس کے بعد علیحدگی ہو۔ جب میں نے خدمتِ خواجہ سے یہ ماجرا عرض کیا تو اُنھوں نے کچھ سوچا۔ پھر فرمایا: "تمھارے درمیان جدائی ہونی نہیں ہے، بلکہ صلح ہو جائے گی، اور صلح کے بعد ایک بچہ بھی ہوگا"! شیخ کے الفاظ کی برکت سے ہمارے درمیان صلح ہوگئی، حالانکہ اُس کی ہرگز کوئی اُمّید نہ تھی، اور کچھ زمانے کے بعد ایک بیٹا بھی پیدا ہوا۔

حکایت (۵۰) اِس ضعیف کے دادا نے فرمایا: خواجہ احمد بداؤنی ایک شوریدہ حال شخص تھے۔ جہاں کہیں دریا کا کنارا یا قبرستان یا غیر آباد مسجد دیکھتے، وہاں رہتے تھے۔ مخلوق سے دور بھاگتے تھے، اور مجھ پر پوری شفقت رکھتے تھے۔ میرے پاس آتے جاتے تھے، اور خلوت میں اِس کام (درویشی) کی باتیں بہت سمجھ داری کی اور مبنی بر حقیقت کرتے تھے، مگر خلق کے درمیان خود کو شوریدہ حال ظاہر کرتے تھے۔ کبھی کبھی میں اُن سے پوچھا کرتا تھا کہ تم نے یہ شورش اور گریز کا طور طریقہ کہاں سے اختیار کیا ہے؟ اِس کا جواب نہ دیتے تھے۔ تا آں کہ ایک بار میں نے یہی سوال کیا تو اُنھوں نے اپنی شوریدگی کا بھید اُگل دیا اور کہا: اے خواجہ کیا پوچھتے ہو؟ ایک رات کو میں دریا کے کنارے تھا، دیکھا کہ خدمتِ شیخ کھڑاویں پہنے ہوئے دروازے سے باہر نکلے اور اسی طرح کھڑاویں پہنے پہنے پانی کے اوپر سے گزر گئے اور اس جزیرے میں چلے گئے۔ میں ایک کونے میں دُبکا رہا۔ یہاں تک کہ رات کے پچھلے پہر میں نے دیکھا کہ خدمتِ شیخ کھڑاویں پہنے ہوئے کُدارا[1] سے پھر دریا کے اِس طرف آئے اور اپنے گھر میں چلے گئے۔ مجھے اُس وقت

---

[1] کُدارا (بروزن غبارہ) قدیم زبان کا لفظ ہے، یا کسی مقام کا نام ہے، جو اب مٹ چکا ہے۔ یہ لفظ کتب لغات میں نہیں ملا۔

حیرت نے پکڑ لیا میں بے خود ہو گیا۔ چند روز تک اِسی طرح شوریدہ حال پھرتا رہا۔ اُسی زمانے میں موسمِ گرما کے ایک دن لُو چل رہی تھی، اور خلقِ خدا اِدھر اُدھر ہو گئی تھی۔ میں نے ٹھیک دوپہر میں خدمتِ شیخ کو دیکھا کہ وہ گھر سے باہر نکلے، اور حظیرۂ یاراں کی طرف چلے۔ میں خدمتِ شیخ کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا یہاں تک کہ خدمتِ شیخ حظیرۂ یاراں سے بھی گذر گئے، اور صحرائے جودا[1] کی جانب چلے اور اُس صحرا میں دو تین کوس تک کوئی چیز حائل نہ تھی۔ چٹیل میدان تھا۔ خدمتِ شیخ جا رہے تھے اور جُودا کے پاس اُس صحرا میں ایک حظیرہ تھا۔ خدمتِ شیخ اُس حظیرے کے پیچھے محراب کی طرف گئے۔ جب میرے اور شیخ کے درمیان وہ (حظیرہ) حائل ہو گیا تو میں نے قدم بڑھائے۔ آگے بڑھ کر دیکھا کہ خدمتِ شیخ اُس جگہ سے غائب ہو گئے۔ میں نے دائیں بائیں نظر دوڑائی، چاروں طرف صحرا تھا، اور کوئی چیز حائل نہ تھی ـــــــ

جب دیکھا کہ خدمتِ شیخ غائب ہو گئے ہیں تو میں نے اُن کے نشانِ قدم پر چلنا شروع کیا۔ حظیرے کی محراب کے نزدیک آ پہنچا۔ دیکھا کہ محراب کا تکیہ شیخ کے قدموں پر جھک رہا ہے۔ وہاں میں نے شیخ کے قدموں کی دھول اپنے سر اور چہرے پر ملی اور میرے اندر ایک شوریدگی پیدا ہو گئی۔ اس وقت سے اے عزیز میں ایسا شوریدہ و آوارہ پھر رہا ہوں۔"

حکایت (۵۱) مولانا بدرالدّین علیہ الرحمۃ نے بیان کیا "ایک بار میں شیخ کے گھر کی دہلیز میں رات کے وقت مشغول تھا، تھوڑی رات گذر چلی تھی، میں نے دیکھا کہ ایک اونٹ آیا۔ ایک دریچہ دروازے کے سامنے تھا، جس سے باہر دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ اُس کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ میں نے شیخ کو دیکھا کہ وہ دریچے سے باہر نکلے اور اُس اونٹ پر سوار ہو گئے، وہ ہوا میں اُڑ گیا۔ میں بے خود ہو گیا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد اپنے آپے میں آیا۔ آنکھوں سے نیند اُڑ گئی۔ یہاں تک کہ رات آخر ہو گئی پھر میں نے دیکھا کہ وہ اُونٹ آیا اور اُسی دریچے کے نیچے کھڑا ہوا۔ شیخ نے دریچہ کھولا اور اندر چلے گئے، وہ اونٹ واپس ہو گیا۔

حکایت (۵۲) مولانا فخرالدین مَروزی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا: ایک دن میں نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا: "ایک بار مجھے سخت پیاس لگی، سامنے کوئی شخص نہیں تھا، جس سے پانی مانگوں۔

---

[1] صحرائے جودا (بروزن گُودا) قدیم دہلی کے کسی علاقے کا نام ہے، اب یہ نام معدوم ہو چکا ہے۔

اچانک پانی کا بھرا ہوا ایک کوزہ ظاہر ہوا۔ میں نے اُس پر آستین ماری اور وہ کوزہ توڑ دیا۔ پانی بکھر گیا۔ میں نے کہا کہ میں کرامت کا پانی نہیں پیوں گا۔"

خدمتِ شیخ نے فرمایا کہ پی لینا چاہیئے تھا۔ ایسا بھی ہوجاتا ہے ایک بار میں کنگھی کرنا چاہتا تھا کوئی موجود نہیں تھا۔ اِسی بیں دیکھا کہ دیوار میں شگاف پڑا اور دیوار سے ایک کنگھی برآمد ہوئی۔ میں نے لے لی اور کنگھی استعمال کی۔

حکایت (۵۳) مولانا عماد الدین مُذکّرنے بر سرِ منبر بیان کیا کہ جب میں امروہہ میں جلاوطن تھا، ایک دن قید کی حالت میں تلاوتِ قرآن کر رہا تھا۔ خطیر نام کا ایک دیوانہ امروہہ میں ہے۔ وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا: "مولانا اُٹھو اور سو جاؤ۔" طالب علموں میں جو رعونت ہوتی ہے، اُس کی وجہ سے میں نے اُس کی بات پر دھیان نہیں دیا۔ وہ یہ کہہ کر واپس ہوگیا۔ اُسی وقت سے میرا سر بھاری ہونے لگا۔ یہاں تک کہ تلاوت کرنے کی سکت باقی نہیں رہی۔ مجبوراً سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ یہ شہرت ہو رہی ہے کہ میرے والد مولانا حُسام درویش وعظ کہیں گے۔ میں گھر میں آیا اور دیکھا کہ والد صاحب کپڑے پہن رہے ہیں۔ میں نے کہا: "کیا ہے؟ آپ وعظ کہیں گے"؟ اُنھوں نے کہا کہ خواجہ جُنید تشریف لائے ہیں۔ اُن کے سامنے کچھ بیان کروں گا۔ میں نے کہا۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں۔ اُنھوں نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ ہم مسجد میں آئے۔ میں نے والد صاحب سے پوچھا کہ خواجہ جُنید کہاں ہیں؟ اُنھوں نے ایک شخص کی جانب اشارہ کیا۔ میں نے کہا کہ یہ تو شیخ نظام الدّین ہیں۔ والد نے کہا کہ ہمارے زمانے کے جُنید یہی ہیں۔

حکایت (۵۴) علی شہ جاندار نے کہا: ایک بار میں نے ایک طالب علم کو دیکھا کہ وہ شیخ کے دروازے پر آیا۔ اُس کا آدھا سر گُھٹا ہوا تھا، جو لوگ موجود تھے، اُنھوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟ اُس نے کہا کہ میں فلاں قصبے میں اپنے گھر میں سویا ہوا تھا تو خواب میں دیکھا، گویا دو بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا: شیخ فریدالدّینؒ اور شیخ نظام الدّین قدّس اللہ روحہما ہیں۔ میں شیخ فریدالدّینؒ کے سامنے گیا کہ مجھے اپنی مریدی میں قبول فرمالیں۔ اُنھوں نے فرمایا: اب یہ ہمارا کام نہیں رہا۔ اُن کے پاس جاؤ۔" اور خدمتِ شیخ (نظام الدّین) کی جانب اشارہ کیا۔ میں شیخ کے سامنے آیا۔ شیخ نے میرا سر تھوڑا سا مونڈا اور فرمایا کہ "غیاث پور میں آنا، وہاں اِسے پورا کر دیں گے۔" اب میں حاضر ہوا ہوں، دیکھتا ہوں کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔ وہ خواجہ کی خدمت میں گیا۔ بیعت اور حلق کی سعادت حاصل کی۔

حکایت (۵۵) مولانا بدرالدّین علیہ الرحمہ نے کہا: ایک شخص نے حکایت بیان کی کہ ایک بار میں خواجہ

قدس اللہ سرہ کی خدمت میں زیارت کے لیے حاضر ہوا تھا۔ جب وہاں سے اٹھا اور اندرپت میں شمس گازورنی کے پاس گیا تو انھوں نے پوچھا: "تم کہاں تھے؟" اُس شخص نے کہا: "خواجہ کی خدمت میں تھا۔" اُس نے کہا: کون خواجہ؟ میں نے کہا:۔ خدمتِ شیخ۔ اُس نے کہا، کون شیخ؟" میں نے کہا: "شیخ نظام الدّین کی خدمت میں تھا۔" کہنے لگا:۔ تم اُن کی اِتنی تعظیم کرتے ہو اور اُنھیں شیخ کہتے ہو؟ میں نے کہا: کیوں؟ کیا وہ شیخ نہیں ہیں؟

پھر میں نے اُس سے کہا: "آؤ مباہلہ کرلیں، اگر وہ حقیقی شیخ ہوں تو تم اِسی ہفتے میں مرجاؤگے ورنہ میں مرجاؤں گا۔" اُس نے کہا: ٹھیک ہے، ایسا ہی کیا۔ میں وہاں سے گھبرایا ہوا، حواس باختہ شیخ کی خدمت میں آیا۔ خواجہ نے فرمایا: "کیا بات ہے؟ تم آج ہی گئے تھے اور پھر واپس آگئے"۔ میں نے خواجہ کی خدمت میں سارا ماجرا بیان کیا۔ شیخ نے فرمایا:۔ "بے چارہ۔ اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون"— اِس کے بعد شمس گازرونی کا اُسی ہفتے میں انتقال ہوگیا۔

حکایت (۵۶) ایک بار شہر کے کوتوال نے شاہی محل کے چیف خواجہ رشید کو طلب کیا۔ اُس وقت کوتوال جمنا کے کنارے دک پر کھڑا تھا۔ رشید کو اس کے سامنے لایا گیا۔ ملک (کوتوال) نے اس پر غصّہ کیا اور ایک کوڑا رسید کیا۔ مہتر رشید بہت محترم اور بزرگ آدمی تھے۔ اسی حالت میں بہ نہایت شرمندہ و غمگین ہوکر واپس آئے— اور اس عہدے سے استعفا دے دیا، اور یہ رشید شیخ کے خدمت گاروں میں سے تھے۔ انھوں نے یہ قصّہ کسی سے بیان نہ کیا، یہاں تک کہ اِس پر چند مہینے گزر گئے۔ اب سلطان کا اُس کوتوال شہر پر عتاب نازل ہوا اور حکم دیا کہ اُس کے تمام اسباب اور املاک بہ حقِ سرکار ضبط کرلیا جائے۔ نیز فرمان ہوا کہ چکی کا پاٹ اُس کی گردن میں باندھ کر اُسے دریاے جمنا میں ڈال دیں۔ قضارا اُسی دکّ پر جہاں اُس نے رشید کے کوڑا مارا تھا، اُسے لایا گیا، اور دریا میں ڈبو دیا گیا۔ اِس بات کو بھی چند مہینے گذر گئے۔ ایک دن یہ رشید اور خواجہ محمّد امام شیخ کے سامنے بیٹھے تھے۔ خدمتِ شیخ نے رشید کی جانب رُخ کیا اور فرمایا: "جس نے تمھارے کوڑا مارا تھا، اُس کا کیا ہوا؟" رشید کو حیرت ہوئی۔ وہ اٹھے، اور زمین بوس ہوکر عرض کیا: "خدمتِ شیخ خوب جانتے ہیں۔" شیخ نے فرمایا: "میں تو جانتا ہی ہوں، تم بتاؤ"۔ رشید نے ساری کیفیت جو گزری تھی، بیان کی تو خدمتِ شیخ نے اپنا ہاتھ اپنی کمر پر رکھ کر فرمایا: "رشید۔ اُس نے وہ کوڑا تمھاری پیٹھ پر نہیں ہماری کمر پر مارا تھا" اور فرمایا: "جو کوئی ہمارے فرزندوں اور ساتھیوں سے محبت اور یگانگی کا تعلّق رکھے گا، وہ گویا ہم سے تعلّق رکھے گا۔ اور جو اُن کی مخالفت کرے گا وہ مخالفت بھی ہم سے ہوگی۔"

حکایت (۵۷) ایک بار خواجہ منہاج نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں یارانِ سلسلہ کی دعوت کرنا چاہتا

ہوں، خدمتِ شیخ بھی اپنے مریدوں کے ساتھ کرم فرمائیں۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: "سب اصحاب جائیں، کھانا کھائیں، سماع سنیں۔ میں بھی حاضر ہو جاؤں گا۔" خواجہ منہاج نے فرمان کے مطابق اصحاب کو کھانا کھلایا اور پھر سماع شروع کر دیا گیا۔ خواجہ منہاج شیخ کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ یہاں تک کہ محفلِ سماع خوب گرم ہو گئی۔ سب ساتھی سماع میں مشغول ہو گئے۔ خواجہ منہاج نے دیکھا کہ خدمتِ شیخ اُس مجمع میں کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ سمجھے کہ خدمتِ شیخ اِسی وقت آئے ہیں۔ جب سماع روکا گیا تو خدمتِ شیخ نظر نہ آئے۔ یہ سوچ میں پڑ گئے۔ دوبارہ سماع شروع کیا اور اصحاب سماع میں غرق ہو گئے تو پھر خدمتِ شیخ کو دیکھا کہ اُس محفلِ سماع میں کھڑے ہوئے ہیں۔ جب بھی سماع شروع کرتے تھے، خدمتِ شیخ کو کھڑا ہوا پاتے تھے اور جب سماع روکتے تھے تو وہ غائب ہو جاتے تھے۔ جب سماع ختم ہو گیا تو خواجہ منہاج نے یہ ماجرا خدمتِ شیخ سے عرض کیا۔ شیخ نے فرمایا: "جس محفل میں بھی ہمارے ساتھی سماع سنیں، وہاں ہمیں موجود جانیں۔"

حکایت (۵۶) ہندوستان میں کسی طرف ایک علاقہ ہے۔ اُس میں شیخ کے مریدوں میں سے چند لوگ علاؤالدین خلجی کے عہد میں اپنا روزگار کرتے تھے۔ ایک امیر وہاں گیا اور اُس شریر آدمی نے اُن کمانے والوں پر سختی کی۔ یہاں تک کہ وہ اُس کے ہاتھوں عاجز آ گئے۔ آپس میں سے ایک شخص کو چُنا اور شیخ کی خدمت میں روانہ کیا، اُس نے آکر خدمتِ شیخ میں صورتِ حال بیان کی۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: کچھ لکھ کر اس کو دے دیں تاکہ یہ اپنے ساتھ لے جائے۔" شیخ کی طرف سے ملک کے نام (سفارش) لکھ کر اُس کو دے دی گئی۔ وہ چلا گیا۔ وہاں جا کر وہ تحریر اپنے ساتھیوں کو دکھائی۔ دوسرے دن سب جمع ہوئے اور ملک کے پاس گئے۔ اتفاق سے اُس روز ملک دریائے گنگا کے کنارے چبوترہ بندھوا رہا تھا اور اُس پر کھڑا تھا۔ لوگ آئے اور آداب بجا لا کر وہ تحریر اُس کے ہاتھ میں دی۔ اُس نے پڑھی، اور اُن پر غصہ کرنے لگا، اُس کاغذ کو دریا میں پھینک دیا۔ یہ لوگ دم بخود واپس آ گئے اور اُسی شخص کو جو شیخ کا خط لایا تھا، دوبارہ شیخ کی خدمت میں بھیجا۔ اُس نے آکر ساری کیفیت شیخ کی خدمت میں بیان کر دی۔ خدمتِ شیخ نے تھوڑی دیر سوچا اور فرمایا: "سبحان اللہ، اگر کوئی خود کو پانی میں جھونک دے تو ہم کیا کریں؟" کچھ عرصہ کے بعد سلطان علاؤالدین کا مزاج اُس سے برگشتہ ہو گیا اور اُس نے حکم دیا کہ اُس کو باندھ کر دریا میں ڈال دیا جائے۔ ایسا ہی کیا گیا۔ اتفاق یہ کہ اُسی چبوترے پر اُسے لے کر آئے، جہاں سے اُس نے کاغذ دریا میں ڈالا تھا، اور وہیں اُس کو غرق کر دیا گیا۔

حکایت (۵۷) خواجہ رشید الدین نے کہا: "جب میں خانہ کعبہ کی زیارت سے واپس ہوا تو راستے میں مجھ پر تشنگی

کا غلبہ ہوا۔ میں ہر طرف پانی کی تلاش کرتا تھا۔ یہاں تک کہ مجھ پر بے ہوشی سی طاری ہونے لگی۔ اس حالت میں خدمتِ شیخ کو دیکھا کہ آئے ہیں اور فرماتے ہیں: "اے رشید اُٹھو پانی تو یہ ہے"۔ میں اُٹھا، اور جس جانب شیخ نے اشارہ کیا تھا، اُدھر تھوڑا سا چلا۔ دیکھا کہ ایک چشمہ بہہ رہا ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر پانی پیا اور وہاں سے اُٹھا تو لوگوں کی ایک جماعت سامنے آئی اور انھوں نے کیفیت پوچھی۔ میں نے ان سے کہا کہ یہاں اُس طرف پانی موجود ہے۔ اُنھوں نے کہا: "وہ جگہ ہمیں دکھاؤ کہاں ہے؟" جب میں واپس (اسی جگہ) آیا تو دیکھا کہ پانی نہیں ہے۔ میں نے جان لیا کہ یہ عنایت شیخ کی خاص میرے حق میں تھی، اور یہ اُن کی ولایت کا اظہار تھا۔

حکایت (۶۰) شہر (دہلی) میں ایک شخص تھا۔ اُسے خواجہ بہاؤ الدین ملتانی کہتے تھے۔ وہ شہر کے سوداگروں میں سے تھا اور شیخ کی خدمت میں آتا جاتا تھا۔ اُسے بھی اِس کام (درویشی) کا شوق چرایا اور اس نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں بھی شیخ کے خادموں کی صف میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: "خیر تم وہاں شیخ رکن الدین کے پاس جاؤ۔ وہاں دین بھی ہے، دنیا بھی۔ یہاں تو نرا فقر ہے۔ تم دنیا والے آدمی اِس کی تاب کہاں لا سکو گے۔"

اُس نے اِسی طرح کئی بار التماس کیا اور یہی جواب ملتا رہا۔ آخر ایک دن شیخ نے فرمایا:

"بہاؤ الدین، یہاں تو بس فقر ہی ہے، تم اچھی طرح سوچ لو۔"

اُس نے پھر کسی وقت التماس کیا تو خدمتِ شیخ نے فرمایا: "بہاؤ الدین، جیسے ہی تم بیعت کرو گے، یہ مال جو تمھارے پاس ہے سب چلا جائے گا اور برباد ہو جائے گا۔ تم دیکھ لو کہ اِس کا تحمل کر سکو گے؟ اچھی طرح سوچ لو، ورنہ میں تم سے کہتا ہوں کہ وہاں چلے جاؤ۔ وہاں دونوں چیزیں (دین اور دنیا) ہیں۔"

وہ وقت بھی گزر گیا۔ پھر کسی موقع پر اُس نے یہی گذارش کی: "بندے نے خواجہ کے فرمان کے مطابق اچھی طرح غور کر لیا، میں فقر اختیار کرتا ہوں اور یہ مال چاہے اِسی وقت چلا جائے۔ اس کو بقا ہی کب ہے؟"

خدمتِ شیخ نے فرمایا: "تو اب آؤ۔" اُنھیں بیعت کیا اور خرقے کی خلعت سے مشرف فرمایا۔ اس کے بعد کچھ ہی مدت میں یہ بہاء الدین قلاش ہو گئے۔ اُن کے جو ایجنٹ تجارت میں لگے ہوئے تھے، جس طرف سے بھی آتے تھے، یہی کہتے تھے کہ مال ضائع ہو گیا۔ اِس کے بعد مولانا بہاؤ الدین نے مردانہ وار سب کچھ برداشت کیا اور یادِ الٰہی میں مشغول ہو کر واصلانِ حق میں سے ہو گئے۔

حکایت (۶۱) ایک عالم تھے۔ میرٹھ کے باشندے۔ وہ شیخ کی خدمت میں ازراہِ محبت آنا جانا رکھتے

تھے۔ ایک بار اُنھوں نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ خواجہ میری ایک بیٹی ہے اور اتنی میری حیثیت نہیں کہ اُس کا نکاح کرسکوں۔ اِس معاملے میں سخت پریشان ہوں۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: مولانا، جب تم کہیں اُس کا نکاح کرنا چاہو تو ہمیں خبر کرنا۔ مولوی مذکور نے چند بار ایسی ہی گذارش کی اور ہر بار یہی جواب پایا۔ حتیٰ کہ وہ وقت آگیا جب وہ لڑکی کا بیاہ کریں، شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ خدمتِ شیخ نے چاندی کا ایک تنکہ اُن کے ہاتھ پر رکھ دیا اور فرمایا: "بسم اللہ۔ مولانا" مولانا سخت حیران ہوئے کہ خدمتِ شیخ نے چند بار وعدہ کیا تھا کہ شادی کے وقت ہمیں بتانا اور اب یہ ایک تنکہ دے رہے ہیں، اِس سے کیا کام نکلے گا؟ مولانا مذکور اِسی طرح سوچتے ہوئے شہر کی طرف جا رہے تھے اور اپنے آپ سے (دل ہی دل میں) اُلجھ رہے تھے۔ قضارا وہ بالکل بے ارادہ سلطان علاءالدین (خلجی) کی حرم سرا کے دروازے پر جا نکلے۔ حرم کے اُس راستے میں کوئی آتا جاتا نہیں تھا۔ وہ الگ تھلگ ایک جگہ تھی۔ مولانا ٹاپک ٹوئیے مارتے ہوئے حرم سرا تک پہنچ گئے۔ دیکھا کہ حرم سرا کے اندر سے چند خواجہ سرا باہر آئے، اُنھوں نے مولانا کو پکڑ لیا اور پوچھا کہ تم کہاں کے ہو؟ مولانا کے لیے اِس بدحواسی کے عالم میں اِس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا یہ کہا کہ میں شیخ الاسلام نظام الدینؒ کے خادموں میں سے ہوں۔ مولانا کو پکڑ کر اندر لے گئے اور کہا کہ مولانا گھبراؤ مت، یہ اچھا ہی ہوا ہے۔ اُس وقت سلطان معزالدین (کیقباد) کی بیٹی یعنی سلطان علاءالدین کی بیگم نے ایک بیٹے کو جنم دیا تھا، اور یہ منّت مانی تھی کہ اگر میرے بیٹا ہوگا تو اُسے زمین سے اُس وقت اُٹھایا جائے گا کہ جب شیخ کے خادموں میں سے کسی کی گود میں دیں۔ الغرض اُس بچے کو مولانا کی گود میں ڈالا گیا اور ستّر تنکے سونے کے یا چاندی کے، اللہ بہتر جانے، اُن کی نذر کیے۔ مولانا کو پوری عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ جب یہ باہر نکلے تو سمجھے کہ یہ سب کچھ خدمتِ شیخ کی برکت سے ہوا، اپنے پچھلے خیالات سے توبہ کی اور شیخ کی خدمت میں آئے۔ یہ سارا قصّہ بیان کیا۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: "مولانا جاؤ، کارِ خیر (شادی) کی تیاری کرو اور جس طرح (مناسب) سمجھو اُسے انجام دو۔"

حکایت (۶۲) ایک دن ایک شخص شیخ کے پاس آیا اور کہاں کہ یہاں میری کچھ جاگیر ہے۔ میں اس سلسلے میں دیوان میں گیا تھا۔ جاگیر کا فرمان آستین سے کہیں گر گیا۔ شیخ کے سامنے نہایت عاجزی سے گڑگڑانے لگا اور کہا کہ آپ سے فاتحہ کی درخواست کرتا ہوں، "تاکہ اللہ تعالیٰ وہ دستاویز مجھ تک پہنچا دے" خدمتِ شیخ نے فرمایا کہ "اقبال ایک سلطانی (سکّہ) لاؤ۔ خدمتِ شیخ نے وہ سلطانی اُن کو دی اور فرمایا: جاؤ اِس کی مٹھائی لے کر کھالو۔" یہ شخص حلوائی کی دوکان پر آیا اور اُسے سلطانی دیکر کہا: "اِس کی

مٹھائی دے دو۔"

حلوائی نے مٹھائی نکالی اور اُسے کاغذ میں لپیٹا، یہ کاغذ وہی فرمان تھا۔ اُس شخص نے کاغذ لے لیا اور خوش ہوگیا۔ کہنے لگا: "مجھے میرا مقصود مل گیا۔"

حکایت ۲۶۳ ایک دن خواجہ عزالدّین (حضرت بابا فریدؒ کے پوتے) رخصت ہو رہے تھے، تاکہ کڑہ (مانک پور) کی طرف جائیں۔ اُس وقت ایک تُرک بچہ جو سلطان علاءالدّین (خلجی) کے اُمراء میں سے تھا نہایت پریشانی کے عالم میں آیا۔ خدمتِ شیخ نے پوچھا: "کیا بات ہے؟" اُس نے کہا کہ میری ایک کنیز تھی، مجھے اُس سے بہت محبت تھی، وہ چلی گئی۔ اگر مجھے نہ ملی تو میرے زندہ رہنے کی اُمید بھی نہیں۔"

خدمتِ شیخ مسکرائے اور فرمایا: "تو یہ مسکین کیا کرے؟" پھر فرمایا: "یہ ہمارے خواجہ زادے یعنی خواجہ عزالدّین سفر پر جا رہے ہیں، تم اِن کے ساتھ چلے جاؤ۔" شیخ نے خواجہ عزالدّین کو رخصت کر دیا۔ اُس شخص نے بھی ادب سے سر جھکایا اور روانہ ہوگیا۔ باہر آئے، اُس ترک بچے نے ایک اچھی نسل کا گھوڑا[۱] خواجہ عزالدّین کی خدمت میں پیش کیا۔ سوار ہوگئے۔ پہلی منزل کالنی گاؤں میں پڑاؤ ہوا۔ وہاں سے دوسرے دن دریائے جون کے کنارے پہنچے تو دیکھا کہ سلطان کا پایگاہ گذر رہا ہے۔ سب کشتیوں کو گھوڑوں نے گھیر رکھا ہے۔ خواجہ عزالدّین اُن کے درمیان گئے تو دیکھا کہ پایگاہ کے انچارج نے ایک کشتی میں ایک ڈولہ ڈھانپ کر رکھا ہوا ہے۔ جب پایگاہ کے انچارج نے خواجہ عزالدّین کو دیکھا تو کھڑے ہو کر آداب بجالایا، اور بہت تعظیم کے ساتھ عرض کیا: "بسم اللہ۔ تشریف لایئے۔" خواجہ عزالدّین اور وہ ترک بچہ دونوں اندر آ کر بیٹھ گئے۔ گھوڑوں کو کشتیوں میں سوار کیا جا رہا تھا۔ قضاءً ایک منہ زور[۲] گھوڑا اُس ڈولے کے نزدیک تھا۔ دوسری کشتی لے کر آئے تو دونوں گھوڑے لڑ پڑے، وہ عورت جو ڈولے کے اندر تھی، پامال ہونے کے ڈر سے اُچھلی اور ڈولے سے باہر گر پڑی۔ اُس ترک بچے نے اُس کو دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ میری کنیز ہے، دوڑ کر اُس کے پیروں سے لپٹ گیا اور کہنے لگا: "تو یہاں کیسے؟" پایگاہ کا افسر پریشان ہوگیا۔ تُرک بچّے نے شیخ زادہ سے رخصت لی اور اپنی کنیز کو ساتھ لے کر واپس آگیا۔

۱۔ یہاں لفظ "جنیبت" استعمال ہوا ہے۔ بظاہر یہ فنِ اسپ شناسی کی اصطلاح ہے۔ ہم نے قیاسی ترجمہ کر دیا ہے۔

۲۔ یہاں لفظ "کشُن" استعمال ہوا ہے، یہ بھی فنِ اسپ شناسی کی اصطلاح معلوم ہوتی ہے۔ ترجمہ قیاسی ہے۔

حکایت (۶۴) اِس ضعیف کے دادا نے فرمایا کہ سنہ ۷۰۸ھ میں رجب کا مہینہ تھا، جب میں شیخ کے خادموں کی صف میں شامل ہوا۔ بیعت اور خرقے سے مشرّف کیا گیا۔ حلق بھی کرایا۔ اِس کے بعد خدمتِ شیخ نے ارشاد فرمایا کہ "یہیں رہو۔" فرمانِ شیخ کے مطابق میں وہیں رہتا تھا۔ پھر ایک وقت اُنھوں نے فرمایا: "کیا تمھاری نیت کعبہ کا سفر کرنے کی ہو رہی ہے؟" بندے نے زمین بوس ہو کر عرض کیا: "جی، ایسا ہی ہے جو خواجہ فرماتے ہیں۔" فرمایا: "اچھا ہے، ہم تمھیں رخصت کریں گے، مگر تین دن یہاں اور رہو۔ جو مسئلہ تمھیں درپیش ہو اور اُسے تحقیق کرنا چاہو تو کسی واسطے کے بغیر ہمارے پاس آؤ اور بیان کرو۔"

جب دوسرا دن ہوا تو میں خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا: "آؤ۔ بیٹھو" میں آگے بڑھا۔ زمین بوس ہو کر بیٹھ گیا۔ خواجہ نے سفر کی باتیں شروع کر دیں، اِسی میں فرمایا کہ ایک بار ہمارے خواجہ یعنی شیخ الاسلام فریدالدینؒ کی خدمت سے ایک مُرید سفرِ کعبہ کی نیت سے روانہ ہو رہا تھا۔ خواجہ نے اُس سے فرمایا کہ "اگر تمھیں کوئی دشواری پیش آئے تو ہمیں یاد کرنا۔" یہ شخص آداب بجالا کر چلا گیا۔ اُسے شیخ کی وہ بات ہر وقت یاد رہتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک دن جہاز میں بیٹھا ہوا تھا، اچانک پانی میں گر پڑا۔ اُس نے کہا۔ "خواجہ آپ نے فرمایا تھا کہ اگر تجھے کوئی دشواری پیش آئے تو ہمیں یاد کر لینا۔ اب یہ ایسا ہی وقت ہے کہ آپ دستگیری فرمائیں۔" اُس نے دیکھا کہ ایک شخص پانی کے اندر سے تابہ کمر برآمد ہوا۔ ایک ہاتھ اُس شخص کی گدّی پر اور دوسرا کشتی پر رکھ کر اُس کو پکڑ لیا، اور جہاز کے اندر پھینک دیا۔ اِس کے بعد شیخ نے دُعاگو سے فرمایا: "تم سے بھی ہم یہی کہتے ہیں کہ اگر کوئی تکلیف پیش آئے تو (ہمارے) خواجہؒ کو یاد کرنا۔" بندے نے سمجھ لیا کہ آپ یہ بات کمالِ ادب کی وجہ سے فرما رہے ہیں کہ "ہمارے خواجہ کو یاد کر لینا۔" اِس سے مقصود یہی ہے کہ خود شیخ کو یاد کیا جائے۔ اِس کے بعد خدمتِ شیخ پر گریہ طاری ہو گیا۔ جب ذرا سنبھلے تو مجھ سے فرمایا: "آگے آؤ" اپنے سرِ مبارک سے دستار اُتار کر مجھے عطا فرمائی۔ میں زمین بوس ہو کر رخصت ہوا۔

تیسرے دن پھر مجھے طلب فرمایا۔ میں حاضر ہوا، فرمایا: "بیٹھ جاؤ۔" بیٹھ گیا۔ آپ نے سفر کی حکایتیں شروع کر دیں۔ ہر طرح کی باتیں کرتے رہے۔ فرمایا: "انسان کی پہلی نظر جب کعبے پر پڑے، اُس وقت خدا سے جو کچھ مانگے وہ پا لیتا ہے۔ جب تم وہاں پہنچو تو دنیا طلب نہ کرنا۔" یہ بات کہہ کر آپ نے تھوڑا سا توقف کیا، پھر فرمایا: "عقبیٰ بھی مت مانگنا۔ یہ دونوں ہیچ ہیں۔" دعاگو نے سمجھ لیا کہ شیخ کا مطلوب کیا ہے۔ جب میں اُٹھنے لگا تو فرمایا: "یہ چاہیئے کہ جمعہ کا غسل ناغہ نہ ہو، اور جن لوگوں سے بھی ملنا جلنا ہو، کسی کے ساتھ کھانے میں شریک نہ ہونا۔" پھر فرمایا: "سلامت جاؤ گے،

سلامتی سے واپس آؤ گے اور تندرست رہو گے۔" اور بھی بہت کرم فرمایا کہ اگر میں سب کچھ بیان کروں تو قصّہ دراز ہو جائے گا۔ میں آداب بجا لاکر واپس ہوا۔

حکایت (۶۵) جب میں خدمتِ شیخ سے رخصت ہو کر روانہ ہوا تو بُوندی پہنچا۔ شیخ ماہن بُوندی سے ملا۔ یہ شیخ ماہنؒ بہت بڑے بزرگ تھے۔ لوگوں نے اُن کے بہت سے کشف اور کرامات دیکھی تھیں۔ اُس علاقے کی مخلوق اُن سے عقیدت رکھتی تھی اور وہ خود شیخ (نظام الدینؒ) کی محبّت میں مبتلا تھے۔ اکثر اپنے کاموں میں خدمتِ شیخ کی طرف توجّہ کرتے تھے۔ جب یہ دعاگو اُن کی خدمت میں پہنچا تو اُنھوں نے ازراہِ کرم و شفقت چند روز تک اپنا مہمان رکھا۔ ایک دن نمازِ اشراق ادا کرنے کے بعد دُعاگو سے فرمایا: "اے فُلاں، آؤ باہر نکلیں۔" وہ اکثر پہاڑ کے اوپر جایا کرتے تھے۔ وہاں مشغول ہو جاتے تھے، اور جس کسی پر شفقت فرماتے تھے، کبھی کبھی اُس کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ دعاگو نے کہا: "بہت اچھّا" شیخ ماہن آگے آگے چل رہے تھے، میں اُن کے پیچھے پیچھے دامنِ کوہ تک گیا۔ وہاں ایک بہت گہرا بائیں (سیڑھی دار کنواں) تھا۔ شیخ ماہن اُس میں نیچے اُتر گئے۔ میں بھی شیخ ماہن کے عقب میں چلتا رہا۔ یہاں تک کہ پانی کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں بیٹھے۔ مجھ سے فرمایا: "بیٹھ جاؤ۔" میں بھی بیٹھ گیا۔ اُنھوں نے ازراہِ کرم ہر طرح کی باتیں شروع کر دیں۔ دعاگو بھی سُلوک سے متعلق سوال کرتا رہا، اور وہ جواب دیتے رہے۔ اِسی درمیان میں دُعاگو نے عرض کیا کہ "مخدوم یہ بات طے شدہ ہے کہ جو مرد ہو گا وہ جوابی حملہ نہیں کرتا، اور نامرد کر نہیں سکتا۔" فرمایا: "ایسا ہی ہے۔" دعاگو نے عرض کیا کہ "پھر سزا کہاں سے ملتی ہے؟" فرمایا کہ تم نے ایک مشکل سُوال کیا ہے۔ خیر، اب سنو، کسی بزرگ سے یہی سوال کیا گیا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ "مرد نہیں مارتا، یہ سچ ہے، اِس لیے کہ وہ کسی کو آزار پہنچانا نہیں چاہتا۔ مگر حق تعالیٰ ایسے لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ تو اگرچہ وہ (مردِ خدا) درگذر کرتا ہے، مگر حق تعالیٰ نہیں بخشتا، یعنی جیسے دو دوست ہوں۔ آپس میں بہت زیادہ محبّت کرنے والے، کوئی غیر آ جائے اور اُن میں سے کسی ایک کو آزار پہنچاتے، اُس کا برداشت کرنا اُس پر واجب ہے، کیونکہ اِس برداشت کرنے میں اُسے کوئی نعمت ملنے والی ہو گی، مگر یہ دوسرا دوست جو ہے اُس کے لیے برداشت کرنا مناسب نہیں۔ اگر ایسے موقع پر وہ تحمّل کرتا ہے تو اُس سے محبّت ثابت نہیں ہوتی۔ لہٰذا سزا حق کی جانب سے ہوتی ہے۔"

پھر فرمایا: "شیخ صدرالدین مُلتانیؒ سے بھی یہی سوال کیا گیا، اُنھوں نے فرمایا کہ فقر کی تلوار عرش کے نیچے ایک بال سے بندھی ہوئی لٹک رہی ہے۔ یہ تلوار اتنی بے ضرر بھی ہے کہ اُس بال کو کوئی نقصان

نہیں پہنچاتی۔ حالانکہ معلوم ہے ایک بال میں طاقت ہی کیا ہوتی ہے، لیکن اولیاء اللہ کو ایذا دینے والے خود کو اُس تلوار سے کم الجھا دیتے ہیں۔ لہٰذا خود بہ خود اپنی سزا کو پہنچ جاتے ہیں۔"

یہ بات پوری کرکے وہ کچھ دیر سوچتے رہے۔ پھر کہا، "سنو، اگر تم کسی کو دیکھو کہ وہ تمھارے شیخ کے حق میں کوئی ناپسندیدہ بات کہہ رہا ہے تو دو باتوں میں سے ایک بات ہوگی، یا تو تم چاہو گے کہ وہ سزا پائے یا سزا سے بچ نکلے۔ اگر چاہتے ہو کہ اسے سزا ملے تو تمھیں چاہیئے کہ جواب نہ دو اور اُس کا معاملہ شیخ کے سپرد کردو۔ خود درمیان سے نکل جاؤ اور انتظار کرو کہ اُسے کب سزا ملتی ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ وہ سلامت بچ نکلے، تو اُسے جواب دو۔ تاکہ جو وہ کہے تو کچھ تم بھی کہو، سزا درمیان سے نکل جائے گی۔"

اور اس ضعیف کے دادا نے حکایت بیان کی کہ جب ہم تغزیں پہنچے، ایک دن کچھ بزرگ بیٹھے ہوئے تھے، چنانچہ شیخ الاسلام بہاؤالدینؒ کے ہم خرقہ شیخ عمادالدینؒ تھے جو برسوں تک شیخ بہاء الدینؒ اور شیخ صدرالدینؒ کی صحبت میں رہے تھے۔ چند سال اُنھوں نے بزرگوں کی خدمت میں گزارے تھے، اور اُن کی صحبت اُٹھائی تھی اور اس کام (سلوک) میں بہت سی نعمتیں حاصل کی تھیں، اور شیخ ابوبکرؒ تھے، جو ایک رشتے سے شیخ بہاؤالدینؒ کے داماد ہوتے تھے۔ وہ بھی نہایت مشغول تھے۔ چنانچہ دن رات میں تین ختم کرنا، اُن کا وظیفہ تھا۔ اسی طرح چند دوسرے بزرگ تھے۔ علی شہ دَبّہ ایک قلندر تھے، وہ بھی موجود تھے۔ یہ علی شہ دَبّہ بہت بے باک اور مُنہ پھٹ تھے۔ یہ دعاگو بھی اِن بزرگوں کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ علی شہ قلندر نے اِس دعاگو کی طرف رُخ کرکے پوچھا: " اے فلاں، تم کس کے مرید ہو؟" دعاگو خاموش رہا۔ اُنھوں نے اسی طرح دو تین بار سوال کیا۔ اب دعاگو کے لیے (جواب دینے کے سوا) چارہ نہ رہا۔ میں نے کہا: "شیخ الاسلام نظام الدینؒ کے خدمت گاروں میں سے ہوں۔" اُنھوں نے پھر کہا: "شیخ نظام نے تمھیں کیا بتایا ہے۔ درویشی کیا چیز ہے؟" دو تین بار یہی بات پوچھی۔ میں نے کہا: " جو کچھ خدمتِ شیخ نے فرمایا ہے، وہ میں کسی کو بتا نہیں سکتا۔" اِس پر وہ بھڑک گئے۔ کہنے لگے: " مجھے تم "کسی" کہتے ہو؟" پھر چند ناشائستہ باتیں کہیں، اور خدمتِ شیخ تک پہنچ گئے۔ میں نے دیکھا کہ اُس کی باتوں سے حاضرینِ محلس میں ناگواری پیدا ہوئی، اور ان باتوں سے سب نے بُرا مانا۔

اِسی اثنا میں دیکھتا ہوں کہ گویا شیخ ماہن بُوندی مجھ سے کہہ رہے ہیں، " میں نے تم سے کہا تھا نا کہ اگر تم چاہتے ہو یہ اپنی سزا کو بھگتے تو اِسے شیخ کے سپرد کردو۔ تم درمیان سے دُور ہو جاؤ۔" میں نے ایسا ہی کیا اور خاموش رہا۔ محفل کے دوسرے لوگ بھی دم بخود رہے، وہ بھی کہنے سے رُک گیا۔ جب کچھ وقت گزر گیا تو اپنے خادم کی طرف متوجّہ ہو کر کہنے لگا " ارے فلاں، اُسترے لاؤ تاکہ ہم جھگڑا ہی

نمٹادیں۔" غلام گیا، اُسترے لے آیا، اور لاکر درمیان میں رکھ دیے۔ جب اُس نے ایسا کیا، میں نے سمجھ لیا کہ اب اِس پر پھٹکار ضرور پڑے گی۔ کیوں کہ یہ ان لوگوں کے درمیان اِس بات کا اشارہ ہوتا ہے، اگر بات چیت میں اُسترے درمیان میں آجائیں تو اُن کے پیچھے لازمًا سزا ابھی آنے والی ہے۔ جب میں نے یہ دیکھا تو آداب کر کے جلدی سے اُٹھ کر چلا گیا۔ ظہر کی نماز کا اول وقت ہو چکا تھا۔ میں نے وضو کیا اور مسجد کی طرف گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ علی شہ کے مُریدوں میں سے ایک شخص بھاگا ہوا میرے پاس آرہا ہے کہ شیخ تمھیں بلا رہے ہیں، کرم کیجیے، جلدی سے آجائیے۔ میں وہاں گیا۔ علی شہ کو دیکھا کہ پیٹ کے درد سے تڑپ رہا ہے۔ جب میں داخل ہوا تو کہنے لگا:۔

"ارے بھائی اب مجھے معاف کردو۔" میں نے کہا، "خواجہ میں کون ہوں اور کیا چیز ہوں جو آپ ایسی بات کہتے ہیں؟" ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ علی شہ نے جان جان آفریں کو سونپ دی۔

تو اے عزیز ہمارے اندر صبر کی برداشت نہیں ہے ورنہ اِن بدگویوں کو کیا کم سزا ملتی ہے۔

الغرض پھر وہ وقت آیا کہ ہم سب چھ اشخاص نے مکّے کا قصد کیا۔ رمضان کی آخری تاریخ کو مکّہ میں وارد ہوئے۔ عید کی چاند رات وہیں تھے۔ جب چند روز گزرے میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ "ابھی حج میں بہت وقت پڑا ہے۔ ہمیں پہلے رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کرنی چاہیئے۔" سب ساتھیوں نے اِس تجویز کو منظور کیا۔ ہم زیارتِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے روانہ ہوئے۔ سترہ یا اٹھارہ دن کے بعد جمعرات کا دن تھا کہ مدینہ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم میں پہنچے اور زیارت کی سعادت حاصل کی۔ شیخ کا نام سن کر مدینے کے بزرگوں کو دیکھا کہ اگر کوئی کہتا تھا "وقتِ پاک شیخ نظام الدینؒ" تو خلق میں ایک غُلغُلہ پڑ جاتا تھا، اور سب تعظیم سے سر جُھکا لیتے تھے۔ دوشنبہ کے دن مدینہ سے مکہ کی زیارت کے لیے احرام باندھا۔ راستے میں میرے پاؤں بوجھل ہوگئے۔ چنانچہ زمین پر ایڑیاں نہیں ٹکا سکتا تھا۔ عاجز ہوگیا۔ میرے ساتھی موافقت کرنے کے لیے آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ جب تیسرا دن ہوا تو ساتھیوں نے بھی اپنی رفتار تیز کردی اور نگاہوں سے اوجھل ہونے لگے۔ مجھے خدمتِ شیخ کا فرمان یاد آیا، دہلی کی طرف رُخ کر کے میں نے سر جُھکایا اور کہا کہ آپ نے فرمایا ہے، "اگر کوئی دُشواری پیش آئے تو ہمیں یاد کر لینا۔ اب یہ وہ وقت ہے کہ اپنے کرم سے دست گیری فرمایئے۔"

یہ کہہ کر میں ٹھہر گیا۔ اپنے پاؤں کو میں نے ہلکا محسوس کیا، جب غور سے دیکھا تو ایڑیاں پھٹ گئی تھیں اور اُن سے زرد رنگ کا پانی نکل رہا تھا، جن سے جوتے بھی تر ہوگئے۔ میں نے پانی کی مشک اپنی گردن میں ڈالی اور دوڑ لگائی۔ ساتھی اگرچہ آگے جا رہے تھے، مگر میری وجہ سے پیچھے مُڑ مُڑ

کر دیکھتے بھی جاتے تھے۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ میں دوڑا چلا آرہا ہوں، تو میرے پہنچنے تک رُکے رہے۔ اُنھوں نے پوچھا "کیا حال ہے؟" چونکہ یہ بات مجھ سے ضبط نہیں ہوسکتی تھی، میں نے شیخ سے مدد ملنے کا حال اُنھیں بتا دیا۔ اُنھوں نے دہلی کی طرف رُخ کر کے ادب سے سر جُھکایا اور رونے لگے پھر تکبیر و فاتحہ پڑھی، اور آگے روانہ ہو گئے۔

حکایت (۶۶) یہ حج جو ہم نے ادا کیا اور واپس ہوئے تو عدن میں آئے۔ کھمبایت کے جہاز میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔ قضارا چند روز تک رات دن مخالف ہَوا چلتی رہی، اور جہاز کو سُہیل کے نیچے لے گئی۔ جہاز کے لوگ ہر روز مُعلّم سے پوچھتے تھے۔ مُعلّم کہتا تھا: "جہاز سُہیل کے نیچے جا رہا ہے، اور جب یہ سُہیل کے نیچے چلتا ہے تو اس کا باہر نکلنا تقریباً محال ہوتا ہے۔ میں بادبانِ کشتی کے تیر کے نیچے بیٹھا رہتا تھا۔ دوسری کوئی جگہ نہیں تھی۔ ایک شخص جو محلوق تھا، اُس کا نام قتلو تھا اور وہ شیخ صدرالدین ملتانی قدّس اللہ رُوحہٗ کے مُریدوں میں سے تھا۔ وہ اکثر اوقات روتا تھا اور کہتا تھا: "کیا ہو گیا، ہم کہاں پھنس گئے"۔ اور کنایتہً کہتا تھا: "شیخ کہاں ہیں؟ شیخ کی مَدد کہاں ہے"؟ اِس بارے میں مجھے سُنا کر بہت سی جلی کٹی باتیں کرتا تھا۔ اِسی حالت میں کم و بیش چالیس دن گزر گئے۔ یہاں تک کہ ایک دن اُس نے مجھ سے اِس طرح کی بہت سی باتیں کہیں۔ چنانچہ وہ مجھے بُری لگیں۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا اور نوکِ جہاز کی جانب جہاں کسی کا آنا جانا کم تھا، کمبل اوڑھ کر لیٹ گیا۔ خدمتِ شیخ کی یاد میں مشغول ہو گیا، اور کہا: "آپ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی مصیبت پیش آجائے تو مجھے یاد کرنا۔ اب یہ وہ وقت ہے کہ از راہِ کرم آپ میری دستگیری فرمائیں۔" دن بھر میں ایسا ہی رہتا تھا۔ نماز ادا کرتا تھا، پھر لیٹ جاتا تھا۔ رات کو بھی ایسا ہی کرتا تھا۔ یہاں تک کہ رات کے پچھلے پہر میں نے دیکھا گویا ایک کچّی مٹّی کا بنا ہوا حصار ہے، اُس میں سارے گھر آراستہ ہیں، جیسے آباد گھر ہوتے ہیں۔ خود کو میں نے حصار کے اندر پایا۔ غور کیا تو سب گھر سجے ہوئے، ساری نعمتیں موجود، مگر آدمی ندارد۔ اِسی خیال میں تھا کہ دیکھا خدمتِ شیخ ہاتھ میں عصا لیے ہوئے ظاہر ہوئے۔ میں نے لپک کر شیخ کے قدموں کو بوسہ دیا — خدمتِ شیخ بیٹھ گئے اور میرے پاس جو توشہ موجود تھا، وہ میں نے کھول کر شیخ کے سامنے رکھ دیا۔ اُنھوں نے اس میں سے ایک نان لیا، اُس کے اوپر تھوڑا سا گوشت رکھا، پھر اُسے ایک اور نان سے ڈھانپ کر مجھے دیا اور فرمایا "لے جاؤ، یہ نظام کے والد کو پہنچا دو۔" میں سمجھ گیا کہ یہ شیخ الاسلام فریدالدینؒ کی خدمت میں بھیج رہے ہیں۔ میں توشہ اپنی کمر سے باندھ کر متحیّر کھڑا تھا۔ اُنھوں نے فرمایا: "جاتے کیوں نہیں؟" میں نے عرض کیا کہ مجھے راستہ معلوم نہیں، کس طرف سے باہر جاؤں۔" خدمتِ شیخ

کھڑے ہو گئے۔ میرا ہاتھ پکڑا اور اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "اِس راستے سے جاؤ۔" میں نے دیکھا کہ ایک دروازہ ظاہر ہوا۔ جب میں چلنے لگا تو اُنھوں نے پھر فرمایا: "اگر تمھیں اس سامان میں سے کسی چیز کی ضرورت ہو تو لے جاؤ۔" میں نے بہت اچھی لکڑی کی ایک تختی (یا تختہ) دیکھی، اُسے اُٹھا لیا اور چل پڑا۔ اُس دروازے کے راستے باہر نکلا تو ایک صحرا دیکھا۔ جہاں تک میری نظر کام کرتی تھی کسی طرف کوئی شے حائل نہ تھی، اور مخلوق کو دیکھا کہ اُس صحرا میں پڑی ہے، مگر ایک شخص اُن کے درمیان میں سوار ہے۔ میں نے جانا کہ یہ روزِ حشر ہے۔ لوگوں سے پوچھا، "شیخ الاسلام فریدالدینؒ کہاں ہیں؟" سب نے اُس سوار کی جانب اشارہ کیا۔ میں اُن کی طرف چلا۔ اِسی حالت میں آنکھ کھل گئی۔ میں نے اُسی وقت خواب کی یہ تعبیر لی کہ یہ مٹی کا بنا ہوا حصار اور اُس میں سجے ہوئے مکان، جن میں نعمتیں موجود ہیں، یہی جہاز اور اُس کے اسباب ہیں اور یہ کہ اِن گھروں میں کوئی آدمی نہیں۔ یہ ہم ہی ہیں، بظاہر زندہ ہیں، مگر زندگی سے ہاتھ دھوئے بیٹھے ہیں اور نا اُمید ہو چکے ہیں، پس تعبیر یہی ہے۔ جب صبح نکلی تو میں اُٹھا اور خود کو دریا میں ڈال دیا۔ نہا کر باہر نکلا، پھر اپنی جگہ بیٹھ گیا، مشغول ہو گیا، یہاں تک کہ اشراق کا وقت آ گیا۔ نمازِ اشراق پڑھی۔ قتلوغ نے پھر اول فول بکنا شروع کیا اور رونے لگا۔ کہتا تھا: "شیخ کہاں ہیں؟ اور شیخ کا وقتِ پاک کہاں ہے؟" میں نے چاہا کہ (اپنے خواب کا) یہ قصہ اُس سے بیان کروں۔ پھر یہ خیال ہوا کہ وہ سخت مخالف ہے، اس سے نہیں کہنا چاہیے۔ میں جا کر اُس کے پاس بیٹھ گیا اور کہا: "اطمینان رکھو۔ اِسی وقت یا اس کے بعد کسی وقت ہم اِس خطرے سے باہر نکل جائیں گے۔ جب میں نے یہ بات کہی تو اُس نے اور بھی زیادہ بڑبڑانا شروع کر دیا کہنے لگا: "خیر۔ یہ تم کہاں سے کہہ رہے ہو؟ کیا سنا ہے اور کیا دیکھا ہے؟ کس نے تم سے کہا؟"۔ اِسی طرح کی بہت سی باتیں کہتا رہا۔ میں نے اپنا خواب دیکھنا اُس سے بیان کیا۔ اُس نے اُسی وقت دہلی کی طرف رُخ کر کے ادب سے سر جھکایا اور بولا: "اب یقیناً ہم (خطرے سے) باہر نکل جائیں گے۔" میں نے کہا: قتلو تم اتنی مخالفت کے باوجود میری اِس بات کو کیسے قبول کر رہے ہو؟" اُس نے کہا "کیسے قبول نہ کروں' ایک بار میں اور احمد کنھڑ، احمد کارہ، اور مولانا تاج الدین اُچہ اور چند دوسرے لوگ جو سب شیخ رکن الدینؒ کے مُرید تھے اور بعض اُن میں سے مولانا صدرالدینؒ سے بیعت تھے، یہ سب لوگ بزرگ اور معتبر حضرتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے واپس ہو رہے تھے۔ اثنائے راہ میں ہمارے رہنما راستہ بھٹک گئے۔ تین دن گذر گئے، اور ہمیں صحیح راستہ نہ ملتا تھا۔ ہم سب بڑی جماعت تھے۔ پانی ختم ہو گیا۔ سب لوگوں کے قدم لڑکھڑانے

لگے۔ تیسرے دن ہر ایک بدحواس ہوکر ادھر اُدھر گر پڑا۔ اسی بے ہوشی کے عالم میں دیکھا کہ شیخ الاسلام نظام الدینؒ ظاہر ہوئے، اور اُنھوں نے اپنے پاؤں سے ٹھوکا دے کر مجھ سے فرمایا: "ارے قتلو، کیا رگرے پڑے ہو، اُٹھو اور چلو" میں نے کہا: "خواجہ ہم راستہ بھٹک گئے ہیں، یہ نہیں جانتے کہ کس طرف جائیں"۔ شیخ نے اپنا ہاتھ اُوپر اُٹھاکر اشارہ کیا اور فرمایا کہ "اسی طرح تھوڑا سا سیدھے جاؤ۔ تم دیکھو گے کہ بائیں جانب سے ایک اونٹ آئے گا اور داہنی طرف کو جائے گا، اُس اونٹ کا پیچھا کرو، چلتے رہو، جب تھوڑی دُور چلو گے تو وہاں ایک کنواں ہے۔ اُس سے پانی پیو، اور اُسی کنوئیں سے پانی بھرلو۔" یہ فرماکر وہ غائب ہو گئے۔ میں ہوش میں آیا تو خود کو تندرست اور تازہ دم محسوس کیا کہ کسی طرح کی تھکن یا پیاس کا مجھ پر اثر نہ تھا۔ جس طرف شیخ نے اشارہ کیا تھا اُدھر میں نے ایک لکیر کھینچی، اور اپنا عصا اُس پر رکھ دیا۔ پھر احمد کنھر کے پاس گیا، وہ بھی بدحواس ہوئے پڑے تھے۔ اُن سے میں نے کہا: "اے احمد اُٹھو، کہ شیخ الاسلام نظام الدینؒ ہماری مدد کے لیے آ گئے ہیں جیسے ہی یہ الفاظ اُن کے کان میں پڑے، اُٹھ بیٹھے اور خود کو تندرست محسوس کیا۔ اسی طرح میں ہر ایک ساتھی کے پاس باری باری گیا۔ سب اُٹھ کر بیٹھ گئے اور کوئی بھی تھکن یا پیاس کا اثر اپنے اندر محسوس نہیں کر رہا تھا۔ ہم نے اپنے اونٹوں کو جمع کیا، اُن پر کجاوے کسے اور روانہ ہو گئے۔ سب اُسی سمت میں جا رہے تھے، جدھر خدمتِ شیخ نے اشارہ کیا تھا۔ تھوڑا سا ہم چلے تو دیکھا کہ ایک اونٹ بائیں جانب سے آکر داہنی طرف گیا۔ ہم نے اُس کا پیچھا کیا۔ اور چلتے رہے۔ ایک کنوئیں پر پہنچ گئے۔ رہبروں نے جب وہ کنواں دیکھا تو خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ ہم فُلاں کنوئیں پر پہنچ گئے ہیں۔ ہر ایک نے وہاں غسل کیا، ہم نے اُس سے پانی بھرا اور چل پڑے: تو بھائی جب مجھے ایسا تجربہ ہو چکا ہو تو (تمھاری بات) کو کیسے قبول نہ کروں؟"

اِس کے بعد مجھے یہ خیال ہوا ایسے منھ پھٹ آدمی کی دست گیری کرنے کا سبب کیا ہوگا؟ میں نے اُس سے پوچھا کہ تم نے کبھی شیخ کو دیکھا ہے؟ اُس نے کہا: نہیں۔ مگر اِس سفر پر روانہ ہونے سے قبل میرے دل میں آئی کہ ساری خلقِ خدا شیخ الاسلام نظام الدینؒ کو بزرگ مانتی ہے۔ اگر اس وقت میں جاؤں اور رخصت ہونے کے لیے اُن سے مِلوں، فاتحہ کی درخواست کروں تو کیا نقصان ہے؟" میں گیا۔ خدمتِ شیخ کو دیکھا اور عرض کیا: "یہ بندہ کعبے کا سفر کر رہا ہے۔" خدمتِ شیخ نے دُعا دی اور فرمایا: "بسم اللہ۔ جاؤ۔" اِس کے بعد میرے دادا نے فرمایا: "میں نے سمجھ لیا کہ شیخ کے دست گیری کرنے کا سبب یہی ہوا۔ پھر میں نے کہا: "اے قتلو تم اب کب مسلمان ہو گے؟ ایسی کرامت دیکھنے کے بعد بھی منکر ہو؟ کہنے لگا: نہیں میرے بھائی، میں منکر نہیں ہوں، ہلاکت کے

خوف اور تکلیف سے ایسی باتیں کہتا تھا۔" الغرض وہ دن گذر گیا، رات آ گئی۔ دوسرے دن نصفُ النّہار کے وقت ہم نے ایک جہاز دیکھا کہ آگے جا رہا ہے۔ بادبان کھول دیے گئے اور طبل بجائے گئے۔ وہ جہاز رُک گیا۔ یہاں تک کہ ہمارا جہاز اُس کے پاس پہنچ گیا۔ ہمارے جہاز کے معلّموں نے اُس سے ملیبار کے بندرگاہ کو پہچان لیا اور کہا: "ہم ملیبار کی بندرگاہ پر پہنچ گئے ہیں۔ (۴۶) دن کے بعد کھمبایت میں آئے اور خواجہ عمر عاج نزاش ؒ سے ملاقات کی۔ جس کا حال چوتھے باب میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔

حکایت (۶۷) دادا صاحب نے فرمایا کہ میں نے خواجہ کریم الدینؒ سے سنا ہے، وہ کہتے تھے: "ایک بار خدمتِ شیخ حجرے کے اندر تشریف فرما تھے۔ میں حاضر ہو کر زمین بوس ہوا، فرمایا: "بیٹھ جاؤ"۔ میں بیٹھ گیا۔ خدمتِ شیخ از راہِ کرم مجھ سے باتوں میں مشغول ہوئے۔ اِسی دوران میں نے دیکھا کہ کچھ کالے گنّے حجرے کے کونے میں رکھے ہوئے ہیں۔ میں نے دل میں سوچا کہ کالے گنّوں کا موسم تو کبھی کا گذر چکا، اب یہ شیخ کے واسطے کہاں سے لائے جاتے ہیں۔ اُسی وقت خدمتِ شیخ نے گنّوں کی بات شروع کر دی اور فرمایا: "کریم مجھے کالے گنّے بہت ہی پسندیدہ ہیں اور اچھے لگتے ہیں۔ چونکہ یہ بات دوستوں اور عزیزوں کو معلوم ہے کہ مجھے پسند ہیں تو جہاں سے بھی ملیں، وہ کھوج کر لے آتے ہیں، لیکن اِس سال گنّوں کی ساری فصل آئی بھی اور چلی بھی گئی، میں نے حقِّ نعمتِ خواجہ کے طور پر گنّے کی صرف ایک پوری کھائی ہے"۔ اب اے عزیز خدا کے لیے انصاف سے کہو اور دیکھو کہ جو چیز اُنھیں پسند ہو اُس سے صحنکیں بھر بھر کر خلقِ خدا کے سامنے دو رویہ رکھی جائیں، وہ اُس مجلس میں تشریف فرما ہوں، خلق اُن کی نگاہوں کے سامنے کھائے اور وہ اتنی مرغوب ہونے کے باوجود اُس چیز سے احتراز کریں۔ کیا یہ کسی سے ہو سکتا ہے؟ اِس سے بڑی اور کون سی ریاضت کہی جا سکتی ہے"؟

حکایت (۶۸) اِس ضعیف کے دادا صاحب نے فرمایا: ۔ ایک بار میں شیخ کی خدمت میں حاضر تھا، اور اُس وقت خدمتِ شیخ کی طبیعت کچھ سُست تھی۔ ایسی دوا کھائی تھی کہ جس کے بعد (بدرقہ کے طور پر) اگر کچھ دُودھ نہ پیا جائے تو وہ دوا زور دکھاتی۔ میں نے عرض کیا کہ اگر خدمتِ خواجہ تھوڑا سا دودھ نوش فرما لیں تو یہ دوا زور نہیں دکھائے گی۔ فرمایا: "خیر، یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ میں نے پھر عرض کیا کہ اگر دو چمچے دودھ ہی لے لیا جائے، تو اِس دوا کی تیزی کم ہو جائے گی۔ اُس وقت زبانِ مبارک پر یہ بات آئی: "خیر، خواجہ یہ مَیں نہیں کر سکتا۔" میں نے اُس روز ازراہِ گستاخی

خدمتِ شیخ کی غذا کا حال پوچھ لیا۔ حضرت مسکرائے اور فرمایا: "افطار کے وقت ایک روٹی کھا لیتا ہوں۔" میں نے پھر عرض کیا کہ "کیا اتنی ہی بھوک ہوتی ہے؟" آپ پھر مسکرائے اور فرمایا کہ "خیر، اگر چاہوں تو ایک روٹی اور کھا سکتا ہوں، مگر کھاتا نہیں۔"

اور یہ روٹی جو خواجہ کی خدمت میں لائی جاتی تھی' وزن میں سات یا آٹھ درم سنگ کے برابر ہوتی تھی۔ یہ تو رات کا معمول تھا، افطار کے بعد جب اُوپر تشریف لے جاتے تھے، کچھ دیر آرام فرماتے تھے۔ پھر اُٹھ بیٹھتے تھے۔ تھوڑے سے انار کے دانے گلاب میں تر کر کے پیش کیے جاتے تھے۔ اُس میں سے تھوڑے سے تناول فرماتے تھے۔ ایک بار میں اُس موقع پر حاضر تھا، تھوڑے سے دانے مجھے عنایت فرمائے۔ میں نے چند دانے منھ میں ڈالے' حیران رہ گیا کہ کیا یہ اِسی دنیا کا انار ہو سکتا ہے؟ کیونکہ میں نے اِس سے پہلے ایسی لذّت اور لطافت کا کوئی انار نہیں دیکھا تھا، اور آج تک نہیں دیکھا۔ پھر سحر کے وقت ایک صحنک طاہری کی پیش کی جاتی تھی۔ اُس صحنک میں کوئی تیتر یا کسی بھی قسم کا کوئی پرندہ پکا ہوا اور گھی میں تلا ہوا نہایت خوشبودار' خوش ذائقہ ہوتا تھا۔ وہ پرندہ طاہری کے اندر چھپا دیا جاتا تھا۔ خدمتِ شیخ اُس میں سے ایک لقمے کے برابر، جو کوئی شخص اچھی مقدار میں لیتا ہے' اپنے صَرف میں لاتے تھے' اور کبھی یہ صحنک کسی کے لیے بھجوا دیتے تھے' کبھی اقبال لے آتے تھے' اور صبح تک اُس کو اٹھا کر رکھ لیتے تھے' پھر اصحابِ خانہ میں سے جس پر چاہتے تھے' خرچ کر دیتے تھے' میں نے یہ صحنک بارہا دیکھی ہے۔ بس یہی ایک اچھے بڑے لقمے کی برابر اُس میں سے کھایا ہوتا تھا۔ یہ میں نے کبھی نہیں دیکھا' اُس پرندے کو کھولا ہو یا اُس پر آپ نے انگلی لگائی ہو۔ تو اے عزیز اب سمجھ لو کہ اِس سے زیادہ ریاضتِ نفس کیا ہو سکتی ہے کہ طرح طرح کی نعمتیں اُن کے نفس کے سامنے پیش کی جائیں' وہ خلقِ خدا کو کھلا دیں اور اپنے نفس کو محروم رکھیں؟۔

حکایت (۶۹) ایک دن خضر خاں اور شادی خاں چند دوسرے بھائیوں کے ساتھ حاضر ہوئے۔ خدمتِ شیخ حجرے کے اندر تشریف رکھتے تھے۔ فرمان ہوا: بیٹھ جاؤ۔ یہ دُعا گو دروازے کے کواڑ سے لگا کھڑا تھا۔ خدمتِ شیخ اُن لوگوں سے باتوں میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ (مجلس) برخاست ہونے کا وقت آ گیا۔ خضر خاں نے عرض کیا کہ میری والدہ نے مجھ سے کہا ہے کہ جب شیخ کی خدمت سے واپس آؤ تو کھانے کی کوئی چیز میرے لیے (بہ طورِ تبرّک) مانگ کر لانا۔ اُس حجرے کے اندر ایک اور حجرہ تھا۔ اِس طرح کا سامان اُس میں رکھا ہوتا تھا۔ اقبال اُس حجرے کے دروازے پر کھڑے تھے۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: "دو روٹیاں لا کر انھیں دے دو۔" اقبال دو روٹیاں لائے اور خضر خاں کے ہاتھ میں دیں۔

میں حیرت میں تھا کہ سبحان اللہ۔ پانچ چھ صاحب چتر شاہزادے ہیں اور اُن کو دو روٹیاں مرحمت فرمارہے ہیں۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ ایک تنہا شخص آیا۔ زمین بوس ہو کر عرض کیا: میرے لیے کچھ (تبرک) دینے کا حکم فرمائیں۔" اقبال وہ دو روٹیاں (خضر) خاں کو دے ہی رہے تھے۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: "دو روٹیاں اِن کو بھی دے دو۔" اقبال دو روٹیاں لائے اور اُس تنہا شخص کو بھی دیدیں۔ اب مجھے دوسری حیرت پیش آئی کہ سبحان اللہ۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ چار پانچ صاحبانِ چتر شہزادے التماس کرتے ہیں تو اُنھیں دو روٹیاں ملتی ہیں، اور یہ تنہا آدمی التماس کرتا ہے تو اِسے بھی دو روٹیاں مرحمت فرمائی جاتی ہیں؟

تو اے عزیز بہت دانائی، منصفی اور سمجھ داری کی ضرورت ہے کہ خدمتِ شیخ کے اِس معاملے کو کوئی سمجھ سکے اور جان لے کہ اُن کی نگاہ میں شاہ وگدا سب برابر تھے۔

ضمیر اصحاب پر روشن رہے کہ اگر خدمتِ شیخ کے معاملات ہزار میں سے ایک کی برابر بھی بیان کیے جائیں تو کتاب طویل ہو جائے گی۔ اب حضرت کے خدمت گاروں کے بعض معاملات کا حال سنو۔

حکایت (۱۰) اِس ضعیف کے دادا صاحب نے فرمایا: "میں کچھ زمانے تک مولانا شہاب الدینؒ دیباجی کی خدمت میں تھا۔ اُن کی ایسی بہت سی مشغولی کا حال میں نے دیکھا، جس سے کوئی شخص یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ مولانا کس کام میں مشغول ہیں۔ وہ عشاء کی نماز ادا کر کے لیٹ جاتے تھے۔ جب (دوسرے) لوگ اِدھر اُدھر ہو جاتے تھے تو اُٹھ جاتے اور آخرِ شب تک بیٹھے رہتے تھے۔ میں مولانا سے کوئی بات ایسی نہ سنتا تھا اور نہیں جانتا تھا کہ وہ کس کام میں ہیں۔ اکثر وہ مراقبے میں ہوتے تھے اور اُن کی مقبولیت اِس حد تک تھی کہ جس گروہ میں بھی پہنچ جاتے تھے۔ وہ جماعت یہی سمجھتی تھی کہ یہ بھی اُن میں سے ہی ہیں۔ اُنھیں شیخ کی خدمت میں خاص قُرب اور مرتبہ حاصل تھا۔ ایک دن وہ شیخ کی خدمت میں آئے۔ فرمان ہوا: بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گئے۔ اُس وقت شیخ کے سامنے گُل لالہ کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا۔ "مولانا آگے آؤ" یہ آگے بڑھے۔ چند بار حضرت نے یہی فرمایا۔ جب بالکل شیخ کے نزدیک آگئے، خدمتِ شیخ نے فرمایا: "دستار اُتارو۔" اُنھوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر فرمایا۔ کلاہ بھی اُتارلو۔ ایسا ہی کیا۔ پھر خدمتِ شیخ نے وہ پھول مولانا کے سر پر بکھیرے اور فرمایا: "مبارکباد مولانا مبارک باد" خدا ہی جانتا ہے کہ اُس وقت اُنھوں نے کیا نعمتیں پائی ہوں گی"۔

مولانا کی بزرگی میں سے ایک یہ ہے، جس زمانے میں تلنگ کے قلعے کا محاصرہ کیا ہوا تھا، مولانا مذکور دیوگیر (دولت آباد) میں تھے۔ ایک دن اپنے ساتھیوں سے فرمایا: "آؤ ذرا تلنگ کا تماشا دیکھیں جب

تلنگ میں پہنچے تو کہا: "جدھر جنگ ہو رہی ہے اور مورچہ بندھا ہوا ہے، مجھے اُدھر لے چلو، اُس کا تماشا دیکھیں گے، پھر شہر میں آئیں گے۔" جب مولانا کو وہاں لے گئے تو اُس جگہ قبلے کی طرف منھ کرکے کھڑے ہوئے اور چپکے چپکے اپنے آپ سے یہ بات کہی کہ "ساکنک"۔ ایک ساتھی نزدیک تھا۔ اُس نے سن لیا اور دوسرے ساتھیوں سے کہا۔ یہاں ہم اِس کام کے لیے تو نہیں آئے ہیں۔ پھر اُنھوں نے دو رکعت نفل ادا کیے۔ اور کہا: آؤ اب شہر کے اندر چلیں۔ شہر میں آ گئے۔ اُسی رات کو قلعہ میں بند لوگوں میں گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ صبح کو انھوں نے امان طلب کی اور قلعہ فتح ہو گیا۔

حکایت (۷۱) مولانا سراج الدّین ناگوریؒ بھی سخت مشغولی رکھتے تھے۔ چند مدّت میں اُن کی صحبت میں رہا تو دیکھا کہ جب عشاء کی نماز پڑھ چکتے تھے تو کبھی تلاوت میں مشغول ہو جاتے تھے اور کبھی نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ زیادہ کھڑے رہنے سے اُن کے دونوں پاؤں سوج گئے تھے۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ نماز کی حالت میں اگر کوئی نقارہ بھی بجاتا تو مولانا کو خبر نہ ہوتی۔ جب فجر کی نماز پڑھ لیتے، تو طالب علموں کو سبق دینے میں مشغول ہو جاتے۔ اُن کے بہت سے اصحاب کی مشغولی بھی اِسی انداز کی تھی اور جو کچھ درم و دینار موجود ہوتے، وہ اپنے اصحاب (مُریدوں) پر خرچ کر دیتے تھے اور کسی سے کسی چیز کے ایثار کرنے میں دریغ نہ کرتے تھے۔

مولانا کے معاملات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک بار میں سفر پر جا رہا تھا۔ مولانا سراج الدّین ناگوریؒ سے رُخصت ہونے کے لیے گیا۔ اُنھوں نے ازراہِ کرم مجھے روک لیا۔ یہاں تک کہ عشاء کی نماز کا وقت ہو گیا۔ مولانا ازراہِ شفقت کچھ دُور تک مجھے پہنچانے کے لیے باہر آئے۔ ہم گلی کے کنارے تک آ گئے۔ وہاں رُک گئے اور مجھ سے ازراہِ شفقت فرمایا: "تمھیں چاہیے کہ ایسے رہو اور ایسا کرو۔ اِس طرح کی بہت سی مہربانی کی باتیں فرماتے رہے۔ پھر اپنا قصّہ شروع کر دیا کہ ایک بار میں ایک دوست کے پاس گیا۔ وہاں رہنا ہوا، یہاں تک کہ عشاء کی نماز کا وقت ہو گیا۔ جس وقت نوبت بجائی جاتی ہے، اُس وقت میں اُن سے رخصت ہوا، باہر نکلا، مجھے پیشاب کرنے کی حاجت ہوئی، میرا گھر دُور تھا۔ یہ ڈر ہوا کہ ایسا نہ ہو نوبت بجادی جائے۔ میں نے سوچا کہ عام راستے میں پیشاب کرنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ ایسا نہ ہو کوئی دیکھے، اِس وقت یہاں کوئی موجود نہیں ہے، لوگوں کا آنا جانا بھی نہیں ہو رہا ہے۔ میں ایک گوشے میں بیٹھ گیا۔ جب اِس کام سے فارغ ہوا تو میرے پاس ہی ایک دروازہ تھا، میں نے دیکھا کہ اُس دروازے کے کواڑ کھُلے۔ اندر سے ایک شخص باہر نکلا۔ اُس نے میرے ایک گھونسا مارا، پھر دوسرا مارا، اور گھر کے اندر چلا گیا۔ دروازہ بند کر لیا۔ میں نے اپنے اندر غور کیا اور کہا میاں سراج! تم شرعی

مسئلے کو اپنے آرام کی خاطر حیلے سے دور کرتے ہو تو اِس کا لازمًا یہی پھل ملے گا۔ میں نے اُسی وقت توبہ کی کہ آیندہ کبھی حکمِ شرع کو کسی حیلے سے دفع نہیں کروں گا۔

ایک بار اور میں کھمبایت میں اُن کے ساتھ سفر میں تھا کہ ایک دن عصر کی نماز کے وقت ایک مسجد کے دروازے پر پہنچا۔ خدمتِ مولانا نے فرمایا: "عصر کی نماز ہم اِسی مسجد میں پڑھیں۔ دعاگو نے کہا: اچھی بات ہے۔ ہم دونوں مسجد کے اندر آگئے۔ میں نے کہا: "مخدوم، حکم ہو تو تجدیدِ وضو کرلیں" فرمایا: "اچھی بات ہے"۔ وہ بھی مسجد کے اندر بیٹھ گئے۔ میں گیا، تجدیدِ وضو کی اور مسجد کے دالان میں آیا۔ میرے پاس زائد کپڑا نہ تھا، مجبورًا پگڑی کا ایک سرا میں نے کھولا اور منھ صاف کیا۔ جب اُنھوں نے یہ دیکھا تو مجھ پر ناراض ہوئے اور کہا: "سنو، اتنے دنوں سے تم یارانِ طریقت کی صحبت میں رہ رہے ہو، اور تمھیں ابھی تک وضو کے پانی کا حکم (مسئلہ) معلوم نہیں ہوا! جس کپڑے پر نماز پڑھی جاسکتی ہے، اُس کپڑے سے یہ (وضو کا) پانی پونچھ رہے ہو؟" میں نے عرض کیا: "مخدوم معاف فرمائیں۔ آیندہ ایسا نہ ہوگا۔" وہ دن ہے اور آج کا دن ہے، چالیس برس سے کچھ زیادہ ہی ہوگئے، مجھے یاد نہیں کہ کبھی یہ فعل مجھ سے سرزد ہوا ہو۔ تو اے عزیز سمجھ لو کہ شیخ کے خدمت گاروں میں سے ہر ایک زہد و تقویٰ اور شریعت کے ظاہری احکام کی نگہداشت میں ایسا کمال رکھتے تھے تم اُن کے حق میں جو چاہتے ہو کہہ ڈالتے ہو، اور کبھی یہ نہیں سوچتے کہ ایسی باتیں کہنا اُن کے حال کے لائق ہے یا نہیں۔ اگر تمھیں ایک درم کا کوئی کام پیش آتا ہے تو چاہتے ہو کہ سَو حیلوں اور تدبیروں سے ناحق اُسے لے لو اور اپنی ملکیّت بنالو، اِسے اپنے لیے کچھ عیب نہیں سمجھتے!

حکایت (۲) دادا صاحب نے فرمایا: ایک بار قاضی محی الدّین کاشانیؒ اور چند دوسرے بزرگ شیخ کے جماعت خانے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ریاضتِ نفس (کے موضوع) پر باتیں ہو رہی ہیں۔ ہر ایک بزرگ اِس بارے میں کچھ فرمارہا تھا۔

میں نے قاضی رفیع الدّین کاشانیؒ سے عرض کیا: "خداوند، آپ بھی اس بارے میں کچھ فرمائیے"۔ قاضی نے اصحاب کی طرف رُخ کر کے کہا: "بات وہی ہے جو یہ سب خداوند کہہ رہے ہیں۔"

میں نے کہا: اگر آپ سے بھی کچھ بات سنی جاتی تو اچھا ہوتا۔ قاضی نے فرمایا: "نفس کے لیے اِس سے زیادہ سخت کوئی ریاضت نہیں ہے کہ اُسے تم کسی شرعی مسئلے کا تابع بنا کر رکھو۔ جو ریاضت بھی اُس کے سامنے رکھوگے، وہ قبول کرلے گا، مگر یہ (ریاضت) جو میں نے کہی اور ایک بار خدمتِ شیخ بھی فرماتے تھے کہ اگر کسی شخص کو کوئی مسئلہ پیش آئے تو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ حدِّ شرع سے باہر نہ نکلے

معاذ اللہ اگر شرع سے باہر نکل گیا تو پھر جگہ کہاں ہے ؟ اور مشائخؒ نے بھی کہا ہے : مرید کو لازم ہے کہ شریعت کی محافظت حد درجہ کرے۔ معاذ اللہ اگر شرع سے ذرّہ برابر انحراف کرے گا، تو جس مقام میں بھی ہوگا وہاں سے گر پڑے گا۔"

حکایت (۴۳) دادا صاحب نے فرمایا :- خواجہ کریم الدینؒ خدمتِ شیخ کے خادموں میں سے تھے۔ علم و زہد و تقویٰ و سلوک میں آراستہ تھے۔ چنانچہ عشار کی نماز پڑھ کر سلوک کی کوئی کتاب سامنے رکھ لیتے تھے اور آخرِ شب تک اُس کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ کبھی روتے تھے، کبھی انھیں فرحت ہوتی تھی۔ اسی طرح ساری رات گذر جاتی تھی۔ الغرض میں کچھ زمانے تک اُن کی صحبت میں رہا ہوں، بس یہی جانتا ہوں کہ سلوک کے موضوع پر کوئی کاغذ نہ لکھا گیا ہوگا، جو اُن کے پاس موجود نہ ہو۔ اکثر وہ سلوک کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور مجھے اُن کی بہت سی مشغولیاں ایسی معائنہ ہوئی ہیں کہ کوئی شخص اُن کو جان ہی نہ سکتا تھا کہ وہ کس کام میں (مصروف) ہیں۔ میں نے اُن سے سنا ہے۔ وہ کہتے تھے، اور اِس بات پر قسم کھاتے تھے کہ برسوں سے شیخ کے معمولات کا معائنہ کر رہا ہوں کہ کوئی سنّت خدمتِ شیخ سے ترک نہیں ہوتی اور کہتے تھے کہ میں نے سُنَنِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم کی بہت تلاش (و تحقیق) کی ہے اور کتابوں سے اُن کو چھانٹ چھانٹ کر نکالا ہے، اُن سب میں سے یہ دیکھا ہے کہ کوئی ایک بھی خدمتِ شیخ سے فوت نہیں ہوتی، اور قسم کھا کر کہتے تھے کہ اِس (اتباعِ سُنّت کے) معاملے کو خدمتِ شیخ نے کس حد تک پہنچا دیا ہے، میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی قول میں یا کسی فعل میں ان سے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی کوئی سنّت فوت ہوئی ہو، اور اِس پر بھی قسم کھاتے تھے اور زور دیکر کہتے تھے کہ مشائخِ سلف کے مقامات کی جو حکایتیں میں نے کتابوں میں مطالعہ کی ہیں، اُن میں کسی کو بھی تسلیم نہ کرتا، اگر میں نے شیخ کو نہ دیکھا ہوتا یعنی بشر ایسا بھی ہو سکتا ہے جو اُنھوں نے لکھا ہے، مگر جب میں نے شیخ کو دیکھا تو اُن سب کو بھی تسلیم کر لیا اور مجھے تحقیق ہو گیا کہ بشر ایسا بھی ہو سکتا ہے!

چھٹا باب

(٦)

سلاطین و شاہزادگان اور ملوک و خانان کے خدمتِ شیخ سے عقیدت و ارادت کے ساتھ وابستہ ہونے کا بیان۔

اصحاب کے ضمیر پر روشن رہے کہ جب خدمتِ شیخ کی عظمت و جلالت کا ڈنکا دنیا بھر میں بجنے لگا اور خاص و عام نے خدمتِ شیخ کی کرامتیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تو صاحبِ تخت و تاج سلاطین اور چتر و دواج (؟) کے مالک شہزادے، خانانِ نامدار و مُلوک، شیخ کی کرامتوں کا مشاہدہ کرنے اور امتحان لینے کے بعد اُن کے آستانے پر ماتھا ٹیکنے لگے اور پورے اعتقاد کے ساتھ خدمت گاری و اِرادت کا دَم بھرنے لگے۔ اُن میں بعض کا تذکرہ اس باب میں کیا گیا ہے۔

حکایت (۴۷) چونکہ مخالفین سلطان علاؤ الدّین تک ہر بات پہنچاتے تھے اور سلطان بہت غیرت مند انسان تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ دو چار لوگ بھی ایک جگہ بیٹھیں، یا کسی میزبانی اور دعوت کے نام پر اکٹھّے ہوں، چنانچہ اُس نے اِس مقصد سے جاسوس مقرّر کر رکھے تھے، "تاکہ وہ ہر روز اِس طرح کی خبریں دیتے رہیں، اور خدمتِ شیخ نے اُن دنوں بندگانِ خدا پر دعوت کا دروازہ کھول رکھا تھا۔ ہر طرح کے لوگوں کا آنا جانا بہت ہو گیا تھا۔ دسترخوان اتنا وسیع تھا کہ سب آنے جانے والے اپنا حصّہ پاتے تھے اور ساتھ میں بھی لے جاتے تھے۔ یہ خبر سلطان علاؤ الدّین کو پہنچائی گئی، اِس سے وہ بہت جزبز ہوا، مگر عقلمند اور تجربہ کار انسان تھا، اِس بات کو کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا، یہ سوچا کہ دیکھوں ہوتا کیا ہے؟

ایک دن ایک جاسوس دسترخوان پر آیا اور سب سے آخر میں بیٹھ گیا۔ خواجہ محمّد امام خدمتِ شیخ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ اُنھوں نے شیخ سے کہا: "وہ شخص جو صفِ نعال میں بیٹھا ہوا ہے، جاسوس

ہے۔" خدمتِ شیخ نے بلند آواز سے بات شروع کر دی، "ہے تو کیا ہوا؟ یہاں سے لے کیا جائے گا، اور کیا کہے گا؟ سوائے اِس کے کہ ہم اپنے ساتھیوں، عزیزوں اور فرزندوں کے ساتھ بیٹھے نان گوشت کھا رہے ہیں۔" پھر فرمایا: "مبشر، یہاں آؤ۔" مبشر دسترخوان پر حاضر رہتے تھے۔ آئے، آداب بجالا کر کھڑے ہوگئے۔ فرمایا: "ساتھیوں کے لیے نان اور شوربا سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ کسی کو پسند نہ ہو، جاؤ دسترخوان پر طاہری کا اضافہ کردو اور دو شخصوں کے سامنے ایک صحنک طاہری کی ہونی چاہیئے۔"

خدا جانے اُس مجلس میں یا دوسری مجلس میں ارشاد فرمایا: "اگر مجھے عوام کا خیال نہ ہو کہ چرچا ہونے لگے گا تو نعمتِ خواجہ کی قسم یہاں سے شہر تک تنور لگوادوں، جہاں طرح طرح کی نعمتیں دن رات میسّر رہیں اور بندگانِ خدا کسی وسیلے کے بغیر وہاں آئیں، کھائیں اور ساتھ میں باندھ کر بھی لے جائیں۔"

یہ خبر سلطان تک پہنچائی گئی، اور زیادہ تلملایا، مگر چونکہ بہت ہی سمجھدار تھا، ضبط کیا۔ خدمتِ شیخ کو بھی یہ خبریں دی جاتی تھیں کہ سلطان بہت جز بز ہو رہا ہے۔ خدمتِ شیخ بھی خاموش رہتے تھے، کوئی جواب نہ دیتے تھے۔ ایک بار ایسے ہی دسترخوان پر بیٹھے تھے۔ فرمایا: "مبشر، یہاں آؤ! جو لوگ روزے رکھتے ہیں اُن کی سحری کا کیا ہوتا ہے؟ حلوا پوری اور سموسے دسترخوان پر اضافہ کردو۔ ہر شخص کے سامنے ایک پوری، دو سموسے رکھ دیا کرو، اور اُن سے کہو یہ سحری کے لیے اُٹھا رکھیں۔" ایسا ہی کیا گیا۔ یہ خبر بھی سلطان کو پہنچائی گئی۔ سلطان علاء الدّین نے اپنی فراست سے سمجھ لیا کہ یہ کام خاص اللہ کے لیے ہے۔ جب تک کسی کو حق کی طرف سے کمالِ قوّت نصیب نہ ہو، یہ سب کر نہیں سکتا۔ اِس کے بعد وہ پورے اعتقاد کے ساتھ خدمت گاروں کی صف میں شامل ہوگیا، اور جب تک زندہ رہا، اپنی عقیدت میں ثابت رہا، لامحالہ اُس کا کوئی کام رُکا نہیں۔ اُس نے خضر خاں و شادی خاں کو شیخ کی خدمت میں بھیجا اور التماس کیا کہ خدمتِ شیخ اُنھیں اپنی خدمت گاری میں قبول فرمالیں۔ کچھ زمانے تک وہ آتے جاتے رہے، پھر ایک دن دونوں نے التماس کیا کہ "ہم بندگانِ شیخ کی صف میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔" خدمتِ شیخ نے فرمایا: "تم بادشاہ زادے صاحبِ چتر ہو، بادشاہی، سلطنت، لشکر کشی و جہانگیری تمھیں زیب دیتی ہے۔ ہمارا تو فقر و مسکنت، خاکساری و بیچارگی کا گھر ہے، تم اِس کا تحمّل کہاں کر سکو گے؟"

اُنھوں نے چند بار ایسا ہی التماس کیا۔ خدمتِ شیخ نے بھی ہر بار وہی جواب دیا۔ پھر وہ کہنے لگے: "خواجہ ہم اِسی فقر کو اختیار کرنا چاہتے ہیں۔" خدمتِ شیخ نے فرمایا: "اِس بار تو تم واپس جاؤ، اپنے والد سے مشورہ کرو اور دیکھو وہ کیا فرماتے ہیں؟" اُنھوں نے ایسا ہی کیا۔ سلطان نے کہا:

"میں تو پہلے ہی دن کہہ چکا ہوں کہ خدمتِ شیخ ازراہِ کرم اِن کو اپنی خدمت گاری میں قبول فرمالیں"۔

دوسری بار وہ آئے اور سلطان کی طرف سے ایک امیر کو اپنے ساتھ لائے اور اسی بات کا التماس کیا۔ جو شخص سُلطان کی طرف سے (بطور نمایندہ) آیا تھا اُس نے کہا: "خداوندِ عالم (سلطان) کو بھی بات مطلوب ہے" (کہ شہزادوں کو مرید کرلیا جائے) اس کے بعد خدمتِ شیخ نے اُنھیں دستِ بیعت دیا اور مشائخ کے خرقے سے مُشرّف فرمایا۔

حکایت (۵) جب یہ شہزادے خدمتِ شیخ کے مُرید ہونے کی سعادت سے مُشرّف ہوگئے تو اُنھوں نے عرض کیا کہ "اگر فرمان ہو تو ہم یارانِ سلسلہ کی دعوت کریں۔" خدمتِ شیخ نے فرمایا: "اچھا ہے"۔ اِس بار تو چلے گئے، دوسری بار پوری تیاری کے ساتھ آئے، اور غیاث پور کے جنگل میں خیمے لگادیے گئے۔ بارگاہ بن گئی اور سات روز تک رات دن میں ہر طرح کی نعمتیں مہیّا کردی گئیں۔ اِس کے بعد یہ دونوں بھائی شیخ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ خواجہؒ کے خدمت گاروں کی دعوت کے سب اسباب موجود ہوگئے ہیں، اب کیا حکم ہے؟ کب خرچ کیا جائے؟ خدمتِ شیخ نے دن کا تعیّن فرمادیا اور اُنھیں واپس کردیا۔ شاہزادے سلطان کے پاس آئے، اور یہ گذارش کی کہ کل خدمتِ شیخ کے مریدوں کی دعوت ہے۔ سلطان نے کہا: "مبارک ہو، ضرور کرو۔" سب خانانِ نامدار و اُمرائے کبار کو طلب کیا اور فرمایا: "شہزادوں کے ساتھ جاؤ، کمر پر پٹکے باندھ لو اور درویشوں کی خدمت کرو۔" ان لڑکوں سے فرمایا: "طشت و آفتابہ خود اُٹھانا، سب کے ہاتھ خود دُھلانا، شربت اور پان اور میوہ جہاں تک ہوسکے (درویشوں تک) خود پہنچانا۔ سونے چاندی کے سکّوں کی تھیلیاں باندھ کر ہر شخص کے سامنے رکھنا۔" پھر سُلطان نے ملوک و اُمراء کی طرف رُخ کیا اور کہا: "یہ سب خدمت تو مجھے کرنی تھی، مگر کیا کروں، میرا وہاں گذر نہیں ہے۔"

صبح کو اُن شہزادوں نے سب لوگوں کے جمع ہونے کے لیے تین مقامات تیار کیے اور خدمتِ شیخ میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ "محفل کا تمام انتظام مکمّل ہوگیا ہے۔ صرف آپ کی تشریف آوری کا انتظار ہے۔ کیا حکم ہے؟" خدمتِ خواجہ نے فرمایا: "بہت اچھا" سوار ہوئے اور جہاں سب اصحاب جمع ہونے تھے، وہاں تشریف لائے۔ پھر خلق جمع ہوگئی۔ شہزادے چاروں پانچوں بھائی، ملِک نائب کے ساتھ اور دوسرے خانان و ملوک نے کمر سے پٹکے باندھ کر طشت اور آفتابے سنبھال لیے۔ خدمتِ شیخ کے پاس آئے اور آداب بجالاکر کھڑے ہوگئے۔ خدمتِ شیخ نے اُنھیں اشارہ کیا کہ ہاتھ دُھلائیں۔ اُمراء اور خانان ہر صحن میں دس دس بیس بیس مقرّر تھے، وہ وہاں ہاتھ دُھلوا رہے تھے۔ خاص دسترخوان بچھائے

گئے ۔ کھانا، شربت، پان، میوے وہ خود پہنچا رہے تھے ۔ جب کھانا خرچ ہو چکا، شاہزادوں نے زمین بوس ہو کر سماع کی اجازت طلب کی ۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: " اچھّا " وہ آداب بجا لا کر واپس ہو گئے، قوّالوں کو جمع کر کے لائے ۔ سماع شروع ہوا ۔ بعض مخالفین بھی، کچھ مجمع کا امتحان لینے کے لیے اور بعض شہزادوں اور اُمراء و ملوک کی خوشنودی کے لیے، جن کے ہاں اُن کا آنا جانا رہتا تھا، اِس مجمع میں حاضر ہوئے تھے ۔ جب اُنھوں نے یہ دیکھا کہ شہزادے اور مُلوک و اُمراء کھڑے ہو کر درویشوں کی خدمت کر رہے ہیں تو اِس پر تعجب کر رہے تھے ۔ اِسی میں ظہر کی نماز کا وقت آ گیا ۔ خدمتِ شیخ وہاں سے اُٹھ کر اپنی خانقاہ میں آ گئے ۔

حکایت (۹۷) جب مَلِک نائب فوجیں لے کر معبر کی طرف گیا ہوا تھا، چند مہینے گزر گئے، اُس کی طرف سے کوئی خبر نہیں ملی ۔ سلطان علاؤ الدّین کو فکر اور پریشانی ہونے لگی ۔ مولانا حمید الدّین صدرِ جہاں کو شیخ کی خدمت میں بھیجا اور کہا: " جاؤ میری طرف سے خدمتِ شیخ سے گزارش کرو اور کہو کہ خاصی مدّت گزر چکی ہے، ہمارے پچاس ہزار سوار معبر کی طرف گئے ہوئے ہیں اور اِس مدّت میں مجھے اُن کی کوئی خبر نہیں ملی ہے ۔ التماس یہ ہے کہ خدمتِ شیخ توجّہ فرمائیں تاکہ اِس لشکر کی سلامتی کی خبر مجھے مل جائے ۔ اور دیکھو کہ خدمتِ شیخ کیا فرماتے ہیں؟" صدرِ جہاں آئے ۔ معروضہ جو تھا شیخ کی خدمت میں پیش کیا ۔ خدمتِ شیخ نے اقبال کو اشارہ کیا کہ وہ قاضی کے لیے کچھ کھانا لے آئے ۔ صدرِ جہاں کھانے میں مشغول ہو گئے ۔ خدمتِ شیخ نے ایک حکایت شروع کی ۔ وہ ختم ہوئی تو دوسری، اِسی طرح چند حکایتیں بیان فرمائیں ۔ اِسی ضمن میں اُنھوں نے فرمایا کہ فلاں شہر میں ایک بادشاہ تھا، اُس نے کسی مُہم کے لیے کسی طرف لشکر بھیجا تھا ۔ کچھ زمانہ گزر گیا اور بادشاہ کو لشکر کی خبر نہیں ملی ۔ اُس شہر میں ایک بزرگ تھے ۔ بادشاہ نے اپنے حاجب کو اُن بزرگ کے پاس بھیجا اور کہا کہ " ہمارا سلام اور دُعا اُن کو پہنچاؤ اور لشکر کی خبر نہ ملنے کا حال بیان کرو" حاجب نے ایسا ہی کیا ۔ اُن بزرگ نے حاجب سے فرمایا " چالیس دن کے بعد لشکر کی خبر آ جائے گی ۔" خدمتِ شیخ نے یہ قصّہ بھی ختم کر کے دوسری حکایت شروع کر دی ۔ یہاں تک صدرِ جہاں کھانے سے فارغ ہو گئے ۔ اقبال نے صدرِ جہاں کے ہاتھ پر (رخصت کا) بیڑہ رکھ دیا اور کہا: " بسم اللہ " ۔ صدرِ جہاں اُٹھے اور زمین بوس ہو کر واپس ہو گئے ۔ چونکہ شیخ کا رعب مانع تھا، سلطان کی عرضداشت کا جواب دوبارہ پوچھنے کی ہمّت بھی نہ ہوئی ۔ شیخ کی حضوری میں یہ تھا کہ جو بھی علماء اور مُلوک یا دوسرے لوگ آتے تھے، وہ شیخ کے رعب کی وجہ سے کچھ عرض کرنے کی ہمّت نہیں کر پاتے تھے ۔ الغرض مولانا حمید الدّین سخت حیران ہوئے کہ خدمتِ شیخ نے کچھ جواب نہ دیا ۔ اب میں سلطان سے کیا کہوں ۔۔؟

سلطان کے پاس گئے۔ سلطان نے پوچھا: "خدمتِ شیخ نے کیا فرمایا؟" مولانا حمید الدین نے کہا: "اِس بارے میں تو کچھ نہ فرمایا۔" سلطان کو اور بھی سخت پریشانی ہو گئی۔ کچھ دیر سوچ کر اُس نے مولانا حمید الدین سے کہا: "خدمتِ شیخ نے تم سے کیا حکایتیں بیان کیں؟ سناؤ۔" مولانا نے وہ خاب۔ الا قصہ جو سُنا تھا، وہ بھی بیان کیا۔ جب سلطان نے یہ سُنا تو خوشی سے اُچھل پڑا اور کہنے لگا: "مولانا خدمتِ شیخ نے اِس مسئلے میں جو جواب ہو سکتا تھا، وہ فرما دیا، مگر تم اُسے سمجھے نہیں۔"

سلطان نے شیخ کے ارشاد کے مطابق تینتیس دن کے بعد حکم دیا کہ دہلی سے بیانہ تک دَھاوے کی جگہ سوار کھڑے رہیں کہ ملکِ نائب کے عریضے آتے ہوں گے۔ ایسا ہی کیا گیا۔ چالیسویں دن غروب آفتاب کے وقت ملکِ نائب کے عرائض آئے، اور جیسا شیخ کی زبانِ مبارک سے نکلا تھا، اُس کے مطابق چالیسویں دن لشکر کی سلامتی کی خبر سلطان کو مل گئی۔

حکایت (۷) جب ظالم ملک نائب نے خضر خاں اور شادی خاں کی آنکھیں نکالیں اور انھیں قید کر کے گوالیار بھیج دیا تو اِن مخالفوں میں سے ایک نے شہزادوں سے حجت کی اور کہا: "جب تم پورے اعتقاد کے ساتھ شیخ کے مُرید ہوئے تھے، اور اپنے آپ کو اُن کی غلامی و خدمت گاری کے لیے سونپ دیا تھا، تو پھر ایسا حال کیوں پیش آیا؟"

شاہزادوں نے کہا: "اے مدعیِ خام کار، اِس میں کوئی قصور یا نقصان نہیں ہے، بلکہ شیخ کی خدمت سے وابستہ ہونے کی برکت سے اُنھوں نے ہمارے ہاتھوں کو دنیا میں تصرف کرنے سے روک لیا، اور خونِ ناحق کرنے یا کسی کا مال ہتھیانے سے بچا لیا اور اِس وعید سے ہمیں نکال لیا کہ: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا (النسار: ۹۳) (جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے گا، اُس کی جزا دوزخ ہے، جس میں وہ سدا پڑا رہے گا) اور کلام مجید کی اِس آیت سے بھی ہمیں خارج کر دیا کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا (النسار: ۱۰)

"جو لوگ زور زبردستی سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں، وہ دراصل آگ نگل رہے ہیں، اور جہنّم میں ڈالے جائیں گے۔)

اگر ہماری ظاہری بینائی لے لی گئی تو باطن کی روشنی ہم پر کھول دی گئی ہے۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ سب اسی کی برکت سے تھا کہ میں نے خدمتِ شیخ کا دامن پکڑ لیا اور اپنے سارے کام اُن کے

حوالے کر دیے۔ اب ہمیں یہ امید ہے کہ کل قیامت کے دن بھی ہمارا حشر خدمتِ شیخ کے جھنڈے کے نیچے ہی ہوگا۔"

حکایت (۸) سلطان محمّد بھی اپنی امیری کے زمانے سے اُن کا معتقد تھا۔ اُسے جو بھی مہم پیش آتی تھی، اُس میں خدمتِ شیخ سے ہی التجا کرتا تھا، اور خود کو اُن کی پناہ میں رکھتا تھا۔ لامحالہ دیکھ لو کہ اُس کا کوئی کام بھی اٹکا نہ رہا، اور جو دشمن بھی اُٹھا، دبا دیا گیا، کسی کا اُس پر قابو نہ چل سکا۔ یہ سب اِس لیے تھا کہ وہ خود کو ہر سانس میں شیخ کی پناہ میں رکھتا تھا، اور اپنے کاموں میں اُن سے ہی التجا کرتا تھا۔ میں نے مولانا شہاب الدّین امامؒ سے سنا ہے، وہ کہتے تھے: "ایک دن میں حاضر تھا۔ یہ خبر آئی کہ اُلغ خاں آ رہا ہے۔ اقبال شیخ کے سامنے گئے اور کہا: "اُلغ خاں آنے والے ہیں۔" خدمتِ شیخ نے کہا: "سلطان کہو۔" اقبال نیچے آئے تو خبر ملی کہ اُلغ خاں دروازے تک آ چکا ہے۔ اقبال پھر خدمت میں گئے اور کہا: "اُلغ خاں دروازے پر آ چکے ہیں۔" شیخ نے فرمایا: "سلطان کہو۔" اقبال پھر واپس آئے اور اُلغ خاں آ کر زینے کی سیڑھی پر کھڑے ہو گئے۔ اقبال گئے اور کہا: "اُلغ خاں کھڑے ہیں۔ اِس بار شیخ نے ذرا تیز لہجے میں فرمایا: "ارے لالہ، کیا میں تم سے یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ سلطان کہو۔"

اُلغ خاں قریب آ چکا تھا، اُس نے یہ بات سُن لی اور اپنی چادر کے پلّو میں گرہ باندھ لی۔ اندر داخل ہو کر زمین بوس ہوا۔ خدمتِ شیخ نے بڑی بشاشت سے حال پوچھا۔ بہت نوازش فرمائی اور کہا: "اقبال انھیں کچھ پیش کرو۔" اقبال کچھ لے کر آئے۔ سلطان محمّد نے (وہ تبرک) لے لیا اور آداب بجا لا کر رخصت ہوا۔ بیٹھنے کا موقع نہ تھا۔

حکایت (۹) مولانا شہاب الدّین امامؒ نے کہا: "جس زمانے میں سلطان تغلق لکھنوتی کی طرف تھا، اور سلطان محمّد کو اپنا نائب بنا کر دہلی میں چھوڑ گیا تھا، ایک دن سلطان محمّد اور خواجہ جہاں شیخ کی خدمت میں آئے۔ اُن دنوں خدمتِ شیخ صاحبِ فراش تھے۔ اقبال خادم اُن کو فرمانِ شیخ کے مطابق شیخ کی خدمت میں لائے۔ اُنھوں نے ادب سے سر جھکایا اور کھڑے رہے۔ خدمتِ شیخ نے سلطان محمّد سے فرمایا: "تم اِسی کھاٹ پر بیٹھ جاؤ۔"

سلطان نے ادب سے سر جھکا کر عرض کیا: "میری کیا مجال ہے۔" خدمتِ شیخ نے فرمایا: "ہم تمھیں کھاٹ پر بٹھا رہے ہیں تو بیٹھ جاؤ۔" سلطان کو اب عذر کرنے کا موقع نہ رہا۔ شیخ کے حکم کی تعمیل میں کھٹ کے اوپر ایک زانو ٹیک کر بیٹھ گیا۔ پھر حضرت نے اقبال سے فرمایا: "جاؤ ایک کرسی لے کر آؤ۔" جب وہ کرسی

لائے تو خواجہ جہاں سے فرمایا: "تم کرسی پر بیٹھو" خواجہ جہاں نے بھی شیخ کے فرمان کی تعمیل کی۔ اِس کے بعد جب یہ دونوں شیخ کی خدمت سے واپس ہونے لگے، اور باہر نکلے تو سلطان نے خواجہ سے کہا: "خدمتِ شیخ نے مجھے تخت اور تمھیں کرسی عطا کی ہے، جو وزارت کی طرف اشارہ ہے۔ اب اِس کام کی تیّاری کرنی چاہیئے۔" جب سلطان محمّد بادشاہ ہوا تو اُس نے وزارت خواجہ جہاں کو سونپی، اور جب تک وہ دونوں زندہ رہے، نہ کوئی اُن کے ملک میں دخل اندازی کرسکا، نہ کسی کا خواجہ جہاں پر قابو چل سکا۔ جو کوئی اُن کا مخالف ہوا یا اُن سے اُلجھا، اُس نے نیچا دیکھا۔ سچ یہ ہے کہ مردانِ خدا کی دی ہوئی (نعمت کو) کوئی نہیں لے سکتا۔

حکایت (۸۰) جب کِشلو خاں سلطان محمّد سے مخالف ہوکر باغی ہوگیا تو اُس نے دہلی کی طرف چڑھائی کردی سلطان محمّد نے بھی لشکر جمع کیا اور ملتان کی طرف بڑھا۔ اِسی طرح جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے، اور دونوں طرف سے قاصد آنے جانے لگے تو جنگ کے لیے ایک دن مُقرّر ہوگیا کہ فلاں روز ہم مقابلہ کریں گے۔ اس (جنگ کی) رات کو سلطان محمد نے گھوڑے ہتھیار وغیرہ اُمراء و ملوک میں تقسیم کیے اور کہا کہ کل کو رَن پڑے گا۔ تم سب تیار رہو۔ اِسی اثناء میں اُس نے قطب دبیر کی جانب جو شیخ کے خدمت گاروں میں سے تھے، اور شیخ کی نگاہ میں اعتبار بھی رکھتے تھے، متوجّہ ہوکر کہا:

"قطب کیا تمھیں خدمتِ شیخ کا بتایا ہوا کوئی وظیفہ یاد ہے، جو اِس وقت کام آسکے؟" قطب نے کہا: "جی ہاں۔ ہے۔"

سلطان نے کہا: "بتاؤ۔" قطب نے کہا: "خدمتِ شیخ ایک دن فرماتے تھے کہ اگر کسی کو کوئی مہم پیش آجائے تو چاہیئے کہ اُس رات کو خدا کی یاد میں مشغول رہے۔ جب صبح ہونے لگے تو فلاں آیت پڑھے۔ اور دشمن کی سمت میں دم کردے۔ پھر سوار ہوجائے، جنگ میں کود پڑے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے دشمن کو زیر کردے گا اور اُسے فتح و نصرت بخشے گا۔"

سلطان نے کہا: قطب، جلدی سے ہمارا فرمان شائع کردو کہ سب خلق واپس ہوجائے، اور اپنی اپنی جگہ ہر شخص تیار اور چوکس رہے۔"

پھر فرمایا: "پانی لاؤ۔" پانی لایا گیا۔ وضو کیا اور جانماز پر کھڑا ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ اِسی طرح صبح تک کھڑا رہا۔ پھر نماز کا سلام پھیر کر وہ آیت جو خدمتِ شیخ نے بتائی تھی پڑھی اور کشلو خاں کے لشکر کی طرف دَم کردی۔ پھر فرمایا: "ہمارے ہتھیار لاؤ۔" اِسی دوران میں قطب آگئے، آداب بجا لائے اور کہا "کیا خداوندِ عالم کو فرمانِ شیخ کے مطابق رات کی مشغولی میسر آئی؟"

سلطان نے کہا: "ہاں"۔ قطب آگے بڑھے اور کہا: "خداوندِ عالم فتح مبارک ہو۔" گھوڑوں کی زین کسی گئی۔ سلطان سوار ہوا، اور جنگ میں کود پڑا۔

اِس دوران میں کشلو خاں کا لشکر بھاری پڑ گیا، چنانچہ سلطان کی پوری فوج کو پکڑ لیا اور اِدھر اُدھر لے گئے۔ سارا لشکر تتر بتر ہو گیا ایک کو دوسرے کی خبر نہیں تھی اور سلطان محمّد ایک گوشے میں کھڑا ہوا یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ سارا لشکر لُوٹ کر بکھر چکا ہے۔ اُس وقت قطب دبیر پاس ہی کھڑا تھا۔ سلطان نے کہا: "قطب یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

قطب نے کہا: "خداوندِ عالم ہونا وہی ہے جو خدمتِ شیخ نے فرما دیا ہے۔ اِس شکست کا کچھ اعتبار نہیں۔"

اِسی اثنا میں کشلو خاں نے جنگ بند کر دی، اور خوش ہو کر رکاب سے اپنے پانو نکال کر گھوڑے کی گردن پر رکھ لیے اور اپنے سر سے خود اُتار کر زین سے لٹکا دی، اور لشکر کا تماشا دیکھنے لگا، قضا را کسی طرف سے ایک تیر آیا، اور کشلو خاں کی شہ رگ پر لگا۔ وہ گھوڑے سے لُڑھک کر نیچے گرا۔ سلطان محمّد نزدیک ہی تھا، جب اُس نے یہ دیکھا تو اپنی کمین گاہ سے نکلا اور (کشلو خاں پر) ٹوٹ پڑا۔ جو سوار کشلو خاں کے ساتھ تھے، جب اُنھوں نے دیکھا کہ سردار ہی گر پڑا تو وہ بھی تابِ مقاومت نہ لاسکے۔ اور ہار مان گئے۔ اِس طرح سلطان محمّد کی جیت ہوئی، اور تم جانتے ہو کہ بہتوں نے سر اُٹھایا، مگر کوئی بھی (سلطان محمّد بن تغلق کے) سامنے ٹِک نہیں سکا۔ یہ سب اُس کے عقیدے کا پھل تھا، جو وہ شیخ کے خادموں سے رکھتا تھا اور اُنھوں نے بھی کسی موقع پر اُس کا ساتھ نہیں چھوڑا۔

حکایت (۱۸) ایک بار سلطان قطب الدّین نے نشے کی حالت میں ملک تلبغہ بُغدہ سے کہا "یہ کلاہ اپنے سر سے اُتار دو۔" یہ ملک خدمتِ شیخؒ سے بیعت رکھتا تھا۔ جب سلطان نے یہ حکم دیا تو وہ خاموش رہا۔ سلطان نے پھر کہا: "اُتارو" وہ پھر خاموش رہا۔ تیسری بار سلطان نے تلوار کھینچ لی اور کہا: "یہ کلاہ اپنے سر سے دُور کر دے، ورنہ تیرا سر اُڑا دوں گا۔"

ملک نے اپنے بالوں کی لٹ ہاتھوں میں پکڑی اور سر سامنے رکھ دیا۔ کہنے لگا: "خداوندِ عالم میں نے شیخ کی دی ہوئی کلاہ اپنے سر پر رکھی ہے تو اس لیے نہیں کہ جان کے خوف سے اُتار پھینکوں، اگر اِس کلاہ کے ساتھ سر جاتا ہے تو جائے۔"

یہ بات سنتے ہی سلطان کا غصّہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اُس نے تلوار نیام میں رکھ لی اور درباریوں کی طرف رُخ کر کے کہنے لگا: "مرید ہو تو ایسا ہو۔"

پھر کہا: "شاباش اے تلبغہ، مرید ایسا ہی ہونا چاہیے۔" جو مصاحب کھڑے تھے، اُن سے کہا کہ دیکھو مرید ایسا ہوتا ہے کیا جانوں تم لوگ بھی ایسے ہو یا نہیں۔"

پھر تلبغہ سے پوچھا: "تمھیں کتنی تنخواہ ملتی ہے؟"

مَلک نے کہا: ۳۵ ہزار تنکے۔ سلطان نے اُس کی تن خواہ دوگنی کردی اور ۷۰ ہزار تنکے انعام میں دیے۔ خلعت بھی عطا کیا۔ مَلک مذکور یہ خلعت پہن کر اور یہ ستّر ہزار تنکے لے کر شیخ کی خدمت میں آیا۔ جب شیخ کے سامنے گیا تو اُنھوں نے فرمایا: "بیٹھ جاؤ" بیٹھ گیا۔ پھر مَلک نے سارا ماجرا شیخ سے بیان کیا۔ اِس کے بعد ملک کے دل میں خیال گذرا کہ اگر انعام کی یہ رقم خدمتِ شیخ کے مطبخ میں خرچ ہو جائے تو کیا ہی اچھا ہو۔

خدمتِ شیخ نے اقبال کی طرف دیکھا اور فرمایا: "کچھ لا کر مَلک کو دو۔" اقبال حجرے کے اندر گئے۔ اپنے دو ہتّڑ میں سونے کے تنکے بھر کر لائے، اور ملک کے دامن میں ڈال دیے۔ پھر شیخ نے فرمایا: "ہمیں ضرورت نہیں۔" جس جگہ خدمتِ شیخ تشریف فرما تھے، وہاں ایک طاق تھا، جس سے دریا کے کنارے اور صحرا کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ خدمتِ شیخ نے اُس وقت اُس طاق کی طرف اشارہ کرکے ملک سے فرمایا: "اِس طرف دیکھو۔"

جب ملک نے نگاہ ڈالی تو سارے دریا کو دیکھا کہ سب سونا بہہ رہا ہے۔ اور سارا صحرا سنہری ہوا پڑا ہے۔ ملک کے دل میں ہیبت بیٹھ گئی اور وہ بےخود ہوگیا۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: "ہیں، تمھیں کیا ہوا؟" تو ملک ذرا آپے میں آیا اور زمین بوس ہو کر رخصت ہوا۔

دنیا والوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اُمرا، خانان، و ملوک جو خدمتِ شیخ سے بیعت رکھتے تھے۔ اُن میں سے ہر ایک اپنی قبا میں سالکِ طریقت تھا۔ اور حدیث: "جو ہم گدڑیوں میں تلاش کرتے تھے، وہ ہم نے قباؤں میں پایا۔" اُن کے بارے میں صادق تھی۔ وہ اِس راستے میں اپنا جان و مال سب نچھاور کر کے راہِ حق میں خرچ کرتے تھے۔

مرادِ اہلِ طریقت لباسِ ظاہر نیست
کمر بہ خدمتِ سلطان بِبَند و صوفی باش

(اہلِ طریقت کے لیے ظاہری لباس ہی ضروری نہیں ہے۔ تم سلطان کی خدمت کا پٹکا کمر سے باندھو اور صوفی بن کر رہو۔) اِن میں سے ہر ایک ایسا تھا کہ اُن کی مشغولیِ باطن اور (روحانی) معاملات کا شمّہ بھر بیان کیا جائے تو یہ کتاب بہت طویل ہو جائے گی۔

قوام العقائد

ساتواں باب

(۱۷)

علماء، خانان اور مُلوک و اُمراء، خاص و عام اور اہلِ سلوک کو خدمتِ شیخؒ کے عطیات کا بیان

دوستوں کو معلوم رہے کہ مشائخ کے خصائلِ حمیدہ میں سے بذل و عطا اور ایثار و سخا بھی ہے۔ خواجہ بایزیدؒ فرماتے ہیں: "تصوف یہ ہے کہ اپنے اوپر آسایش کا دروازہ بند کر لے اور خلقِ خدا پر راحت کے دروازے کھول دے۔" اور یہ بہت اعلیٰ مقام ہے، اس کی شرح حد سے بڑھی ہوئی ہے۔ اس معاملے میں جو کچھ خدمتِ شیخؒ نے کیا وہ دُنیا و عقبیٰ کے سلاطین میں سے اور کسی سے بھی بن نہیں پڑا۔

اس بارے میں خدمتِ شیخؒ اتنا غلو رکھتے تھے کہ اللہ کے بندے خواہ وہ شریف ہوں یا پس ماندہ، خاص ہوں یا عام، اُنھیں اُن کے مطلوب تک پہنچاتے تھے اور سب کو خوش کر دیتے تھے۔ عقلمند لوگ جانتے ہیں کہ ساری مخلوق کو خوش رکھنا اور سب کی خوشنودی حاصل کرنا کسی شخص کے بس کی بات نہیں مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی قوت عطا کر دی ہو، یہ اسی سے ہو سکتا ہے، اگر خدمتِ شیخؒ کی بخشش کا حال پورا پورا لکھا جائے، تو یہ کتاب اُسے سہار نہیں سکتی۔ البتہ ہزار میں سے ایک اور مُشتے نمونہ از خروارے یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

حکایت (۸۲) جب خدمتِ شیخؒ نے بندگانِ خدا پر ایثار کے دروازے کھول دیے تو خدمتِ شیخؒ کی بخششوں کا یہ حال ہوا کہ علماء، مشائخ، اُمراء، مُلوک شاہزادگان سبھی اُن کے وظیفہ خوار ہو گئے اور اُن ملوک و امراء اور شاہزادوں میں سے ہر ایک کے لیے دس تنکے، پانچ تنکے، چار تنکے چاندی کے مقرر ہو گئے۔ مگر عام لوگوں میں سے کسی کو روزینہ، بعضوں کو ہفتہ، اور بعض کو دو ماہہ، بعض کو چار ماہہ، بعض کو شش ماہہ اور کسی کو سالانہ (وظیفہ) ملتا تھا۔ روزینہ اُن کا تھا جو پاس پڑوس میں رہتے تھے ——— ہفتہ اُن کا تھا جو شہر سے آتے تھے اور ماہانہ وہ پاتے تھے جو آس پاس کے قصبات سے آتے تھے۔ شش ماہہ

ہشت ماہہ اور سالانہ اُن مُسافروں کو دیا جاتا تھا جو اُوچہ، ملتان، گجرات، دیوگیر اور دوسرے دور دراز علاقوں سے آتے تھے مگر جو آنے والے شیخ کی خدمت میں پہنچتے تھے فجر کی نماز سے عشاء کی نماز تک جو بھی آتا تھا اُس کے لیے کوئی روک ٹوک نہ تھی، البتہ قیلولے کے وقت مُلاقات ممنوع تھی۔ اور جنتیل یا چاندی سونے کے تنکے وغیرہ دس میں، پچاس سو ہر شخص کی حیثیت کے مطابق دیے جاتے تھے۔ جنس (سامان) میں ہر قسم کے بہترین کپڑے جو تصوّر کر سکتے ہو دیے جاتے تھے، چنانچہ لوگ حیرت میں رہتے تھے کہ آخر یہ کپڑا کون سے ملک کا ہے، اور کہاں سے آرہا ہے اور کون لا رہا ہے؟ اُمراء اور بڑے مُلوک اور منصب دار جو روز آنے کی فرصت نہیں پاتے تھے اور ہر علاقے سے اِسی طرح کے آنے والے پہنچتے تھے اور چاہتے تھے کہ پہلے خدمتِ شیخ کا دیدار کر لیں پھر سلطان کے پاس جائیں۔ رات کے ابتدائی حصّے میں اور آخرِ شب میں اُنھیں بار ملتا تھا، وہ قدمبوسی کی سعادت حاصل کرتے تھے اور کچھ بخشش بھی پاتے تھے پھر چلے جاتے تھے اور خدمتِ شیخ کے گھر کے دو دروازے تھے دونوں دروازے دریا کی طرف تھے۔ لوگوں کا بہت زیادہ ہجوم ہو جاتا تھا، جس کسی کا گھڑا ٹوٹ جاتا تھا وہ (اپنا ٹوٹا ہوا) گھڑا دروازے کے سامنے لاتا تھا اُسے نیا گھڑا دے دیا جاتا تھا۔ خدمتِ شیخ کے گھر کے اندر کسی جگہ بھی چار، پانچ یا دس گھڑے ایک جگہ رکھے ہوئے نظر نہ آتے تھے اور لوگ اِس حیرت میں رہتے تھے کہ یہ گھڑے کہاں سے لاکر دے دیتے ہیں؟ لوگوں کو راحت پہنچانے میں خدمتِ شیخ کو اتنا اہتمام تھا کہ اتنی سی بات میں بھی کوتاہی نہ کرتے تھے۔

حکایت ۸۳ ایک دن خضر خاں شیخ کی خدمت میں ایک تسبیح لائے اور شیخ کے سامنے رکھ دی، اُس تسبیح میں موتیوں کے سَو دانے تھے، اور ہر موتی ایک شہر کی قیمت کے برابر تھا۔ خدمتِ شیخ اُس سے کچھ دیر تک باتوں میں مشغول رہے پھر رخصت کر دیا۔ جب خضر خاں چلا گیا تو شیخ کی نظرِ مبارک تسبیح پر پڑی اُسے ہاتھ میں اُٹھا لیا اور غور سے دیکھا، اقبال سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اقبال نے کہا: "مروارید کی تسبیح ہے"۔ یہ سُنتے ہی خدمتِ شیخ نے اُس تسبیح کو اپنے ہاتھ سے باہر کی طرف اِس زور سے پھینکا کہ وہ اُڑتی ہوئی کوٹھے کی چھت پر جا پڑی اور فرمایا: "اِسے دُور کرو"، اقبال نے وہ اُٹھا لی اور اللہ جانے اُس کا کیا کیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدمتِ شیخ (اسباب) دنیا سے کتنا بچتے تھے اور اُس کی اُن کی نظر میں کوئی وقعت نہ تھی۔

حکایت (۸۴) خدمتِ شیخ چند روز کے بعد تجرید کیا کرتے تھے۔ عشا کی نماز کے بعد یارانِ طریقت کو طلب کیا جاتا تھا اور فرماتے تھے: "اقبال آؤ۔ جو کچھ نقدی، کپڑے وغیرہ موجود ہوں، سب لے آؤ۔" اقبال ہر قسم کا سامان جو موجود ہوتا تھا، لاکر رکھ دیتے تھے۔ خدمتِ شیخ اُس سامان میں سے ہر شخص کو دس دس بیس بیس لوگوں کے حصے تقسیم کرنے کے لیے دیتے تھے، تاکہ یہ اُن تک پہنچا دیں۔ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد آپ بیٹھ جاتے تھے، جو مسافر رات کو جماعت خانے میں رہے تھے، اُن کو وداع کرتے تھے۔ ہر شخص زمین بوس ہوتا تھا اور کچھ عطیہ لے کر واپس جاتا تھا۔ سب ساتھی اس حیرت میں رہتے تھے کہ رات تو خدمتِ شیخ نے تجرید کی ہے۔ اب اِس وقت یہ سب بخشش کہاں سے ہو رہی ہے؟

یہ اُن لوگوں کا قصہ ہے جو آمد و شُد رکھتے تھے، مگر جو لوگ گوشہ نشین تھے، اور اطراف میں رہنے والے بزرگ تھے، اُنھیں جو حصہ تبرّک کا پہنچتا تھا، اُس کا کسی کو کیا علم ہو سکتا ہے؟ مگر ایک رشمہ یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

حکایت (۸۵) ایک بار ایک شخص شیخ کی خدمت میں آیا۔ شیخ نے فرمایا: "اقبال اِنھیں کچھ دے دو۔" اقبال شکر کی ایک پڑیا لائے اور اُس کے ہاتھ پر رکھ دی۔ وہ شخص چلا گیا۔ اپنے گھر پہنچ گیا۔ کاغذ میں لپٹی ہوئی شکر کو کھولا تو دیکھا کہ شکر میں سونے کے دس تنکے رکھے ہوئے ہیں۔ اس نے پھر پڑیا ویسے ہی باندھ لی اور شیخ کی خدمت میں لایا۔ کہنے لگا: "مجھے شکر دی گئی تھی، اور اُس میں سے سونے کے تنکے نکلے۔"

خدمتِ شیخ نے فرمایا: "ارے خواجہ، یہ خدا تمھیں دے رہا ہے۔ ہم اِس بیچ میں کون ہوتے ہیں؟ تم جیسے چاہو اِنھیں خرچ کرو۔" وہ آداب بجالا کر رخصت ہو گیا۔

اسی طرح ایک بار ایک اور شخص خدمتِ شیخ کے پاس آیا۔ اقبال سے فرمایا کہ "اِنھیں کچھ دو۔" اقبال نے سلاہتی کپڑے کا ایک تھان اُسے دیا۔ وہ شخص زمین بوس ہو کر رخصت ہو گیا۔ جب گھر پہنچ کر سلاہتی کا تھان کھولا تو دیکھا کہ اُس کی ہر پرت میں سونے کے تنکے رکھ کر لپیٹ دیا گیا ہے۔ یہ دیکھا تو وہ کپڑا لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کیفیت بیان کی۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: "یہ خدا تمھیں دے رہا ہے، اِس میں ہمارا کیا اختیار ہے، جاؤ جیسے جی چاہے خرچ کرو۔"

اے عزیز۔ شیخ کی بخششوں کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ مخالفین کہتے تھے: شیخ کی خدمت میں خلق کا ہجوم، اِس بخشش و عطا کے سبب سے ہے، تو اے عزیز جب سارے ملوک

اُمراء، خانان، شاہزادے، شیخ کا دیا ہوا وظیفہ تبرک جان کر اعتقاد کے ساتھ قبول کرتے تھے، حالانکہ اُن سب کا منصب مقرّر تھا۔ مگر (شیخ کے دیے ہوئے) وظیفے سے اپنی غذا لیتے تھے، اور رمضان کے دنوں میں جو کھانا شیخ کے دسترخوان سے پہنچتا تھا، اُس سے روزہ افطار کرتے تھے۔ ساری خلق کو معلوم ہوگیا کہ مخالفین جو کچھ کہتے ہیں، حسد کی وجہ سے کہتے ہیں، ورنہ ظاہر ہے کہ ایسے (اعلیٰ) طبقے کے لوگ کھانے اور وظیفے کے لیے التجا نہیں کیا کرتے۔

آٹھواں باب

(۸)

خرقہ، بیعت اور ارادت کی کیفیت کا بیان

معلوم ہونا چاہیئے کہ مشائخ نے مرید کرنے اور خرقہ دینے میں بہت احتیاط کی ہے۔ خرقہ دینا ہر ایک کا حق بھی نہیں ہے، مگر وہ جسے شیخ کامل نے اجازت دے رکھی ہو۔ چونکہ اِس زمانہ میں بعض بے انصاف لوگوں نے خرقہ دینا شروع کر دیا ہے، حالانکہ اُنھیں اِس کی اجازت نہیں ہے۔ اِس لیے اِس طریقے سے مخلوق کا راستہ کھوٹا ہو رہا ہے۔ خرقہ اور بیعت و ارادت کا حال اِس باب میں بیان کیا جاتا ہے، تاکہ لوگ حق اور باطل میں فرق کریں، اور گمراہ نہ ہوں۔ اِن شاءَ اللہ تعالیٰ۔

حکایت (۸۶) دادا صاحب نے فرمایا: ایک دن جماعت خانے میں خواجہ کریم اللہ سے میری گفتگو اِس بارے میں ہوئی کہ مرید ارادت سے کب خارج ہو جاتا ہے۔ جب بحث کچھ طویل ہو گئی تو ہم دونوں شیخ کی خدمت میں گئے، آداب بجالائے۔ فرمان ہوا: "بیٹھ جاؤ"۔ ہم بیٹھ گئے۔ کریم اللہ نے کہنا شروع کیا کہ خداوند مُرید کب ارادت سے خارج ہو جاتا ہے؟ خدمتِ شیخ نے فرمایا: "مُرید کسی کبیرہ گناہ سے بھی ارادت سے خارج نہیں ہوتا، جس طرح مومن ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔" اِس کے بعد آپ نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ شبِ معراج میں جب رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم واپس ہونے لگے، تو فرمان ہوا، آپ کو بہشت کے دروازے پر کھڑا کیا جائے، اور ایک خِلعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنائی گئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خلعت پہن لی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خیال گزرا کہ یہ خلعت جس سے مجھے مُشرّف کیا گیا ہے، اِس سے میری اُمّت کو بھی حصّہ ملنا چاہیئے۔ اُسی وقت جبرئیل آئے اور کہا: اے محمّد (صلی اللہ علیہ وسلّم)، اِس خلعت میں آپ کے اُمّتیوں کو بھی حصّہ ملے گا، لیکن اِس شرط کے ساتھ؛ اور وہ شرط بتا دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور واپس آ گئے۔ صبح کو اپنے اصحاب کے درمیان معراج کی

حکایت بیان فرما رہے تھے۔ جب اِس واقعہ پر پہنچے کہ مجھے خلعت پہنائی گئی اور میں نے تمنّا کی کہ میری اُمّت کو بھی اِس میں حصّہ ملے۔ جبرئیل آئے اور اُنھوں نے فرمانِ (الٰہی) پہنچایا کہ آپ کی اُمتوں کو بھی اِس میں حصّہ ملے گا، مگر اِس شرط پر۔ اب میں نہیں جانتا کہ تم میں سے کون ہوگا جو وہ شرط بیان کردے تاکہ میں یہ خلعت اُس کو بخش دوں۔ امیرالمومنین ابو بکرؓ کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ آپ مجھے عنایت فرمادیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "اگر یہ میں تمھیں بخش دوں تو کیا کروگے؟" اُنھوں نے کہا: "میں ایسی سخاوت کروں گا اور ایسا صدق و زہد اور تقویٰ"۔ ایسی ہی بہت سی باتیں کہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "بیٹھ جاؤ۔" اب عمرؓ کھڑے ہوئے۔ اُنھوں نے بھی اسی طرح کی بہت سی باتیں کہیں۔ اُن کو بھی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) ویسا ہی جواب ملا۔ عثمانؓ کھڑے ہوئے، اُنھوں نے بھی مشغولی (ریاضت)، اور اُس جیسی بہت سی باتیں کہیں۔ اُنھیں بھی وہی جواب ملا۔ علیؓ کھڑے ہوئے اور کہا: "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) مجھے عنایت فرمائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے پوچھا: "اے علی! اگر (یہ خلعت) میں تمھیں عطا کروں تو تم کیا کروگے؟" اُنھوں نے کہا: یا رسولَ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، اِس سے میں بندگانِ خدا کی پردہ پوشی کروں گا، اور اُن کے عیبوں کو ڈھانپوں گا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "یہی شرط تھی۔" اور خرقہ علیؓ کو دیدیا۔ جب اِس مقام پر پہنچے تو خدمتِ شیخ پر گریہ طاری ہوگیا اور فرمانے لگے:

"اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ درویشی یہی عیب پوشی ہے۔"

حکایت (۷) فرمایا: "بیعت کہاں سے ہے؟ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کو سفارت پر مکّہ والوں کے پاس بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے لشکر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ مکّہ والوں نے عثمانؓ کو قتل کردیا۔ یہ اطلاع رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کو پہنچائی گئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ سنا تو بہت غمگین ہوئے، اور اپنے اصحاب کو طلب فرمایا۔ سب اصحاب آگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت ایک درخت سے ٹیک لگاکر بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "آؤ مجھ سے بیعت کرو تاکہ میں مکّہ والوں پر چڑھائی کروں۔" اِسے بیعتِ رضوان کہتے ہیں۔ اصحاب ایک ایک کرکے آئے اور بیعت کی۔ اِسی دوران میں ایک صحابی جو بیعت کرچکے تھے، دوبارہ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "کیا تم نے اِس سے پہلے بیعت کرلی ہے؟" اُنھوں نے عرض کیا "جی ہاں —— یا رسول اللہ! بیعت کرچکا ہوں، مگر اب تجدیدِ بیعت چاہتا ہوں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنا دستِ مبارک بڑھادیا اور انھیں (دوبارہ) بیعت کیا۔ مشائخ جو تجدیدِ بیعت فرماتے ہیں (اُس کی سند) یہیں سے

ہے اور مشائخ نے مریدوں سے فرمایا ہے، "چاہیئے کہ جلدی جلدی کچھ زمانے کے بعد تجدید بیعت کرلیا کرو۔ کیونکہ ایسا نہ ہو اس (مرید) سے کوئی ایسی بات ہوگئی ہو، جس سے بیعت میں خلل پڑ جائے"۔ پس یہ ضروری ہے کہ کچھ مدت کے بعد تجدیدِ بیعت کرلیا کریں۔ اگر شیخ موجود ہو تو شیخ سے (تجدید بیعت) کریں، ورنہ شیخ کا خرقہ ہو یا کوئی اور چیز ہو جو شیخ سے ملی ہو، اُسے سامنے رکھ کر تجدید کرلی جائے تاکہ اِس کام (سلوک) میں پورا استحکام حاصل ہو جائے۔

حکایت (۸۸) ارادت کا ایک تو بُطحہ ہے، ایک حرم ہے، ایک کعبہ ہے۔ ارادت کا بُطحہ کیا ہے؟ ارادت کا بطحہ یہ ہے کہ کسی کو اپنے ہاتھ اور زبان سے آزار نہ پہنچائے، کسی کو بُرا نہ کہے، نہ بُرا سنے اور اپنے ظاہر کی نگہداشت کرے۔

ارادت کا حرم یہ ہے کہ آنکھ، زبان اور ہاتھ اور جو کچھ شرع کے موافق ہے، اس کی نگہداشت کرے، اور دل کو حق سے وابستہ رکھے، اور ہمیشہ ذکر و تسبیح اور تہلیل میں (مشغول) رہے، اور ارادت کا کعبہ یہ ہے کہ اپنے باطن کی حفاظت کرے، اور شیطانی وسوسوں کو دُور کرتا رہے۔

حکایت (۸۹) خدمتِ شیخ۔ قدسَ اللہُ رُوحَہ۔ نے فرمایا: مُرید کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اِسمی، دوسرے حقیقی۔ اِسمی یہ ہے کہ پیر اُسے تلقین کرے۔ دیکھے کو اَن دیکھا، اور سنے ہوئے کو اَن سنا کردو، اور سنّت وجماعت کے طریق پر رہو۔"

حقیقی مُرید وہ ہے کہ اُس سے تلقین کے وقت کہے ______ "کہ تم ہماری صحبت میں رہو، اور ہم تمھاری سنگت میں رہیں گے۔"

حکایت (۹۰) اگر ایک شخص خود کو کسی شیخ کا مُرید کہتا ہے، اور شیخ کہتا ہے کہ وہ میرا مُرید نہیں ہے، تو وہ مُرید ہوگا۔ کیونکہ اِرادت اُس کا فعل ہے اور وہ اپنے فعل کا اقرار کر رہا ہے۔ اگر پیر کہے کہ فلاں میرا مُرید ہے اور وہ مرید اِس سے انکار کرے کہ میں تمھارا مرید نہیں ہوں تو وہ مرید نہیں مانا جائے گا۔ کیوں کہ وہ اپنے فعل سے خود انکار کر رہا ہے۔

حکایت (۹۱) خدمتِ شیخ نے فرمایا، جو کوئی کسی پیر کی خدمت میں جاتا ہے اور اُس سے ارادت کرتا ہے، اِس کو تحکیم (حاکم بنانا) کہتے ہیں، یعنی وہ اپنے پیر کو اپنا حاکم بنا لیتا ہے۔ لہٰذا اگر کچھ پیر کہے اور مرید نہ سنے تو تحکیم نہ ہوئی۔ مرید کو چاہیئے کہ وہ شیخ کی ولایت کا عاشق ہو جائے، تب ہی اپنے ارادے اور اختیار کی گرفت سے باہر نکل سکتا ہے، اور مُرید شیخ کا مُراد بن سکتا ہے۔ مبتدی مُرید کو چاہیئے کہ (پیر کے) حضور میں باادب اور اُس کی غیبت میں پیر کا مُراقِب (چشمِ تصور سے پیر کو دیکھنے والا)

رہے، مگر مُنتہی (باکمال) مُرید کے لیے (پیر کی) غَیبَت اور حُضور برابر ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ مولانا شمس الدین یحییٰ جب اپنے گھر سے خدمتِ شیخ میں حاضری کے لیے روانہ ہوتے تھے تو گھر سے راستے بھر ہاتھ باندھ کر آتے تھے۔ اُن سے پوچھا گیا کہ راستے میں ہاتھ باندھ کر کیوں چلتے ہیں؟ مولانا نے فرمایا: "جب میں اپنے گھر سے روانہ ہوتا ہوں تو مجھ پر خدمتِ شیخ کی نظر پڑتی ہے، لہٰذا کس طرح خدمتِ شیخ میں بے ادب ہو کر آسکتا ہوں"! اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ مُنتہی مرید کے لیے پیر کی موجودگی اور غَیبَت دونوں برابر ہیں اور مزید فرمایا، "یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر شیخ کے فرمودات میں کوئی بات ظاہر میں خلافِ شریعت نظر آئے تو مرید کو اُس کا اِنکار کرنا چاہیئے، یا نہیں"؟ اِس نکتے کو آپ نے بیان فرمایا کہ پیر ایسا ہونا چاہیئے جو شریعت اور طریقت اور حقیقت کے احکام کو جانتا ہو، جب ایسا پیر ہو گا تو وہ خود کوئی بات خلافِ شرع نہیں کہے گا، اور اگر ایسی بات کہے جس (کے جواز اور عدمِ جواز) میں اِختلاف ہو کہ بعض کے نزدیک وہ جائز اور بعض کے نزدیک ناجائز ہو، تو مُرید کو وہ کرنا چاہیئے جو پیر کا حکم ہو۔ کیونکہ وہ کسی قول پر ہی حکم کرتا ہو گا۔ خواہ بعضوں کو اُس قول سے اختلاف رہا ہو۔ مگر مُرید کو اپنے پیر کے اشارے پر کام کرنا چاہیئے؛ اور فرمایا کہ ایک شخص جب علم سیکھتا ہے تو اُسے ایک شرف حاصل ہوتا ہے، جب وہ عبادت کرتا ہے تو خود پسندی پیدا ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر پیر کی ضرورت ہے تاکہ وہ دونوں باتوں یعنی علم اور عمل کو شکستہ کر کے اُس کی نظر سے گرا دے کہ وہ غرور میں مبتلا نہ ہو سکے اور (خود بینی کا) نقصان نہ اُٹھائے"۔

حکایت (۹۲) دادا صاحبؒ نے فرمایا کہ خرقے کی پانچ قسمیں ہیں: خرقۂ تبرّک اور خرقۂ صحبت اور خرقۂ محبّت اور خرقۂ اِرادت اور خرقۂ ارادتِ حقیقی۔

اِس کے بعد فرمایا: "ایک بار اِس دعاگو نے سیّد کرمانیؒ سے جو شیخ (نظام الدین اولیاءؒ) کے ہم خرقہ بہت بزرگ اور صاحبِ نعمت تھے، نیز اُن سادات کے والد تھے جو شیخ کی خدمت میں رہتے تھے، اُس بزرگ نے مجھے بھی بیٹا بنا لیا تھا۔ سنا کہ اُنھوں نے فرمایا: "مشائخ کے خرقے کی چار قسمیں ہیں۔ تبرّک، صحبت، محبّت، اِرادت۔ پھر فرمایا:۔

"ارادت کے وقت شیخ اِن چار قسموں میں سے کون سا خرقہ کسی مرید کو دیتے ہیں۔ یہ راز حق تعالیٰ اور شیخ کے درمیان ہے اور کسی کو خبر نہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ (مریدمیں) کمال قابلیّت دیکھ لیتے ہیں تو ابتدا ہی میں مُرید کو خرقۂ ارادت دیدیتے ہیں۔ ورنہ درجہ بدرجہ اُس کے معاملات میں کمال دیکھ کر پھر خرقۂ اِرادت دے دیتے ہیں۔

جب میں نے سیّد سے یہ بات سُنی تو میرے دل میں وسوسہ پیدا ہوا، حیران و پریشان ہو کر شیخ

کی خدمت میں آیا، اور زمین بوس ہوا۔ فرمان ہوا۔ "بیٹھ جاؤ"۔ میں بیٹھ گیا، عرض کیا۔ "مخدوم، اس وقت میں سیّد کرمانیؒ کے پاس تھا، وہ خرقہ کا بیان کر رہے تھے کہ اُس کی چار قسمیں ہیں۔" خدمتِ شیخ نے فرمایا "جی ہاں، ایسا ہی ہے۔" میں نے بہت عاجزی سے عرض کیا کہ "مخدوم، میں بے چارہ ایک مدّت تک فوج میں اِس اُمیّد پر ملازم رہا کہ مجھے شہادت کی سعادت حاصل ہو جائے، پھر وہ کام چھوڑ دیا اور خواجہ کے خادموں کی صف میں شامل ہو گیا۔ اب مجھ بندے کا کیا حال ہو گا؟ میں کن میں شمار کیا جاؤں گا؟"

خدمتِ شیخؒ نے نہایت شفقت و مرحمت سے فرمایا کہ "ہم نے تمھیں خرقۂ ارادت دیا ہے۔"

اِس کے کچھ زمانے کے بعد جب میں سفر سے واپس آیا، تو ایک دن جماعت خانے میں یارانِ (طریقت) بیٹھے ہوئے تھے۔ چنانچہ قاضی محی الدّین کاشانیؒ اور اُن کے بھائی قاضی رفیع الدّین کاشانیؒ اور چند دوسرے بزرگ تھے۔ خرقے پر گفتگو ہو رہی تھی، کہ خرقے کی چند قسمیں ہیں۔ چار تو یہی جو میں نے سیّد سے نقل کیں۔ پانچواں خرقۂ ارادتِ حقیقی۔ اِن بزرگوں کے درمیان بحث نے طول پکڑا کہ شیخ دن بھر میں ایک دو گھڑی کم و بیش کسی پر توجّہ ڈالتا ہے، مگر شیخ کی آسودگی ہمیشہ اُس شخص پر توجّہ کرنے میں ہوتی ہے جسے حقیقی ارادت کا خرقہ دیا ہو، کہ اگر اُس (مرید) اور شیخ کے درمیان مشرق سے مغرب تک کا فاصلہ بھی حائل ہو تو شیخ ہر سانس میں اُس کی طرف متوجّہ رہتا ہے اور کبھی اُس پر توجّہ کرنے سے خالی نہیں رہتا۔

جب میں نے یہ بات سنی تو مجھ سے ضبط نہ ہوا۔ شیخ کی خدمت میں گیا، اور زمین بوس ہوا۔ فرمان ہوا: "بیٹھو۔" میں بیٹھ گیا۔ میں نے گفتگو شروع کی: "مخدوم۔ یاروں کے درمیان خرقے پر بحث ہو رہی تھی" خدمتِ شیخ نے فرمایا: "وہ کیا کہتے ہیں؟"

میں نے عرض کیا کہ بات اِس پر ٹھہری ہے کہ خرقہ کی پانچ قسمیں ہیں۔" خدمتِ شیخ نے فرمایا: "جی ہاں، صحیح ہے۔" ——— میں نے عرض کیا: "مخدوم، میں نے پہلے عرض کیا تھا تو میرے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ ہم نے تجھے خرقۂ ارادت دیا ہے۔ اب ایک اور ارادتِ حقیقی پیدا ہو گئی۔ میرا معاملہ کیا ہو گا؟"

خدمتِ شیخ نے ازراہِ کرم فرمایا: "آگے آؤ۔" میں آگے بڑھا۔ آپ نے میری طرف ہاتھ بڑھایا میں نے ایک ہاتھ سے شیخ کا ہاتھ پکڑ لیا، اور دوسرے ہاتھ سے شیخ کا دامن تھام لیا، اور بے خود ہو گیا۔ اپنا رخسار شیخ کے زانو پر رکھ دیا اور رونے لگا۔ میں نے کہا: "خدا کے لیئے مجھے نہ چھوڑیے گا۔"——— خدمتِ شیخ پر بھی گریہ طاری ہو گیا۔ چنانچہ شیخ کے آنسو اُن کی ریشِ مبارک پر ڈھلکنے لگے، اور اس کے قطرے میری کمر پر گرنے لگے۔ وہ اپنے ہاتھ سے میری کمر تھپ تھپاتے رہے، اور ایک بات فرماتے رہے

جو میں بیان نہیں کر سکتا۔ اسی دوران میں خدمتِ شیخ نے ایک ہُوک بھری۔ میں بے ہوش تھا، اور مجھے کچھ سُدھ نہ تھی۔ جب شیخ کی ہُوک میرے کان میں پڑی تو مجھے ہوش آیا، اور کچھ سکون سا ہو گیا۔ بہت ہی اچھا وقت تھا۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ حق جلّ و علیٰ وہ وقت ہمیں سازگار کرے۔ جب اِس دعا گو نے یہ بات مولانا جمال الدینؒ کی خدمت میں بیان کی تو مولانا نے فرمایا: "تم نے جو یہ بات کہی اِس کے تھوڑے حصّے کا ایک جزو بھی اور کسی کو نصیب نہیں ہوا ہے اور خدمتِ شیخ نے تم سے وہی بات فرمائی ہے جو اُنھوں نے امیر خسروؒ سے کہی تھی۔" پھر کسی دوسرے وقت یہ بھی فرمایا ہے کہ "تم یہیں رہو۔" اِس بات سے مجھے اُمید ہے کہ جو کچھ خدمتِ شیخ قدّس اللہ سرّہ العزیز کی زبانِ مبارک سے نکلا ہے۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہو گا۔

حکایت ۹۳) جب تمھیں خرقے کی حقیقت معلوم ہو گئی تو اب یہ جان لو کہ خرقہ دینے کا حق کس کو ہے؟ خرقہ دینا شیخ کا حق ہے۔ یعنی وہ جو (اپنے) شیخ کی جانب سے اجازت یافتہ ہو، کیونکہ جب شیخ نے اس کی اجازت دے دی ہے تو گویا اُس کے کاموں کی ذمّہ داری قبول کر لی ہے، یعنی جسے تو (بیعت میں) قبول کرے گا، اُسے ہم نے بھی قبول کیا اور یہ (قبولیّت) سلسلہ وار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے، یہ سب ہر ایک درمیانی واسطے کے ذمّہ دار ہوئے ہیں، پس اِس کام (سلسلۂ طریقت) میں ایسا قوی اِستحکام ہوتا ہے، اور جس کام کی بنیاد مضبوط نہیں ہوتی، اُس میں آخرکار کچھ اڑچن پیدا ہو جاتی ہے، جب تم نے یہ بات مان لی اور چاہتے ہو کہ (سلسلۂ بیعت کا) یہ کام شروع کرو تو ضروری ہے کہ کسی ایسے شیخ کامل کی طلب کرو جو کامل حال ہو۔ (اِس راہ کی) آفتوں کو جانتا ہو، شریعت و طریقت اور حقیقت کا علم رکھتا ہو۔ جب ایسا شیخ مل جائے تو اُس کے قدموں میں اپنا سر رکھ دو اور اُس کے سامنے خود کو مُردہ بنا ڈالو، اور اپنے سارے معاملات اُس کے حوالے کر دو۔ اگر تم خدا تک پہنچنا چاہتے ہو۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ کیونکہ اس راہ میں بٹ مار بہت ہیں، خبردار اُن کے چُنگل میں نہ پھنس جانا۔"

حکایت ۹۴) جب میں سفر میں تھا تو شیخ رکن الدّین علیہ الرحمۃ کے خدمت گاروں میں سے ایک بزرگ تھے، میں اُن کی صحبت میں رہا۔ دو اور عزیز جن کے سر پر پٹے (بال) تھے، وہ بھی اُن کی صحبت میں تھے۔ اس بزرگ نے اُن سے کہا کہ تم ہماری صحبت میں رہتے ہو۔ اگر حلق کرا لو تو اچھا ہو۔" انھوں نے جواب دیا کہ "اگر آپ کو اجازت (بیعت) حاصل ہے تو بہت اچھا ہے، ہمارے لیے حلق (سر مونڈنے) کا حکم دیجیے۔"

اُنھوں نے کہا، مجھے اجازت تو حاصل نہیں ہے، مگر تم شیخ رکن الدّین ملتانیؒ سے بیعت کی نیت

سے سرمنڈوالو جب ہم اور تم خدا کے فضل و کرم سے شیخ کے سامنے پہنچیں گے تو میں (اُن سے) عرض کروں گا کہ ان عزیزوں نے آپ کی (بیعت کی) نیت سے حلق کرایا تھا، اب یہ چاہتے ہیں کہ بیعت (کا شرف بھی حاصل) کرلیں۔ خدمتِ شیخ زادہ اپنے کرم سے آپ کو قبول فرمالیں۔

اِن دونوں نے اُن بزرگ کے وعدے پر حلق کرالیا۔ جب وہ بزرگ واپس اپنے مقام کنتور میں پہنچے تو یہ بہت ضعیف اور بوڑھے ہوگئے تھے۔ سفر کی تکلیف بہت اُٹھائی تھی۔ گھر پہنچ کر سال دو سال، یا کم و بیش خانہ نشین رہے، ملتان نہ جاسکے۔ اِن محلوق ہونے والوں میں سے ایک میرے پاس غیاث پور آیا اور کہا کہ "فلاں بزرگ کا تو ملتان جانا ہو نہیں رہا ہے، اب میرا کیا ہوگا؟ میں کیا کروں؟ مجھے آپ شیخ کی خدمت میں لے جائیں، تاکہ میں بندگانِ شیخ کی صف میں شامل ہو جاؤں۔"

میں نے سوچا کہ اِس شخص نے فضول حلق کرایا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ شیخ ایسی صورت میں قبول فرمالیں۔ اِس بنا پر میں نے خدمتِ شیخ میں گزارش کی، مگر یہ ساری کیفیت اُن سے بیان نہیں کی — خدمتِ شیخ نے ساری عرضداشت سنی، اور خاموش رہے۔ کوئی جواب نہیں دیا۔ اِسی طرح جب بھی موقع ملا، میں نے اُس کی طرف سے چند بار گذارش کی۔ خدمتِ شیخ اُسی طرح خاموش رہے۔ کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ ایک بار موقع پاکر میں نے پھر عرض کیا۔ فرمایا: "وہ کہاں ہیں؟ اُنھیں بلاؤ۔" وہ شخص اس وقت موجود تھا۔ میں نے خدمت میں پیش کیا۔ اُس نے آکر زمین بوسی کی اور کھڑا ہوگیا۔ شیخ نے اُس پر ایک گہری نگاہ ڈالی اور فرمایا: "اِنھوں نے حلق کہاں کیا ہے؟" اب میرے لیے چھپانے کی گنجائش نہ رہی۔ جو کچھ بھی کیفیت تھی، وہ میں نے عرض کردی۔ خدمتِ شیخ نے کرم کیا اور فرمایا: "خیر، یہ ہمارا کام نہیں ہے، اِنھیں وہیں (ملتان) بھیج دو۔" پھر آپ نے چند بار اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا، اور ذرا گرم لہجے میں فرمایا: "واہ رے بٹ مار۔" چند بار اِسی طرح فرمایا اور کہا: "کیسے ظالم ہیں۔ اب یہ مسکین کہاں جائے، کس کے پاس جائے اور اِسے کون قبول کرلے گا؟" یہ فرمایا اور سر نیچے جھکالیا۔ میں اور وہ دونوں (حضرت کے) سامنے سے چلے آئے۔

حکایت (۹۵) جسے اپنے شیخ سے اجازت حاصل نہیں ہے، اُسے کسی طرح بھی یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ بیعت کے لیے ہاتھ بڑھانے یا خرقہ پہنانے یا (سر پر) قینچی چلانے کا کام شروع کرے۔ کیونکہ اُس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اِس لیے اس کام (بیعت) میں استحکام نہیں ہوگا اور ایسا شخص کل قیامت کے دن اپنے شیخ کے سامنے شرمندہ ہوگا۔ کیونکہ قینچی اللہ کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے۔ اِس (راز) کی کسی کو خبر نہیں ہوئی۔ اگرچہ بعض نے کہا ہے کہ مقراض بندے اور

مولیٰ کے درمیان علائق کو قطع کرنے کی علامت ہے۔ لہٰذا مقراض کی ایسی اہمیت ہے۔ یہ ہر شخص کا بوتا نہیں ہے کہ وہ بیعت کرلے اور فرمایا: "مقراض چلانا مہتر ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام کی سنّت ہے۔ البتہ مقراض چلانے میں تلقین کرنا جبرئیل علیہ السّلام کی طرف سے ہے۔" اور فرمایا: "درویش کو اصل میں عالم ہونا چاہیئے اور مقراض چلانے میں یا خرقہ دینے میں صاحبِ قوّت (اجازت یافتہ) ہو تاکہ اُس سے مسلک سنّت وجماعت کے خلاف کوئی بات سرزد نہ ہو۔"

بیعت اور خرقہ اور مقراض کا بیان تو ہو چکا، اب کچھ باتیں فتوح لینے اور اُس کے متعلّقات کی بیان کرتا ہوں۔

حکایت (۹۶) ایک بار کسی شخص نے مولانا شرف الدین جھمنکلؒ کی خدمت میں چاندی کے کچھ ٹنکے بھیجے۔ اُسے فلاں شہر میں "دِوَدِھی" کہا جاتا تھا۔ اِسی عرفیت سے مشہور ہوگیا تھا ـــــ مولانا شرف الدین جھمنکلؒ وہ چاندی کے کچھ ٹنکے لے کر شیخ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: "یہ میرے لیے فلاں دودھی نے بھیجے ہیں، کیا حکم ہے؟ اِنھیں قبول کرلوں یا نہ کروں؟"

خدمتِ شیخ اُن کی اِس گفتگو سے بہت تنگ ہوئے اور فرمایا: "مولانا اگر اِس میں تمھاری کوشش کو دخل نہیں ہے تو جو بھی کچھ نذر لاتا ہے، وہ قبول کرلو۔"

لہٰذا معلوم ہوا کہ اِس کام (فتوح) میں کسی طرح کی بھی کوشش نہیں ہونا چاہیئے۔ شیخ کے مُریدوں میں سے بیشتر بزرگ متوکّل ہوئے ہیں، اور وہ اس معاملے میں کوئی کوشش نہیں کرتے تھے۔ وہ صاحبِ فتوح ہوئے ہیں، جو کچھ غیب سے ملتا تھا، وہ قبول کرتے تھے، اور شیخ کے فرمان کے مطابق اُسے خرچ کرتے تھے (شیخ نے) اُن میں سے ہر ایک کے لیے فتوح کے لیتے اور اُسے خرچ کرنے کے اُصول مقرر کر دیے تھے۔ کسی سے فرماتے تھے "جو کچھ تمھیں ملے اُس میں سے ۱/۲ نکال دو۔ کسی سے فرماتے تھے ۱/۵ نکال دو۔ کسی کو چوتھائی اور کسی کو تہائی (رقم) جُدا کرنے کا حکم دیتے تھے چنانچہ خدمتِ مولانا جمال الدینؒ کے پاس جو کچھ (نذرانہ) آتا تھا، وہ اُس کے تین حصّے کرتے تھے۔ ایک تہائی اپنی اہلیہ کو دیتے تھے اور فرماتے تھے، اِسے تم جس طرح جی میں آئے خرچ کرو اور ایک تہائی اُسی دن اپنے ساتھیوں (مریدوں) پر خرچ کر دیتے تھے۔ باقی ایک تہائی مسافروں کے لیے رکھتے تھے۔

البتّہ مولانا حُسام الدین ملتانیؒ کو جو کچھ ملتا تھا، وہ اُس میں سے ۱/۵ الگ کرتے تھے اور اُسی وقت کسی کو بھی بخش دیتے تھے۔ کچھ اُس میں سے اپنے یاروں (مریدوں) پر خرچ کرتے تھے اور جو باقی بچتا تھا، وہ کسی کے سپرد کر دیتے تھے، تاکہ وہ بہ تدریج (تھوڑا تھوڑا حسبِ ضرورت) خرچ کیا جائے۔ یہ

معاملہ ابتدائے حال میں تھا۔ میں نے اُن کی خدمت میں عرض کیا اور کہا: "مخدوم، اِس کو بچا کر رکھنا کیسا ہے؟" فرمایا کہ یہ طریقہ اس لیے ہے کہ اوقات پریشان نہ ہوں، اور فکر پیدا نہ ہو۔"

اب اگر میں ہر ایک کا حال تفصیل سے (نام بنام) بیان کروں تو بات بہت لمبی ہو جائے گی۔ بعض کے پاس جو کچھ آتا تھا، اُسی وقت خرچ کر ڈالتے تھے، اور یہ مجرّدوں کا شیوہ ہے ــــــ چنانچہ خدمت مولانا بُرہان الدین غریب قدس اللہ رُوحہٗ اور مولانا فخر الدّین زرّادیؒ اور دوسرے بھی یہی طریقہ اختیار کرتے تھے۔ بعض اُمرا و ملوک بھی ایسے ہی تھے۔ اُنھیں جو تنخواہ ملتی تھی، اُس کا ایک حصہ وظیفہ خواروں میں تقسیم کر دیتے تھے اور باقی راہِ حق میں خرچ کر دیتے تھے اور خود مجرّد (خالی ہاتھ) رہ جاتے تھے۔ چنانچہ ملک تَلبُغ بُغدہ کو ۳۵ ہزار تنکہ تن خواہ ملتی تھی اور عہدِ قطبی (قطب الدّین مبارک شاہ) میں یہ ستّر ہزار تنکے ہو گئی تھی۔ وہ سب راہِ خدا میں خرچ کر دیتا تھا اور خود ہمیشہ مفلس رہتا تھا۔ ایسے بہت سے (امرا) ہوئے ہیں۔ چند کا ذکر نام لے کر کرتا ہوں۔

حکایت (۹۷) ملک قیران امیرِ شکار سلطان کے مقرّب (مصاحبین) میں سے تھا۔ چنانچہ ذرا سی دیر کے لیے بھی سلطان کے پہلو سے جُدا نہ ہوتا تھا، اور سلطان بھی اُس سے بہت خوش تھا۔ جب وہ (شیخ) کی بیعت سے مشرف ہوا تو خدمتِ شیخ میں عرضداشت کی کہ "آپ حکم فرمائیں کہ یاروں (شیخ کے مریدوں) میں سے جس کسی کا قرض ادا ہونے سے باقی ہو، وہ بندہ ادا کرے۔"

خدمتِ شیخ نے فرمایا: "خدا تمھیں اِس کی توفیق عطا فرمائے۔" ملک مذکور جب تک زندہ رہا اس نے اپنے اِس عہد کو پورا کیا۔ جس کسی (برادرِ سلسلہ) کا قرض واجب الادا ہوتا تھا، اور اُسے خبر ہو جاتی تھی۔ وہ اُس قرض کو ادا کر دیتا تھا اور اس معاملے میں کبھی قدم پیچھے نہیں ہٹاتا تھا۔ اُس نے اپنا سارا مال اِسی کام میں خرچ کر دیا اور خود مفلس رہتا تھا۔ چنانچہ ایک بار خواجہ تاج الدین داوریؒ پر لوگوں کے پانچ سو تنکے واجب الادا تھے۔ لوگوں نے اُن سے کہا: ملک قیران کو خبر کر دینی چاہیے۔" اُنھوں نے کہا: "میں ہرگز خبر نہیں کروں گا۔" کسی ساتھی نے اُنھیں بتائے بغیر ملک قیران سے اُن کے قرض کا حال بیان کر دیا، اور (اس خبر کرنیوالے شخص) نے کہا: "ملک قیران نے فوراً پانچ سو تنکے اُن (خواجہ تاج الدّینؒ) کے پاس بھجوا دیے، تاکہ وہ اپنا قرض ادا کر دیں۔"

اِسی طرح کتنے ہی درماندہ لوگوں کی اور خلقِ خدا کی وہ زندگی بھر مدد کرتا رہا، اور اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرتا رہا۔

حکایت (۹۸) سلطان علاؤ الدّین (خلجی) کے بھانجے ملک حُسام الدّین قُتلُغ جب شیخ کی ارادت کے شرف سے مُشرّف ہوئے، تو خدمتِ شیخ میں نہایت عاجزی کے ساتھ عرض کیا کہ

خدمتِ شیخ اُن کے گھر کو اپنے قدمِ مُبارک سے عزّت بخشیں۔ جب خدمتِ شیخ نے اُن کی یہ درخواست منظور فرمالی تو مَلِک مذکور اپنے گھر آئے۔ تمام اسباب واملاک مثلاً گھوڑے، چاندی، سونا، جواہرات، چوپائے وغیرہ کی فہرست تیّار کی اور کہا کہ اِن کو دو حصّوں میں بانٹ دیں۔ ایک فہرست اپنی والدہ کے پاس لے گئے اور کہا کہ یہ سب اسباب آپ کا ہے، جیسے مرضی ہو، خرچ کریں۔ مجھے اِس سے کوئی مطلب نہیں۔ اور دوسرا حصہ شیخ پر صدقہ کرنے کی نیّت سے خلقِ خدا کو دینے کے لیے رکھا۔ جتنے غلام اور باندیاں تھیں اُنھیں شیخ کے تشریف لانے کی خوشی میں آزاد کردیا۔ اب شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور گذارش کی کہ خدمتِ شیخ قدم رنجہ فرمائیں۔ خدمتِ شیخ ڈولے پر سوار ہوکر روانہ ہوئے۔ جب ڈیوڑھی پر پہنچے تو دروازے سے (گھر کے) صدر مقام تک دو تین صحن درمیان میں تھے، جب شیخ وہاں پہنچے، مَلِکِ مذکور نے کہا تھا کہ دیبا اور قالین وغیرہ صحن میں بچھائے جائیں تاکہ حضرت کے ساتھی (مریدین) اور ڈولا اُٹھانے والوں (کہار) کے قدم زمین پر نہ پڑیں۔ وہ سب اُن قالینوں اور دیبا (کے فرشوں) پر چل رہے تھے۔ جب خدمتِ شیخ صدر میں رونق افروز ہوئے تو وہ سب قالین اور دیبا (کے فرش) کہاروں کو بخشش کردیے گئے۔ پھر خدمتِ شیخ نے (ملک قتلغ کے لیے) دعا فرمائی:

اے عزیز! اُمراء اور مُلوک جو خدمتِ شیخ سے وابستہ ہوتے تھے، اُن میں سے بھی ہر ایک ایسا تھا کہ اپنی جان ومال سب کچھ راہِ حق میں لُٹا دیتا تھا۔ خود مجرّد اور مُفلس رہ کر زندگی گزارتا تھا۔

حکایت (۹۹) ایک بار ایک طالب علم شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری دو (کنواری) بیٹیاں ہیں، اور میرے اندر اتنی سکت اور ایسی حیثیت نہیں کہ اُن کو کہیں بیاہ سکوں خدمتِ شیخ نے قلم دوات طلب فرمایا اور لکھا:

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا (الانعام: ۱۶۰)

یہ پرچہ اُس طالب علم کو دیا اور فرمایا: "یہ قیربک کے پاس لے جاؤ اور اُس سے اپنا حال بیان کرو۔" وہ شخص ملک قیربک کے پاس گیا اور شیخ کا لکھا ہوا (رقعہ) اُس کو دیا، اور اپنی کیفیت بیان کی۔ جب ملک قیربک نے شیخ کا لکھا ہوا (رقعہ) پڑھا اور شیخ کے خط کو پہچان لیا تو اندر گیا اور اُس وقت خود اُس نے اپنی بیٹی کی شادی کی تیاری شروع کر رکھی تھی اور اس کے لیے زیورات تیار کرائے تھے ـــــ وہ (زیوروں کا) پورا ڈبہ اُٹھا لایا اور اُس طالب علم کو بخش دیا۔ دوسرے دن جب وہ سلطان علاؤالدّین (خلجی) کے دربار میں گیا تو سلطان نے پوچھا: "قیربک کل کا ماجرا کیا تھا؟ بتاؤ۔" قیربک کو سخت حیرت ہوئی۔ سُلطان نے کہا: "شیخ نے کیا لکھا تھا؟" قیربک نے ساری کیفیت بیان کردی۔ جب سُلطان نے یہ بات

سنی تو قیربک کی بہت تعریف کی، اور فرمایا: "وہ زیور کتنے تھے، اُن کی فہرست لاؤ۔" ملک قیربک نے فہرست لاکر پیش کردی۔ اب یہ تو (سب کو) معلوم ہے کہ مُلوک کی بیٹیوں کے کتنے (بہت سے) زیورات ہوتے ہیں۔ غرض جب وہ فہرست سلطان کے ملاحظہ میں پیش کی گئی تو اُس نے حکم دیا کہ اِسے دس گنا کر کے ملک قیربک کو دے دیا جائے۔

اے عزیز! اِسی (واقعہ) سے خدمتِ شیخ کے وابستگان اور خُدّام کی ہمّت معلوم ہوجاتی ہے کہ اُن کی نظر میں (مال و دولتِ) دنیا کی کوئی وقعت نہیں تھی۔

حکایت (۱۰۰) ایک بار خدمتِ شیخ صُفّہ ستون کے حجُرے میں ایک کرسی پر تشریف فرما تھے۔ قاضی محی الدینؒ اُن کے سامنے تھے، اور ایک دوسرے بزرگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی بزرگ کی حکایت بیان ہو رہی تھی۔ اِسی اثنا میں دُعاگو (قوام الدین) کو طلب فرمایا گیا۔ میں آیا تو حضرتؒ نے اشارہ کیا: "بیٹھ جاؤ۔" میں خدمتِ شیخ کے مقابل میں بیٹھ گیا۔ آپ (دورانِ گفتگو میں) کبھی قاضی محی الدینؒ کی طرف رُخ کرتے تھے، کبھی اُن دوسرے بزرگ کی جانب۔ مگر اِس کے لیے خدمتِ شیخ کو ہر بار دونوں طرف (دیکھنے کے لیے) مُڑنا پڑتا تھا، اور میں سامنے ہی بیٹھا ہوا تھا، اِس لیے زیادہ تر مجھ سے ہی کلام فرماتے رہے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: "سنو، آدمی کو مَستان اور مَدہ (یعنی نہ کسی سے کچھ لینے والا، نہ کسی کو کچھ دینے والا) ہونا چاہیئے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ......" اِس پر آپ نے ذرا سی دیر غور فرمایا اور وہ تامّل یہ تھا کہ اگر ایسا گروہ یادِ حق میں اِتنا مستغرق ہوتا ہے کہ اُسے نہ کسی سے کچھ لینے کا ہوش ہوتا ہے نہ دینے کی سُدھ ہوتی ہے، لیکن جب حق تعالیٰ کی جانب سے اُن پر القاء ہوتا ہے کہ ہمارے بندوں کی دعوت کرو، تو اب کچھ چارہ نہیں رہتا۔ لہٰذا "بِستان و بِدِہ" (لو بھی اور دو بھی) ہو جائے۔ اور مَستان و مَدہ (مت لو، اور کسی کو کچھ مت دو) سے اللہ کی پناہ۔" پھر کچھ غور فرمایا: "جانتے ہو، مَستان و مَدہ کیا ہوتا ہے؟" میں نے ادب سے سر جُھکایا اور عرض کیا: "ارشاد فرمائیں۔" فرمایا: "مَستان و مَدہ وہ ہوتا ہے کہ کوئی یادِ حق میں اتنا مُستغرق ہوجائے کہ اُسے نہ کچھ لینے کی سُدھ ہو نہ دینے کی۔ اگر ایسا نہ ہوا تو "بِستان و بِدِہ" جانتے ہو کیا ہوتا ہے؟" میں نے پھر ادب سے سر جُھکایا اور عرض کیا: "آپ ہی فرمائیں" فرمایا: "دس دس لیتے رہو، ایک ایک دیتے رہو، سَو لو تو دس دس کر کے دیدو ہزار لو تو سَو سَو کر کے دے ڈالو۔" پھر آپ نے اپنی آستینِ مبارک میری جانب ڈالدی۔ (یعنی میری جانب سے رُخ پھیر کر دوسری طرف کر لیا۔)

یہ حکایت میں نے چند دوسرے ساتھیوں سے بیان کی۔ اُن سب نے یک زبان ہو کر کہا، کہ

خدمتِ شیخ نے تمھیں یہ حکم دیا ہے کہ تمھیں جو کچھ (نذرانہ) ملے، اُس کا ۱/۲ دے دیا کرو۔ میں اس وقت تک مُجرّد (غیر شادی شدہ) تھا۔ کوئی جھنجھٹ نہیں تھا۔ میں نے اُن سے کہا کہ "خیر یہ حکم میرے لیے نہیں ہے، اور شیخ کا ارادہ بھی یہ نہیں تھا" جس وقت خدمتِ شیخ ارشاد فرما رہے تھے، میں نے اُن کی برکت سے اُسی وقت یہ جان لیا تھا کہ وہ کیا فرما رہے ہیں۔ میرے حق میں تو یہ (درست) ہے کہ ایک کسی سے دس لوں اور ایک ایک کر کے دس کو دے دوں اور بقدرِ مایُحتاج (ضرورت کے بقدر) اس میں سے اپنے لیے رکھوں۔ سب نے متفقہ طور پر انصاف کیا اور کہا: "یہ بات تم ہی سمجھ سکتے تھے۔"

اب میں یہ بیان کرتا ہوں کہ "صاحبِ فتوح" کس کو کہا جائے گا؟ شیخ کے مریدوں میں سے زیادہ تر متوکّل اور صاحبِ فتوح تھے۔ اُن کی کوئی مقرّرہ آمدنی نہیں تھی اور کسی طرح بھی ظاہر و باطن میں کوشش (حصولِ زر کی) نہ کرتے تھے۔ لہذا فُتوح کا لینا اُس شخص کا حق ہے جو قطعاً کوئی کوشش نہ کرتا ہو۔ نہ ظاہر میں نہ ڈھکے چھُپے طریقے سے، اور کسی سے مقرّرہ آمدنی کے طور پر کچھ قبول نہ کرے۔ نیز مندرجہ ذیل آٹھ مَدوں میں سے بھی کچھ قبول نہ کرے۔ وہ یہ ہیں: (۱) زکوٰۃ (۲) امامت (۳) اذان دینے کی اُجرت (۴) درس (۵) کتابت (۶) سُوال (فتویٰ) (۷) تعلیم (۸) ختم (خواجگان وغیرہ) اس قول کی تائید میں یہ بات ہے کہ شیخ الاسلام فریدالدّینؒ سے بیعت ہونے سے پہلے خدمتِ شیخ چاندی کا ایک تنکہ بطور وظیفۂ درس پایا کرتے تھے۔ جب شیخ سے بیعت کی تو وہ چاندی کا تنکہ لینا چھوڑ دیا۔

خدمتِ شیخ نے فرمایا ہے کہ خواجہ علی دَقّاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، جس کی روزی کا ذریعہ معلوم (مقرّر) ہو، وہ الہام اور وسوسے کے درمیان فرق نہیں کر سکتا اور مشائخ اِس بات پر بھی متفق ہیں کہ جو حرام (آمدنی) کھائے، وہ بھی اِلہام اور وسوسے میں فرق نہیں کر سکتا۔"

شیخ کے بیشتر مریدین اِسی طریقہ پر عمل کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار جب تاج الملک دولت آباد میں تھا، اُس نے تین سو تنکے یا کم و بیش مولانا بُرہان الدّین غریب قدّس اللہ سِرّہ العزیز کی خدمت میں، نئی چاندرات کو (بطورِ نذرانہ) بھیجے، وہ اُنھوں نے قبول فرمالیے۔ جب دوسری چاندرات آئی تو اُس نے پھر تین سو تنکے بھیجے۔ خدمتِ مولانا (غریبؒ) نے اپنے خادم سے کہا کہ ایک بار کوئی مَلِک خدمت شیخ الاسلام نظام الدّین قدّس اللہ سِرّہ العزیز کے لیے چاندرات کو کوئی چیز (بطورِ نذر) لایا۔ خدمتِ شیخ نے وہ (نذر) قبول کر لی۔ پھر دوسری چاندرات کو کچھ لے کر آیا تو خدمتِ شیخ نے فرمایا: "یہ تو لگی بندھی آمدنی ہو گئی۔" اِسے قبول نہیں کیا۔ اس حکایت کے بعد مولانا نے فرمایا ہمیں بھی اس طرح قبول نہیں کرنا چاہیئے اور اُسے قبول نہیں کیا۔

چنانچہ لگی بندھی (نذر) قبول نہ کرے۔ کھُل کر یا اشاروں میں اپنا حال (کسی سے) نہ کہے کہ وہ بھی

خواہش ہے، اور کسی کے سامان کی تعریف نہ کرے کہ یہ بھی حسنِ طلب ہے' اور اگر اِس تعریف کے بعد (سامان کا مالک) وہ چیز نذر کرنے لگے تو اُسے قبول نہ کرے' اور کسی سے بھی اپنا حال بیان نہ کرے کہ وہ کسی دوسرے سے کہہ دے' یہ بھی ایک طرح سے کوشش کرنا ہے۔ جب ایسا ہو تو چاہیئے کہ اب خطراتِ قلب کی نگرانی کرے' اور خطراتِ قلب پر نگاہ رکھنا ہر ایک کے قابو کی بات نہیں ہے' تو پھر کیا کرے؟ جب پہلی بار دل میں کوئی خطرہ گذرے کہ فلاں شخص آتا ہے تو میرے لیے وہ فلاں چیز لایا کرتا ہے' اب آئے گا تو فلاں چیز لائے گا۔ چاہیئے کہ ایسے خیال کو دل سے دُور کرے اور اُسے دل میں جمنے نہ دے' جب وہ خیال پھر گھُسنے لگے تو پھر اُسے نکال باہر کرے' یہاں تک کہ تیسری بار (وہ خیال آئے تو) یہ نذر کرے کہ اگر وہ کچھ لے کر آئے گا تو میں قبول نہیں کروں گا۔ اِس طرح اپنے نفس کو محروم کرے۔ اُمید ہے کہ خطراتِ قلب کی نگہداشت اِس طریقے سے پایدار ہو جائے گی' اور جب خطرۂ دل کی نگرانی حاصل ہو گئی تو اب وہ خطرۂ رحمانی اور ملکی' اور نفسانی و شیطانی کے درمیان فرق کرنے لگے گا۔ جب ایسا ہو گیا تو جو کچھ بھی اُسے پہنچے گا وہ من جانبِ حق پہنچے گا' اُسے ردّ نہ کرے' کیونکہ تذکرۃُ الاولیاء میں لکھا ہے۔ جو کچھ تمھاری طلب کے بغیر تمھیں پہنچے' اگر اُسے ردّ کرو گے تو گویا تم نے حق تعالیٰ (کے عطیہ) کو ردّ کیا اور مشائخ کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ اِس (فتوح) سے آگے اور کوئی (اعلیٰ) حد نہیں ہے۔ کیونکہ اِس میں کسی طرح کے شُبّہ کا امکان نہیں۔ کیونکہ یہ آمدنی خاص حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ خدمتِ شیخ قدس اللہ سرہ العزیز نے بارہا فرمایا ہے کہ "ہم جس کو بھی کوئی چیز دیتے ہیں' اُس کے (جائز اور حلال ہونے کے) ہم ذمّہ دار ہیں۔"

نواں باب

(۹)

خدمتِ شیخ قدّسَ اللہ سِرّہٗ العزیز کے ملفوظات اور بعض مشائخ قدّسَ اللہُ اَسرارُہم کے اقوال کے بیان میں

(۱) فائدہ : خدمتِ شیخ قدّسَ اللہ سِرّہٗ العزیز نے فرمایا : وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِأَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (التکویر ۸-۹) (جب زندہ گاڑدی جانے والی سے پوچھا جائے گا تو کس گناہ میں قتل کی گئی؟)

جو سانس بھی یادِ حق میں نہ نکلے اُسی سانس کو "زندہ" نہیں کہا جاسکتا۔ جب اس کی صلاحیّت عطا کی گئی ہے کہ سارے سانس اللہ کی یاد میں نکلیں تو جو سانس بھی اُس کی یاد میں نہ نکلے اُسے گویا زندہ درگور کر دیا، اُس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(۲) فائدہ : جب خدمتِ شیخ قدّسَ اللہ سِرّہٗ العزیز نے فرمایا : "بندے کا ایمان اُس وقت مکمّل ہوتا ہے جب اُس میں یہ پانچ خصلتیں پختہ ہوجاتی ہیں : توکّل، رِضا، تسلیم، تفویض اور صبر۔

(۳) فائدہ : خدمتِ شیخ قدّسَ اللہ سِرّہٗ العزیز نے فرمایا کہ "خلق کی چار قسمیں ہیں : بعض تو ایسے ہیں کہ اُن کا ظاہر آراستہ ہوتا ہے اور باطن خراب۔ بعض ایسے ہیں جن کا باطن آراستہ ہوتا ہے ظاہر خراب۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کے ظاہر و باطن دونوں خراب ہوتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کے ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہوتے ہیں۔

جس گروہ کا ظاہر آراستہ اور باطن خراب ہے وہ عبادت گذار لوگ ہیں جو بہت عبادت کرتے ہیں مگر اُن کا دل دُنیا میں اَٹکا رہتا ہے۔ اور جس طبقے کا باطن آراستہ، ظاہر خراب ہے وہ مجذوب ہیں، وہ حق سے مشغول رہتے ہیں اور ظاہر کا کوئی سروسامان اُن کے پاس

نہیں ہوتا۔

جس گروہ کا ظاہر و باطن دونوں خراب ہیں یہ عوام ہیں اور جن کے ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہیں وہ مشائخ (صوفیہ) ہیں۔

(۴) **فائدہ** : خدمتِ شیخ قدّس اللہ سرّہٗ العزیز نے فرمایا: "ولایت کی دو قسمیں ہیں ولایتِ ایمان اور ولایتِ احسان۔ ولایتِ ایمان یہ ہے کہ جو کوئی مومن ہے وہ ولی ہوسکتا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا (اللہ اُن کا دوست ہے جو ایمان لائے) (البقرہ/ ۲۵۷)

مگر ولایتِ احسان یہ ہے کہ کسی کو کشف و کرامات اور مرتبۂ عالی حاصل ہو جائے۔

(۵) **فائدہ** : خدمتِ شیخ قدّس اللہ سرّہ العزیز نے فرمایا کہ "توکّل کے تین درجے ہیں۔ پہلا ایسا ہے جیسے کوئی اپنے جواب دعویٰ کے لیے کسی کو وکیل بنالے اور اُس کا وکیل دانشمند بھی ہو ہمدرد بھی۔ مگر وہ کبھی کبھی اُس (وکیل) سے کہے کہ فلاں کام اِس طرح کرنا۔ دوسری مثال یہ ہے کہ دودھ پیتے بچے کی طرح ہو جو اپنی ماں کی شفقت پر پورا انحصار کرتا ہے اور تقاضا نہیں کرتا۔ مگر کبھی کبھی (دودھ کی طلب کے لیئے۔ روتا ہے۔

تیسرا مرتبہ یہ کہ غسل دینے والے کے ہاتھوں میں مُردے کی طرح ہو۔ یہ سب سے بلند رتبہ ہے کیونکہ اَلتَّوَکُّلُ ھُوَ الثِّقَۃُ بِاللّٰہِ (توکّل اللہ پر بھروسے کا نام ہے)

(۶) **فائدہ** : خدمتِ شیخ قدّس اللہ سرّہ العزیز نے فرمایا، توکّل یہ ہے کہ (کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کی دونوں حالتوں میں دل مطمئن ہو۔

(۷) **فائدہ** : خدمتِ شیخ قدّس اللہ سرّہٗ العزیز نے فرمایا: اگر کوئی اللہ کی طرف متوجّہ ہوتا ہے اور اُس پر پورا بھروسا اور اعتماد کرتا ہے، اپنے کام اُس کے سپرد کر دیتا ہے اور خود کو بھی اُس کے حوالے کر دیتا ہے اور جو تکلیفیں پیش آتی ہیں اُن میں ثابت قدم رہتا ہے تو اُسے کسی چیز کی کمی نہیں رہتی اور وہ اللہ کا کرم طرح طرح سے دیکھتا رہے۔

(۸) **فائدہ** : خدمتِ شیخ قدّسَ اللہ سرّہ العزیز نے فرمایا : "بندے کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب رہنا چاہیئے اگر تمام عمر میں ایک بار بھی رِضائے حق کی تلاش کر لے تو وہی کافی ہے۔

(۹) **فائدہ** : جب تک اپنے اختیار اور تدبیر کا ترک اور اطمینانِ قلب مرد کی صفت نہ ہو اور (اس کیفیّت) میں ٹھیراؤ پیدا نہ ہو، ہرگز مشغولیِ باطن نصیب نہیں ہو سکتی۔

(۱۰) **فائدہ** : خدمتِ شیخ قدّسَ اللہ سرّہ العزیز نے فرمایا : "مرد کو ایسا ہونا چاہیئے کہ اُس کے سر پر پاؤں رکھنا یا پاؤں پر سر رکھنا دونوں اُس کے نزدیک برابر ہو جائیں۔ ایسے (شخص) کے پاؤں پر سر رکھا جا سکتا ہے اِس سے اُس کا کچھ نقصان نہیں ہوتا اور اس (سر رکھنے والے) کو فائدہ ہوتا ہے۔

اور فرمایا : ایک بار خواجہ ابو سعید ابو الخیر قدّسَ اللہ سرّہُ العزیز کسی راستے میں سوار جا رہے تھے۔ ایک مُرید مل گیا۔ اُس نے خواجہ کے زانو کو بوسہ دیا۔ خواجہؒ نے فرمایا : اور نیچے۔ اُس مرید نے رکاب کو چُوما۔ خواجہؒ نے فرمایا : اور نیچے، اُس نے گھوڑے کے زانو پر بوسہ دیا، خواجہؒ نے فرمایا ؛ اور نیچے۔ اُس شخص نے گھوڑے کے سُم کو چُوما۔ کسی مخالف کو اِس کی خبر ہو گئی اس نے خواجہؒ سے پوچھا کہ یہ کیا تھا ؟ تب خواجہ ابو سعیدؒ نے اُس سے فرمایا : "وہ جتنا نیچے کو جھکتا تھا، اُس کے مقامات و درجات بلند تر ہوتے جاتے تھے"۔

(۱۱) **فائدہ** : خدمتِ شیخ قدّسَ اللہ سرّہ العزیز نے فرمایا کہ مہتر عیسیٰ علیہ السلام نے کسی شخص کو سویا ہوا دیکھا اور کہا : "اُٹھ اور اللہ کی عبادت کر"

اُس شخص نے کہا کہ میں ایسی عبادت کر چکا ہوں جو ساری عبادتوں سے بہتر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا ؛ وہ کون سی عبادت ہے ؟ ۔ اُس نے کہا : میں نے دنیا کو دُنیا والوں کے لیے تیاگ دیا ہے"۔

(۱۲) **فائدہ** : خدمتِ شیخ قدّسَ اللہ سرّہُ العزیز نے فرمایا : " اللہ کی طرف جانے کے راستے خلق کے سانسوں کی تعداد کی برابر ہیں" ہر کام میں سچائی (اخلاص) ہونی چاہیئے تا کہ جس شغل

میں بھی ہو وہی اُسے اللہ تک پہنچا دے۔

(۱۳) **فائدہ :** خدمتِ شیخ قدس اللہ سرّہ العزیز نے فرمایا : "خلق کی نظر عمل پر ہے اور حق تعالیٰ نیّت کو دیکھتا ہے، اگر نیّت نیک ہو اور حق کے لیے ہو تو تھوڑا سا عمل بھی کافی ہے۔

(۱۴) **فائدہ :** خواجہ جُنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا : ہزار پیرِ طریقت کا اجماع ہے کہ اتنی ریاضت کافی ہے کہ جب بھی اپنے دل کو تلاش کرو تو اُسے حق سے وابستہ پاؤ۔

(۱۵) **فائدہ :** دلوں کے اعمال کا ایک ذرہ اعضائے اعمال کے پہاڑوں سے بھی افضل ہے۔

(۱۶) **فائدہ :** خدمتِ شیخ قدس اللہ سرّہ العزیز نے فرمایا : "ایک سالک ہوتا ہے، ایک واقف ہے، ایک راجع ہے۔ سالک وہ ہے جو راستہ چل رہا ہے، واقف وہ ہے جو (راہ میں) ٹھہر گیا ہو۔ اگر سالک سے عبادت میں کچھ فتور واقع ہو جاتا ہے تو وہ ٹھہر جاتا ہے، اس کی اگر جلدی خبر لے اور توبہ کرلے تو پھر سالک ہو جاتا ہے (چلنے لگتا ہے) اگر عیاذاً باللہ اُسی حالت پر قائم رہے تو پھر پیچھے کو پلٹنے لگتا ہے۔

(۱۷) **فائدہ :** جان لو کہ جو مرید مردانِ خدا کے مقام تک پہنچتا ہے وہ دو صفتوں سے پہنچتا ہے : صدق اور اخلاص سے۔ اور یہ دو باتیں درست نہیں ہوتیں مگر ان دو باتوں سے : شریعت کے حکم کا اتباع کرنا اور خلقِ خدا سے کنارہ کشی کرنا۔

(رسول) علیہ السّلام نے فرمایا ہے : صدق نیکی کی راہ دکھانے والا ہے۔

(۱۸) **فائدہ :** مرید کے لیے ضروری ہے کہ دولت، جاہ اور خلق سے قطعِ نظر کرکے ان سے نکل آئے تاکہ وہ خواہشاتِ نفسانی کے نہایت باریک رمز اور (نفس کے) چھپے ہوئے عیوب کو جان سکے۔

(۱۹) **فائدہ :** زید بن اسلمؒ کہتے ہیں : مرد (درویش) کا کمال دو خصلتوں سے ہے صبح کو

جب بیدار ہو تو کسی گناہ کا ارادہ نہ کرے، رات کو جب سونے کے لیے لیٹے تو کسی گناہ کا قصد نہ ہو۔ جب زُہد و تقویٰ کی بنیاد مضبوط ہو جاتی ہے تو (اپنا) نفس اُس پر منکشف ہو جاتا ہے، وہ حجابوں سے باہر نکل آتا ہے نفس کی تمام حرکتیں اور خفی شہوات اُسے معلوم ہو جاتی ہیں۔ مُرید کو یہ زیب دیتا ہے کہ خود اپنے احوال کا اور اقوال کا محاسبہ کرتا رہے اور اپنے نفس کو اِس کی چھوٹ نہ دے کہ وہ کوئی حرکت کرے یا کوئی کلمہ زبان سے غیرِ حق کے لیے نکالے۔"

(۲۰) **فائدہ :** یہ کہا گیا ہے کہ ملنے جُلنے والوں کا زیادہ ہونا صدق کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ مُرید کے صدق میں کمی کی وجہ سے ہوتا ہے کہ اُس کے ہم نشین زیادہ ہوں، اس کے لیے سب سے زیادہ نفع دینے والی چیز خاموش رہنا ہے اور خلق کی باتوں سے بچنا۔ کیونکہ اس کا باطن بھانت بھانت کی باتیں سن کر متغیّر ہو جاتا ہے اور مُبتدی (مریدوں) کے باطن شمع کی طرح ہوتے ہیں جو ایک پھُونک سے بُجھ سکتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مُبتدی صرف خلق کو دیکھنے سے ہی نقصان زدہ ہو جاتا ہے اِسی طرح فضول نگاہ کرنے سے یا فضول چلنے سے۔

(۲۱) **فائدہ :** خواجہ سُفیانؒ فرماتے ہیں: (کچھ لوگ) "اُصول کو چھوڑنے کی وجہ سے وصول (خدا رسیدگی) سے محروم رہ گئے"۔ یعنی جس کا قول و فعل صرف ضرورت کے بقدر نہ ہوگا وہ اِس پر قادر نہیں ہو سکتا کہ اپنا کھانا پینا اور سونا ضرورت کے بقدر کرے۔ جب ضرورت سے زیادہ کرے گا تو دل کی عزیمت (ارادہ) اُس سے رخصت ہو جائے گی، اور وہ ایک ایک کرکے اپنے مقاصد سے نیچے گرتا چلا جائے گا۔

(۲۲) **فائدہ :** کسی مُرید کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ دُنیا داروں میں سے کسی سے شناسائی پیدا کرے کیوں کہ اِن (دنیا داروں) کی جان پہچان بھی زہرِ قاتل ہوتی ہے۔

اہلِ دنیا سے شناسائی زہرِ قاتل ہے کیونکہ دنیا حق کی مبغوضہ (ناپسندیدہ) ہے جو اس کی رسّی پر ہاتھ مارتا ہے وہ اُسے دوزخ کی طرف کھینچ لیتی ہے اور کوئی رسّی اللہ والوں، اس کی طلب کرنے والوں اور اُس سے محبت کرنے والوں کی رسّی سے زیادہ مضبوط نہیں ہے۔ کیونکہ اہلِ دنیا سے شناسائی وہ چاہے یا نہ چاہے اُسے دُنیا کی طرف کھینچتی ہے۔

(۲۳) **فائدہ** : جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، جو رکاوٹیں اور دشواریاں مُرید کو وصول (خدا تک پہنچنے) سے روکتی ہیں اُن میں سب سے زیادہ قوی اور غالب یہ ہے کہ شروعات بگڑ جائے اِس لیے مرید کو ابتدائے سلوک میں نیت کے صحیح رکھنے کی ضرورت ہے۔ الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (اعمال کا تعلق نیتوں سے ہے) اور اس گروہ کی نیت یہ ہے کہ حرص اور خواہشاتِ نفسانی کے تقاضوں سے بچتے رہیں تاکہ اعمال صرف اللہ کے لیے ہی صادر ہوں۔

(۲۴) **فائدہ** : اللہ تعالیٰ کا قول ہے: إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر: ۲۸) اِس کے معنی یہ ہوں گے کہ "جو خدا سے ڈرتے ہیں (وہی) عالم ہیں"۔ اس آیت کا مقتضا یوں ہوگا کہ جو خدا سے ڈرتا ہے اور اُس وقت جب کوئی حرام اس کے سامنے آتا ہے اُس سے باز نہیں رہتا تو وہ "عالم" نہیں ہے، چاہے لوگ اُسے عالم کہا کریں۔ کیونکہ یہ کہا گیا ہے کہ جو علم حاصل کرتا ہے اور جیسا تھا اُس سے بہتر نہیں بنتا اور خدا سے نہیں ڈرتا تو جان لینا چاہیئے کہ جہل اُس کے ظاہر سے باطن کی طرف چلا گیا ہے (دوٗر نہیں ہوا، چھُپ گیا ہے)

امام اعظم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ فقیہ کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ "جو اللہ سے ڈرتا ہے اور پرہیز گار ہے"۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے: إِن تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا اگر تم پرہیز گار بنو گے تو اللہ تمھیں حق و باطل میں تمیز کرنے والا بنا دے گا۔ (الانفال ۲۹)

اور کہا: "بہت زیادہ شاگردی کرنے سے تمھیں علم سکھا رہا ہوں، اور ایسی باتیں اخبار میں بہت سی آئی ہیں"۔

(۲۵) **فائدہ** : خواجہ منصور عمّارؒ نے کہا، خلق میں سب سے زیادہ عالم وہ ہے جو (اللہ کی) زیادہ اطاعت کرتا ہے اور اُس سے ڈرتا ہے، اور سب سے بڑا جاہل وہ ہے جو گناہ کرے اور خود کو محفوظ سمجھے۔

(۲۶) **فائدہ** : خواجہ بِشرِ حافیؒ حضرت خضر علیہ السلام سے ملے اور دعا کی درخواست کی۔ خواجہ نے فرمایا: "خدا اپنی اطاعت تم پر آسان کردے"۔

اِنھوں نے کہا ، کچھ اور فرمایئے۔ کہا : "اور تمھاری طاعت کو تم سے پوشیدہ رکھے"۔

(۲۷) **فائدہ :** خدمتِ شیخ قدّسَ اللہ سرہ نے فرمایا : (رسول) علیہ السلام کا قول ہے "رحمٰن کی کششوں میں سے ایک کشش ثقلین کی عبادت سے اچھّی ہے"۔

(۲۸) **فائدہ :** خواجہ بن عبداللہؒ کہتے ہیں : "بندے کو اللہ کی مدد اُس کی نیت کے بقدر ملتی ہے جس کی نیت پوری ہے اُسے اللہ کی مدد بھی پوری ملتی ہے۔

(۲۹) **فائدہ :** خواجہ سلیمان دارانیؒ نے کہا : حق تعالیٰ سے ایسا ڈرو، کہ اُس کی رحمت سے نااُمیّد نہ ہو جاؤ اور اُس سے ایسی اُمیّد رکھو کہ اُس کی پکڑ سے نچنت نہ ہو جاؤ۔

(۳۰) **فائدہ :** مومن اور منافق میں فرق یہ ہے کہ مومن کا دل ہر ساعت میں ہزار بار اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور مُنافق کا دل ہزار برس تک غیرِ حق (باطل) پر جما رہتا ہے۔

(۳۱) **فائدہ :** خدمتِ شیخ قدّسَ اللہ سرّہ العزیز نے فرمایا ، "باطن کی ساری پراگندگی بولنے سے پیدا ہوتی ہے" اور مولانا مُنوّر سے فرمایا : "دل کو حق کی طرف (متوجّہ) رکھو اور مُباح باتوں سے بھی دامن بچاؤ"۔

خدمتِ شیخ قدّسَ اللہ سرّہ العزیز نے فرمایا : "شُکر ادا کرنا موجود نعمت کو باندھ رکھتا ہے"

(۳۲) **فائدہ :** خدمتِ شیخ قدّسَ اللہ سرّہ العزیز نے کہا۔ (رسول) علیہ السلام نے فرمایا ہے "جس کسی نے کسی زندہ (شخص) سے ملاقات کی اور (اُس کے گھر) کچھ چکھّا نہیں تو گویا اُس نے کسی مُردے سے ملاقات کی"۔

اگر کوئی چیز موجود نہ ہو تو مہمان کا حق خوش اخلاقی سے (پیش آکر) ادا کرنا چاہیئے چاہے کوئی بھی آئے۔

(۳۳) **فائدہ** : خدمتِ شیخ قدّس اللہ سرّہ العزیز نے فرمایا: "جب آرہا ہے تو (حاجت مندوں کو) دو، اِس سے کم نہیں ہوگا، اور جب جارہا ہے تو بچا کر مت رکھو کہ یہ تمھارے پاس) ٹکے گا نہیں۔ خرچ کرنے میں اگر اخلاص بھی شامل ہو تو اچھا ہے، ورنہ بہر حال کسی کے دل کو آسائش تو پہنچتی ہے! قیامت کے بازار میں کسی چیز کے اتنے خریدار نہ ہوں گے جتنے (انسانی ہمدردی سے لبریز) دلوں کے ہوں گے۔ اور اس کام (درویشی) کی پونجی ایثار ہی تو ہے۔" تم ہرگز نیکی کو نہیں پاسکتے جب تک وہ خرچ نہ کرو جس سے تمھیں محبت ہے۔" (آل عمران ۹۲)

(۳۴) **فائدہ** : خدمتِ شیخ قدّس اللہ سرّہ العزیز نے فرمایا: "جب حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے کسی بندے کو عزیز بنادے تو دُنیا کو اُس کی نظر میں خوار کر دیتا ہے، اور جس کو وہ خوار کرنا چاہتا ہے اُس کی نظر میں دنیا کو عزیز بنادیتا ہے۔

(۳۵) **فائدہ** : خدمتِ شیخ قدّس اللہ سرّہ العزیز نے فرمایا: " ایک بزرگ نے کہا کہ اگر ساری دنیا مجھے دے دیں اور یہ کہیں کہ اِسے قبول کرلو تم سے اِس کا کوئی حساب نہیں لیا جائے گا اِس طرح مجھے دیں اور یہ بھی کہیں کہ اگر قبول نہ کروگے تو تمھیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تو میں دوزخ قبول کرلوں گا دُنیا کو لینا پسند نہیں کروں گا۔"

(۳۶) **فائدہ** : خدمتِ شیخ قدّس اللہ سرّہ العزیز نے فرمایا کہ "سونے چاندی (دولت) میں جو راحت ہے وہ اُنھیں خرچ کرنے سے ہے۔ انسان کسی چیز میں راحت نہیں پاسکتا جب تک زر و سیم خرچ نہ کرے مثلاً: یہ چاہتا ہے کہ خوب اچھّا لباس پہنے یا بہترین کھانے کی خواہش رکھتا ہے، اِسی طرح جو بھی تمنّا ہو جب تک پیسہ خرچ نہیں کرے گا یہ راحت نہیں مل سکتی۔ لہذا معلوم ہوا کہ دولت میں راحت اُس کے جانے سے ہے۔"

اور فرمایا کہ "دولت جمع کرنے سے بہتر کام یہ ہے کہ اُس سے کسی دوسرے کو کچھ فائدہ پہنچ جائے۔"

(۳۷) **فائدہ** : خدمتِ شیخ قدّس اللہ سرّہ العزیز نے فرمایا: " صبر یہ ہے کہ جب کوئی ناگوار

(حادثہ) بندے پر نازل ہو تو اُس پر صبر کرے اُس کی شکایت نہ کرے مگر رضا یہ ہے کہ اُس بلا سے اُسے کوئی ناگواری نہ ہو، جیسے یہ بلا اُس پر آئی ہی نہیں" !

(۳۸) **فائدہ** : خدمتِ شیخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا: "درویش پیٹ بھر کر نہیں کھاتا اور خوب جم کر نہیں سوتا۔ جو پیٹ بھرا شخص نماز پڑھتا ہے شیطان اُس سے معانقہ کرتا ہے اور جو بھوکا سو رہا ہوتا ہے اُس کے پاس سے بھاگ جاتا ہے۔ اِس سے اندازہ کرنا چاہیئے کہ پیٹ بھرا جب سو رہا ہو تو شیطان اُس سے کس طرح ملے گا اور کوئی بھوکا جب نماز پڑھ رہا ہو تو اُس سے کتنا دور بھاگے گا۔

(۳۹) **فائدہ** : اولیاء کی نشانیاں تین ہیں: نیک انسان کی مدد کرنا، بدکردار کو معاف کر دینا اور سب کا بھلا چاہنا۔ نیک دل اور جواں مرد ہونے کی اصل کم آزار ہونا ہے۔

(۴۰) **فائدہ** : شیخ عبداللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ نے کہا: "اگر رکھتے ہو تو پہنو اور نہیں ہے تو ڈینگ نہ مارو۔ جو کچھ ہو، وہی خود کو ظاہر کرو۔ ورنہ جو تم ہو (تمھاری وہ حقیقت) تمھیں بار بار دکھائیں گے۔

(۴۱) **فائدہ** : شیخ عبداللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اولیاء اللہ دس کام نہیں کرتے۔
(۱) کسی حیلے سے زندگی نہیں گزارتے (۲) ڈینگ نہیں مارتے (۳) رغبت سے نہیں کھاتے (۴) چھانٹ کر نہیں پہنتے (یعنی جو میسر ہو پہن لیا) (۵) کسی کے مال پر قبضہ نہیں کرتے (۶) اُجرت لے کر کوئی کام نہیں کرتے (۷)
(۸) توبہ کر کے پھر اُدھر کا رخ نہیں کرتے (۹) خدا پر کسی کو (یہ جملہ کتاب میں ادھورا رہ گیا ہے)
(۱۰) قہقہہ مار کر نہیں ہنستے۔

(۴۲) **فائدہ** ، خواجہ سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا: "جو گناہ اکڑ فوں کے ساتھ ہو اُس کے بخشے جانے کی اُمید نہ رکھنی چاہیئے۔

(۴۳) **فائدہ** : سو شیر کسی جنگل میں وہ تباہی نہیں مچاتے جو شیطان ذرا سی دیر میں کر گذرتا ہے اور سو شیطان وہ تباہی نہیں لاتے جو ایک بُرا ساتھی لے آتا ہے اور سو بُرے ساتھی وہ تباہی نہیں کر سکتے جو تمھارا نفس کر سکتا ہے۔

(۴۴) فائدہ : خود کو گراؤ مت کہ اُٹھا لیے جاؤ۔ اپنے تئیں خوار سمجھو تاکہ (دوسرے انھیں عزیز رکھیں۔ خوش اخلاق بنو تاکہ دلوں میں گھر کرلو، اپنا سر جھکائے رکھو تاکہ ہر دروازے سے نکل جاؤ۔

(۴۵) فائدہ : ہر وہ عبادت جس کے شروع میں اطمینان (قبولیت کا) ہو اور آخر میں گھمنڈ ہو، اُس کا انجام (اللہ سے) دوری ہوتا ہے۔

(۴۶) فائدہ : انجیل میں ہے کہ اے میرے بندے جب غصے میں ہو تو مجھے یاد کرتا کہ میں بھی تجھے اُس وقت یاد رکھوں جب تجھ پر غضب واجب ہو جائے۔

(۴۷) فائدہ : خدمتِ شیخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا : "جس طرح شہوت غیرِ محل پر حرام ہے اِسی طرح غصہ بھی بے جا کرنا حرام ہے۔"

(۴۸) فائدہ : کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ خدا کی طرف جانے کے راستے کتنے ہیں؟ فرمایا کہ موجودات کا ہر ذرہ حق (کی طرف جانے کا) ایک راستہ ہے۔ مگر کوئی راستہ بھی دلوں کو راحت پہنچانے سے زیادہ آسان اور زیادہ نزدیک نہیں ہے۔

(۴۹) فائدہ : خدمتِ شیخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا : خلق کا آپس میں معاملہ تین طرح کا ہوتا ہے۔ پہلی قسم اُن کی ہے جن سے کسی کو نہ فائدہ پہنچتا ہے نہ نقصان۔ ایسے آدمی پر جمادات (پتھر) کا اطلاق ہوتا ہے۔ دوسری قسم وہ ہے کہ اُس سے دوسروں کو نفع پہنچتا ہے نقصان نہیں۔ تیسری قسم اِن سب سے بہتر ہے، وہ یہ ہے کہ اُس شخص سے دوسروں کو فائدہ پہنچے اور اگر اُسے کوئی نقصان پہنچائے تو وہ بدلہ نہ لے، اُسے برداشت کرلے۔ یہ کام صدیقوں کا ہے۔

حکایت (۱۰۱) : اِس ضعیف کے دادا صاحب نے فرمایا : ایک دن سُلطان علاء الدنیا والدین بہمن شاہ خلد اللہ مُلکہٗ نے فرمایا کہ میں پُرانے زمانے میں ایک امیر سے وابستہ تھا، ہمارا نائب عرض خدمتِ شیخ کا مرید تھا۔ ایک دن خدمتِ شیخ نے اُس سے فرمایا کہ تمھارے

دفتر میں فلاں شخص "صاحبِ چتر" ہے۔ اللہ ہی جانے وہ کیا گھڑی تھی اور کیا محل تھا کہ خدمتِ شیخ قدس اللہ سرّہ العزیز نے اُس سے یہ بات کہہ دی تھی، الغرض وہ وقت آیا کہ ہم اِس مُلک میں رہ پڑے اور نائب عارض کو سفرِ حج پیش آ گیا۔ جب حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنی عنایتِ بے نہایت سے اپنے اِس بندے کو چُن لیا اور اُسے اپنے بندوں پر اُولوالامر (حاکم) بنا دیا۔ ہم نے دولت آباد میں تختِ سلطنت پر جلوس فرمایا۔ اتّفاق سے وہی نائب عرض دولت آباد میں آیا۔ جب اُس نے ہم سے ملاقات کی تو کہا: "خداوندِ عالم وہ بات جو خدمتِ شیخ نے فرمائی تھی کہ تمھارے دفتر میں ایک "صاحبِ چتر" ہے، وہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ صاحبِ چتر خداوندِ عالم تھے۔ چونکہ یہ مُلک اور سلطنت اللہ کے حکم سے خدمتِ شیخ کی دی ہوئی ہے۔ حق سُبحانہٗ و تعالیٰ شیخ الاسلام کی برکت سے ہی صاحبِ سلطنت کو سیکڑوں سال تک تختِ بادشاہی پر جلوہ افروز رکھے۔ آمین ربّ العالمین۔

یہ کرامت اس لیے لکھی گئی کہ لوگ جان لیں مشائخ کو اللہ تعالیٰ نے کشف کی قوّت عطا کی ہے کہ بعض گذرے ہوئے یا آنے والے واقعات اُن سے پوشیدہ نہیں ہیں، چنانچہ خدمتِ شیخ نے یہ بات چالیس سال پہلے اُس نائب عرض سے کہہ دی تھی۔ سمجھ دار لوگ اِسی سے شیخ کی (روحانی) قوّت اور عظمت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

خاتمہ: ۔خدمتِ شیخ الاسلام قدس اللہ سرّہ العزیز کے مناقب، مقامات، مآثر اور کرامات کا یہ ایک شمّہ بیان تھا جو دادا صاحب کی رُوح افزا باتوں سے (انتخاب کر کے) اِس کتاب میں درج کیا گیا۔ اور اِس ضعیف کے دادا صاحب نے اِس بارے میں یہ بات فرمائی کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ سب ڈھکی چھُپی باتوں کو جاننے والا ہے، میں نے جو کچھ اِس رسالے میں لکھوایا ہے اِس میں سے کچھ تو میرا آنکھوں دیکھا ہے، باقی علمائے کبار اور مقتدایانِ نامدار کا بیان کردہ ہے جن کے نام اِن حکایتوں میں آ چکے ہیں۔ یہ باتیں تحقیق اور اتّفاق کے ساتھ سُنی ہوئی ہیں، یا اِنھیں معتبر کتابوں میں لکھا ہوا دیکھا ہے۔ اِسی سے قیاس کرنا چاہیئے کہ اِتنی مخلوق اور مُعتبر علماء جن کے درجات کی بلندی ہم عصروں پر روشن ہے، شیخ کی خدمت سے وابستہ تھے، مگر چونکہ اُن کی بیعت کا حال ابتداء سے انتہا تک مجھے معلوم نہیں تھا اِس لیے (اُن کا تذکرہ) اِس رسالے میں درج نہیں کیا گیا۔ مقصد یہ ہے کہ کوئی حکایت یا کوئی بات میں نے اپنی طرف سے (گھڑ کر) بیان نہیں کی ہے، اگر کوئی غیر منصف شخص اپنی نادانی کی وجہ سے اُلٹا گمان کرے تو اُس کو اللہ تعالیٰ اِس بدگمانی سے توبہ کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ "بعض بدگمانی گناہ ہے" (الحجرات ۱۲)

اور اس رسالے کی تالیف کا سبب وہ تھا جو دیباچے میں لکھا ہوا ہے؛ دوسرا سبب یہ کہ جب شیخ الاسلام کی (روحانی) حکومت کا جھنڈا بلند ہوا اور اُن کی ولایت کا علَم لہرایا تو سب کو شیخ کی عظمت و کرامت نظر آنے لگی۔ جنھیں سعادت کی ہدایت نصیب ہوئی اُنھوں نے شیخ کے پیشوا ہونے کا اقرار کیا اور اُن سے محبّت و اخلاص پیدا کیا۔ کوتاہ نظری، حسد اور جلن، اور انکار و دامن کشی جن کے لیے حجاب بن گئی وہ اگرچہ شیخ کی بزرگی اور کرامات کو آنکھوں سے دیکھ رہے تھے پھر بھی اُنھوں نے دشمنی اور عناد (کا راستہ) اختیار کیا۔ لامحالہ اِدبار اور ذلّت کے جال میں پھنس گئے، ذلیل و خوار ہوئے، اور ہر طرف سے پھٹکار پڑی۔ اُن کا قصہ اُس گروہ جیسا ہے جو خواجۂ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں تھا، چونکہ وہ ایمان اور اعتقاد نہ رکھتا تھا قُطبِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے فیوض و برکات سے محروم رہ گئے۔ ہمارے زمانے میں بھی بعض دشمن اُن کا بقیّہ تھے جنھوں نے مخالفت کی بنیاد رکھی اور اسلاف کو گالیاں دینے کے لیے زبان کھولی، یہ رسالہ اِس لیے لکھا گیا کہ وہ لوگ جو شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں حاضر ہونے سے محروم رہ گئے اپنے وفورِ علم اور کمالِ دانش سے یہ حکایات اور معاملات و کرامات جو اس کتاب میں درج ہیں پڑھ کر شیخ الاسلام کی عظمت جان جائیں، اور اُن بے انصاف (مخالفوں) کی باتوں پر کان نہ دھریں، اُنھیں بد دعا سے یاد نہ کریں۔ (شعر)

تم اُن مسکینوں کے لیے کیا بد دعا کرتے ہو
جو خود ہی اپنی بدی کی سزا میں گرفتار ہیں

"اللہ ہمیں اور ان (مخالفوں) کو ہدایت دینے والا اور ہدایت پانے والا بنائے گمراہ کرنے والا اور گمراہ ہونے والا نہ بنائے۔"

حق سُبحانہ و تعالیٰ قطبُ الاقطاب والاولیاء، مُقتدائے المقرّبین والاُصفیاء، ملاذُ الشیوخ والمحققین، ملجأ المجتہدین والعارفین نظامُ الحق والطّریقۃ والہُدیٰ والدّین قدّس اللہ سرّہ العزیز کے انفاسِ مبارک کی برکتیں تمام مسلمانوں کے درمیان کبھی منقطع نہ کرے۔ اِس رسالے کے مولّف اور پڑھنے والے اور لکھنے والے کو اُن کی شفاعت کا شرف نصیب کرے۔ یہ رسالہ پڑھنے والوں سے التماس ہے کہ خادمِ درویشاں بلکہ خاکِ پائے ایشاں قوّام درویش کو جو اِس مجموعے کا تیّار کرنے والا ہے ایمان اور خاتمہ بالخیر کی دعا سے یاد کریں۔

(اشعار)

ہفتم ماہ رجب از ہجرت ختم رسل
ہفصد و پنجاہ و پنج از سال بد کین شد تمام
آرزو دارم زدرگاہ خداوند کریم
این رسالہ را بگر داند قبول خاص و عام
رحمت ایزد بود بر صاحب تالیف وہم
از مضرت ہا و نقصان ہوش دار دو السلام

ماہ رجب کی ساتویں تاریخ اور ہجرت کا
سات سو پچپن واں (۷۵۵ھ) سال تھا
جب یہ (رسالہ) ختم ہوا
خداوند کریم کی درگاہ سے یہ التجا ہے
کہ اِس رسالے کو خاص و عام میں مقبولیت نصیب ہو
اِسے تالیف کرنے والے پر اللہ کی رحمت ہو
اور اُسے ہر نقصان اور بلا سے اللہ بچائے رکھے
والسّلام

تَمّتِ الکِتَابُ بِعَونِ المَلِکِ الوَھّابِ
کاتِبُہٗ : عبدُ القادر سنہ ۷۹۱ھ

الحمد للہ آج بتاریخ ۲۸ محرم الحرام سنہ ۱۴۱۵ھ
یوم جمعہ مطابق ۸ رجولائی ۱۹۹۴ء
اس کتاب کا اردو ترجمہ تمام ہوا
وما توفیقی إلّا باللہ

[signature]

146